الحمد للہ کہ ایں کتاب مستطاب

متضمن

ائتلافِ الاقوامِ والامم و اتحادِ العرب والعجم

المسمےٰ بہ

تحفۂ ہند و یورپ

کہ لاریب

انکشافے است عظیم در علم الاقوام و تاریخ قدیم

مصنفہ

جناب مولانا مولوی نعمت اللہ خانصاحب گوہر بی اے

مصنف حیات ابراہیم خلیل۔ اکبری خاتم۔ مسدس مطلع الانوار وغیرہ وغیرہ۔

باہتمام

طالب غفران چوہدری عبد الرحمٰن شاکر خلف مصنف وحید الزمان

در مطبع وزیر ہند پریس امرتسر باہتمام سردار لکھبیر سنگھ مینیجر و پرنٹر طبع شد

بماہ دسمبر ۱۹۲۶ء

بار اول

قادیاں ضلع گورداسپور سے شائع ہوئی

قیمت عہ

نذر

کتاب ہذا کو نہایت اخلاص کے ساتھ
امام الزمان حضرت مرزا غلام احمدؑ صاحب
قادیانی کے نام نامی کے ساتھ معنون
کرتا ہوں ۔

(مصنف)

فہرست اُن کتابوں کی جو عرصہ ڈیڑھ سال تک مصنف کے زیر مطالعہ رہیں اور جنکے حوالجات کتاب ہذا میں دیئے گئے ہیں۔

۱۔ قرآن کریم۔
۲۔ صحیح بخاری
۳۔ مشکواۃ شریف
۴۔ کنز العمال
۵۔ تاریخ التواریخ جلد اول
(مطبوعہ ایران)
۶۔ بائیبل بمعہ تفسیر انگریزی۔
۷۔ یجر وید مصنفہ دیا رام
۸۔ رگ وید انگریزی ترجمہ میکسملر
۹۔ نوٹ ہائے تفسیر القرآن
(از علامہ مولوی نورالدین صاحب
خلیفۃ المسیح قادیاں مرحوم)
۱۰۔ انسکلوپیڈیا برٹانیکا۔
۱۱۔ جیوئش انسکلوپیڈیا۔
۱۲۔ انسکلوپیڈیا آف ریلیجنز
اینڈ ایتھکس۔

۱۳۔ چائنا اور مذہب (انگریزی)
۱۴۔ راجرس ہسٹری آف دی ورلڈ
(متعدد جلدیں)
۱۵۔ خطبات احمدیہ مصنفہ سرسید مرحوم
۱۶۔ سرگذشت وید مصنفہ
مولوی عبدالحق لاہوری
۱۷۔ تحقیق آریہ مصنفہ پادری سلطان محمد
۱۸۔ ام الالسنہ مصنفہ خواجہ کمال الدین صاحب
بی۔اے۔ ایل۔ ایل بی۔ لاہوری
۱۹۔ منن الرحمٰن (عربی) مصنفہ حضرت امام الزمان
مرزا غلام احمد قادیانی مرحوم و مغفور۔
۲۰۔ بھگوت گیتا۔ مترجمہ تلک آنجہانی
۲۱۔ تاریخ ہند۔ مصنفہ ای۔ مارسڈن بی۔ اے۔
۲۲۔ تاریخ ہند۔ " من موہن ایم۔ اے۔
۲۳۔ تاریخ ایران (راجرس) و (ناسخ التواریخ)
۲۴۔ تاریخ شام (") و (")
۲۵۔ تاریخ بابل (") و (")
۲۶۔ تاریخ عرب (") و (")
۲۷۔ تاریخ ہند (") و (")
۲۸۔ ارض القرآن از سید سلیمان ندوی۔ حصہ اول
۲۹۔ ارض القرآن " " حصہ دوم

(مصنف)

اعلان منجانب ناشر

یہ کتاب سفید ڈمی کاغذ پر نہایت محنت اور عرقریزی کے بعد طبع ہوئی ہے مضامین اسقدر بلند ہیں۔ کہ کسی یورپین یا انڈین مورخ اور محقق کے قلم سی آجتک ایسے علمی حقائق نہیں نکلے۔ سچ یہ ہے۔ کہ جو کام دوسروں سے قرنوں میں نہ ہوسکا تھا۔ وہ ایک انگریزی گریجویٹ نے خاص تائید الہی سے مؤید ہوکر ڈیڑھ سال کے اندر کر دکھایا۔

این سعادت بزور بازو نیست
تانہ بخشد خدائے بخشندہ

آریوں کے تمام دعاوی متعلقہ قدامتِ وید، باطل ہوگئے۔ برہماجی کی تعبیر حضرت ابراہیم خلیل اللہ نکلی۔ اور بعض یورپین محقق کا لچر گمان کہ وسط ایشیا تمام آریہ اقوام کا وطن اولین ہے۔ حرف غلط کیطرح مٹ گیا۔ عربی کو تاریخی صورت میں سنسکرت پہلوی۔ اور انگریزی وغیرہ کی ماں ثابت کرنا حضرت مصنف کی دماغی قابلیت خصوصاً قوتِ استدلال کا اچھوتا کرشمہ ہے۔ میری زبان سرخی حیرت سے لال ہے۔ اور اسپر بار بار وہی شعر آتا ہے۔ جیسے حضرت مصنف نے دیباچہ کتاب میں زیب عنوان کیا ہے ؎

ہنر خدا کہ عارفِ سالک بکس نگفت
در حیرتم کہ بادہ فروش از کجا شنید

الناشر طالبِ غفران چوہدری عبدالرحمن
از قادیان

مضامین کتاب ہذا کا مختصر خاکہ

(۱) سامی اور آریہ اقوام میں نسلی اعتبار سے غیریت نہیں۔

(۲) آریہ اقوام کا جدّ اعلیٰ ابراہیم خلیل اللہ ہے۔ جسکو ہندو آج بھی برہماجی کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

(۳) آریہ اقوام کے آباؤ اجداد موآبی قوم سے تعلق رکھتے تھے۔ اور موآبی قوم ادومی قوم کی ایک شاخ ہے۔ جیسا کہ سادات قریشیوں کی ایک شاخ ہیں

(۴) موآبی اور ادومی قوم عیسو بن اسحٰق بن ابراہیم علیہ السلام کی اولاد سے ہیں۔ لہذا آریہ قوم کا ابراہیمی ذریت ہونا اظہر من الشمس ہوگیا

(۵) آریوں کے آباؤ اجداد آج سے ساڑھے تین ہزار برس بیشتر شہر آر واقعہ ساحل شرقی بحیرہ مردار میں آباد تھے۔ یونانیوں نے اس شہر کو آریو پولس لکھا ہے۔ یعنی آریوں کا شہر۔ اور بائبل میں اسکا نام موآبیوں کا آر مندرج ہے۔

(۶) باشندہ آر ہونے کی وجہ سے اِن کا نام آری اور بعد میں غلط العام کے طور پر آریہ مشہور ہوا۔ اور چونکہ یہ لوگ شریف النسب تھے اور اپنے وطن میں کاشتکاری کا پیشہ کرتے تھے۔ اس لئے ہندوستان اور ایران میں آکر آریہ کے معنی شریف اور دہقان قرار پائے۔ اصل وجہ تسمیہ کو سب بھول گئے

(۷) آریہ قوموں میں حضرت زرتشت۔ سری کرشن۔ حضرت ایوب۔ حضرت سقراط اور کنفیوشس جیسے انبیا مبعوث ہوئے۔ مگر یہ سب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے کے بعد ہوئے ہیں۔ لہذا بموجب آیت وجعلنا فی ذریتہ النبوۃ والکتاب و اتیناہ اجرہٗ فی الدنیا و انہٗ فی الاخرۃ من الصالحین ذریت ابراہیم ہیں

(۸) آریہ اقوام کے آباؤ اجداد اپنے وطن اوتین عبرانی - عربی زبان بولتے تھے - یورپ - ایران اور ہندوستان میں آکر صدیوں تک انکی زبان بھی زبان تھی - ہندوستان کے آریہ اور ایران کے آریہ ۵۰۰ ق - م تک عربی - عبرانی بولتے رہے - پھر زبان میں یک لخت تغیر ہوا -
اس بدلی ہوئی زبان نام پہلوی مشہور ہوا - جو بحرہ کیپین سے لیکر وسط ہند تک کالی گھٹا کی طرح چھا گئی تھی - اسی زبان میں اوستا - اور وید تصنیف ہوئے سنسکرت بعد کی پیدا وار ہے

(۹) وید دراصل الوداد ہے - جو صحف ابراہیم میں سے ایک گرامی صحیفہ تھا اسکی تدوین اوّل ۵۰۰ ق - م میں بیاس جی کے ہاتھ سے ہوئی - اسے چار حصوں میں تقسیم کیا گیا - بدھ مت کے دور میں ان ویدوں پر سخت آفت آئی اور قریب قریب دنیا سے مفقود ہو گئے تھے - لیکن بدھ مت کے زوال کے وقت عوام الناس نے جنمیں عورتیں بھی شامل تھیں نیئے نیئے وید بنانے شروع کئے جنکی تعداد ۱۱۳۱ تک پہنچ گئی - پھر ان کو چار حصوں میں مقید کیا گیا - بہر حال ان کو لمبی عالمگیر اشاعت نصیب نہیں ہوئی - حتیٰ کہ اسلام کا قدم ہندوستان اور دیگر ایشیائی ممالک میں گیا

(۱۰) موجودہ وید وسکر نام ایک کشمیری پنڈت کے مرتب کردہ ہیں - جسے بقول البیرونی غزنویوں کے زمانے میں بھن ترین پہلوی (جسکو آریہ غلطی اور نادانی سے سنسکرت سمجھے بیٹھے ہیں) میں مرتب کیا -

(۱۱) قرآن - حدیث - کشوف والہامات ائمہ عظام سے آریہ اقوام خصوصاً ہند اور ایران میں انبیا کا آنا ثابت ہے اور تمام بڑی بڑی عربی - فارسی الکتب اس قول کی موید ہیں (نوٹ) ان کے علاوہ بہت نکات معرفت اور قرآنی آیات کی لطیف تفسیریں ہیں - جو فقط دیکھنے سے تعلق رکھتے ہیں

(۱۲) سامی اقوام خصوصاً بنی اسرائیل کے مذہب اور تمدن اور اقوام کے مذہب اور تمدن کیساتھ ازحد مشابہت ہے

(۱۳) حضرت آدم جنوبی ہند میں مبعوث ہوئے تھے (۱۴) حجر اسود ہندوستان کا ایک یادگاری پتھر ہے۔ (۱۴) حضرت محمد رسول اللہؐ بھی حضرت ابراہیم کی ذریت سے ہیں لہٰذا تمام دنیا کی مہذب قوموں کو اِن پر ایمان لانا فرض ہے (۱۵) قدیم ہندوستان میں رسم تدفین مروج تھی۔ نہ کہ رسم تحریق (۱۶) ہندو نام اور اسکی وجہ (۱۷) حضرت ابراہیم کے بعد تورات اور قران کے علاوہ اور کوئی شریعت کی کتاب دنیا کے کسی حصے میں نہیں ہوئی (۱۸) حضرت اسماعیل کی قربانی کا واقعہ شام میں ہوا تھا نہ مکے میں۔ (۱۹)

(۱۹) حضرت ابراہیم کی عظیم الشان شخصیت۔ (۲۰) دین اسلام ملت ابراہیم ہے حضرت ابراہیم کے بعد جتنے پیغمبر آئے۔ وہ سب کشتِ ابراہیمی کی آبیاری کرنیوالے تھے

(۲۱) سری کرشن اور بدھ وغیرہ ہندوستانی ہرگز تناسخ کے قائل نہ تھے۔

(۲۲) فریدون ایران کا پہلا آریہ بادشاہ تھا (۲۳) منوچہر اور دارا مسلمان تھے منوچہر حضرت سلیمان کا مرید تھا۔ اور دارا گستاسپ اور حضرت زرتشت پر ایمان لایا تھا (۲۴) راجہ چندرگپت اور اشوک بھی مسلمان تھے۔ کیونکہ حضرت بدھ پر ایمان لائے تھے۔ اور جناب اشوک کی سلطنت گویا اسلامی سلطنت تھی نہ کہ ہندوں کی (۲۵) سری کرشن بلدو ارجن اور کورو پانڈو سب عربی۔ عبرانی بولتے تھے۔ (۲۶) وید موجودہ ویدوں کو جو شخص الہامی کتاب ہے یا سمجھتا ہے۔ وہ ہی از روئے قل کے لحاظ سے کافر ہے۔ کیونکہ وہ انسان کی بنی ہوئی کتابیں ہیں۔ اور روحانیات کے سبق سے خالی ہیں۔

(۲۷) سری کرشن نے حضرت محمد رسول اللہ کے ظہور کی خبر دی تھی۔ اور حضرت محمد رسول اللہ نے سری کرشن کے پیغمبر ہونے اور کاہن نام سے موسوم خبر دی ہے جس سے ہر ہندو کو اسلام پر ایمان لانا فرض ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

تحفۂ ہند و یورپ

دیباچہ

سرِ خدا کہ عارفِ سالک بکس نگفت
در حیرتم کہ بادہ فروش از کجا شنید

خدا کے خاص فضل اور اُس کی خاص تائید سے قوت پاکر میں آج ایک ایسے مسئلے پر قلم اُٹھاتا ہوں جسکی ضرورت نہ صرف ہندوستان یا انگلستان کو ہے۔ بلکہ حقیقت میں یہ وہ آبِ زلال ہے جس سے تمام دنیا کے طالبانِ حق کی پیاس بجھ

سکتی ہے۔ یہ وہ شہد ہے۔ جو فِیہِ شِفَاءٌ لِّلنَّاسِ کا سچا مصداق ہے۔ وہ مسئلہ جس کو میں اس رسالہ کے ذریعہ مشہور عالم کرنا چاہتا ہوں۔ وہ الٰہیات کا نچوڑ۔ کتب مقدسہ الہامیہ کا عطر۔ تاریخ عالم کا لُب لباب۔ علماءُ کا مقصود اور فضلاء کا محبوب ہے۔ اور جہاں تک میرا علم گواہی دیتا ہے مجھ سے پہلے کسی فرد نے اس موضوع پر قلم نہیں اٹھایا۔ ہمارے اپنے ملک کے اندر حیدرآباد۔ اعظم گڈھ۔ لاہور۔ دہلی وغیرہ مقامات میں تصنیف و تالیف کے بڑے انسٹیٹیوشن موجود ہیں لیکن انمیں سے کسیکو بھی آجتک توفیق نہیں ملی۔ کہ اس کوچہ میں قدم رکھتا۔ لوگ ہندو مسلم اتحاد کے متعلق منصوبے باندھتے ہیں تجویزیں سوچتے ہیں۔ اتحاد کے لئے کانفرنسیں قائم کرتے ہیں۔ سیلف گورنمنٹ دلا دینے والے مدعیوں کو امامت کے رتبے پر فائز کر دیتے ہیں۔ کبھی خلافت۔ کبھی تنظیم اور کبھی سنگھٹن کے جلسے جگہ جگہ قائم کئے جاتے ہیں۔ لیکن پھر بھی منزل مقصود پر پہنچنا نصیب نہیں ہوتا۔ ؎

کس ندانست کہ منزل گہِ مقصود کجاست
ایں قدر ہست کہ بانگِ جرسے مے آید

من یھد اللہ فھو المھتد ومن یضلل فلن تجد لہ ولیاً مرشدا۔ (سورۂ کہف)

اب میں تحدیث نعمت کے طور پر نہ فخریہ لہجے میں اول اپنے برادران وطن متبعین ہر مذہب و ملت کی خدمت میں اور پھر تمام محققین انگلستان۔ فرانس۔ جرمنی وغیرہ ممالک یورپ و امریکہ نیز علماء ایران و شام و مصر و عرب و چین وغیرہ ممالک ایشیا و افریقہ کی خدمت میں گذارش کرتا ہوں۔ کہ خدا تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے مجھے عالمگیر اتحاد بین الاقوام کی وہ راہ سمجھائی ہے جسکو دوسرے الفاظ میں صراط مستقیم سے تعبیر کرنا چاہیئے۔ اور جس کے متعلق مجھے یقین ہے کہ اسپر چلکر نہ صرف ہندوستانی قوم

جلد منزلِ مقصود کو پالیگی۔ بلکہ تمام اقوام عالم ایک نقطۂ وحدت پر جمع ہو جائیگی
لیکن پیشتر اس کے کہ میں اس صراط مستقیم یا شاہراہ اتحاد کی تشریح آپ کے آگے
پیش کروں۔ میں ایک سوال کرتا ہوں۔ اور وہ یہ ہے کہ اگر دلائل ساطعہ اور براہین
قاطعہ عقلیہ و نقلیہ سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ جائے۔ کہ آریہ ہندوؤں ایرانیوں
اور فرنگیوں۔ عربوں اور اسرائیلیوں کا مورث اعلےٰ ایک ہی مقدس اور مطہر
انسان تھا۔ جو آج سے چار ہزار سال پیشتر اس وقت کی مہذب دُنیا کیلئے خدا کی
جناب سے اصلاح دنیا کے لئے سچا پیشوا۔ امام اور ہادی ٹھہرایا گیا تھا۔ جس کو
صریح وحی کے الفاظ میں خدا نے کہا۔ انی جاعلک للناس اماما (یعنی میں
تمہیں دنیا جہان کے لئے امام اور پیشرو بنانے لگا ہوں) اور اس کے ساتھ ہی
یہ بھی ثابت ہو جائے کہ اس کا دین دھرم سٹینڈرڈ دین دھرم تھا جس پر بعد میں
آنے والے انبیاء اور اوتار مثلاً حضرت موسےٰ اور حضرت عیسےٰ۔ حضرت زرتشت
سری کرشن اور حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ صرف خود چلتے رہے
بلکہ اپنی اپنی قوم کو بھی اسی دین کی شرائع پر چلنے کی ہدایت کرتے رہے تو۔ آپ ہی ایمان
سے کہیں کہ کیا آپ کے دل فوراً مسلمانوں۔ اسرائیلیوں۔ عیسائیوں اور پارسیوں
کی محبت سے لبریز نہ ہو جائیں گے۔ اور کیا آپ خوشی سے اُچھل نہ پڑیں گے۔ اور
فرطِ مسرت میں نہ پکار اُٹھیں گے ع

آنکہ می شنوم بہ بیداری ست یارب یا بخواب

میرا خیال ہے کہ کوئی دیانتدار شخص اور کوئی حقیقی بہی خواہ انسان اور کوئی سچا
محبّ وطن اسکا جواب نفی میں نہ دیگا۔ بلکہ سچے دل سے اقرار کریگا کہ بیشک یہی ایک
راہ ہے جو قوموں کو منزلِ مقصود تک پہنچائے گی۔ اور جس پر چلکر کوئی قوم گمراہ نہ ہوگی۔
کون ہے جو اپنے مورثِ اعلےٰ (اور مورثِ اعلےٰ بھی کوئی معمولی انسان نہیں۔ بلکہ خدا کا برگزیدہ

خدا کا دوست اور خلیل اور خدا کا مقرب بندہ اس کے نقش قدم پر چلنا نہیں چاہتا یہ الگ سوال ہے۔ کہ وہ مقدس شخص وہ مظہر انسان کون تھا؟ کہاں پیدا ہوا اور کس نسل اور کس قوم سے تھا۔ ہم کو غرض حقیقت اور صداقت سے ہے۔ اس سے بحث نہیں ہونی چاہیئے۔ کہ وہ شخص ہندوستان کا رہنے والا تھا۔ یا عرب اور شام کا ساکن ہے اقبال

تارے میں وہ۔ قمر میں وہ۔ بجلی میں آہ وہ شفق میں وہ
چشم نظارہ میں نہ تو سرمۂ امتیاز دے

پس ہر وہ شخص جو صداقت تاریخی اور معیار علمی پر پورا اترے۔ ہم اسے اپنا مورث اعلیٰ تسلیم کر لیں گے۔ اور اس کے دھرم پر چلنے کو سعادت دارین یقین کریں گے۔
یہاں قدرتی طور سے ہمارے ہندو بھائی یہ خیال کریں گے۔ کہ ان کا بلکہ تمام دنیا کا مورث اعلےٰ وہی ہو سکتا ہے۔ جو آج سے کئی کروڑ سال پیشتر یا بقول آریہ سماج آج سے ایک ارب ۹۷ کروڑ سال پیشتر پیدا ہوا تھا۔ یعنے برہما لیکن منہ سے کہہ دینا اور بات ہے۔ اور کسی قول کو دلائل عقلیہ و نقلیہ سے ثابت کرنا امر دیگر ہے۔ پس یہ ان کے منہ کی کہن ہے۔ اس کا کوئی ثبوت وہ دے ہی نہیں سکتے۔ اور جبکہ دلائل عقلیہ و نقلیہ اور شہادات تاریخی ولسانی سے یہ بات روز روشن کی طرح ثابت ہے (جیسا کہ اسی کتاب کے اگلے ابواب میں ثابت کیا جائیگا) کہ اوائل میں آریہ ہندوؤں ایرانیوں اور عبرانیوں کا وطن ایک۔ زبان ایک۔ دین ایک تھا۔ تو پھر ہندوؤں کا یہ قول کیسے صحیح ہو سکتا ہے۔ اور یہ جو فی زمانہ ان میں مغائرت لسانی اور تمدنی اور مذہبی نظر آتی ہے۔ یہ آپس کے مدید انقطاع تعلقات کا نتیجہ ہے اور یہ ہرگز جائے تعجب نہیں۔ اپنے ہی ملک کو دیکھ لو۔ ضلع ضلع کی زبان میں لب لہجہ اور بیسیوں الفاظ کا فرق ہے۔ پنجاب کے ضلع ہوشیار پور اور فیروزپور کی زبانوں میں تفاوت ہی

لاہور اور جالندھر یا لدھیانہ کی زبانوں میں بھی ایسا ہی تفاوت موجود ہے۔

بعض ہندوؤں اور فرنگیوں کا یہ بھی خیال ہے کہ تمام اقوام ہند ہی سے نکل کر باہر گئی ہیں۔ یعنے اِن کے زعم میں ہند اصل ہے۔ اور باقی ممالک اس کی فروع یعنے شاخیں ہیں۔ اگر وہ اقعات اس امر کی پختہ شہادت پیش کر سکیں تو کسی کو اس صداقت کے ماننے سے انکار ہو سکتا ہے۔ اور کسیکا ہرج کیا ہے۔ کہ اس کو تسلیم نہ کرے لیکن جب ہندوستان قدیم کی تاریخ ڈیڑھ ہزار سال یا زیادہ سے زیادہ پنج تان کر دو ہزار سال سے آگے چلنے سے قاصر ہے۔ تو بھلا ہندو صاحب خود ہی غور کریں۔ کہ کروڑوں یا لاکھوں برس پیشتر کی تاریخ انہیں کہاں سے معلوم ہوئی۔ پس ایسی خوش فہمی کی باتیں کر کے جگ ہنسائی نہ کیجیے۔ تمام قوموں کی ماں ہند نہیں بلکہ عرب ہے۔ دوسری طرف یورپین مورخوں اور محققوں کو سوچنا چاہیے۔ کہ جب ان میں اکثر احباب از گروہ محققین یہ کہہ چکے ہیں۔ کہ آریوں کے اصل وطن کا پتہ نہیں ملتا۔ گو ہم اس کی جستجو اور تلاش میں سرگرم ہیں (دیکھو حاشیہ مندرجہ صفحہ ۶) تو ایک دو آدمیوں کا بلا تحقیق الکل دوڑانا اور دعویٰ بلا دلیل کرنا کب جائز ہو سکتا ہے اور کون ہے جو اس زمانے میں ایسی لاطائل اور بے معنی زٹلیات پر ایمان لائے ہم ان یورپین مورخوں اور ہندو صاحب کے از حد مشکور ہیں۔ جنہوں نے صاف صاف لکھ دیا۔ کہ آریوں کا اصل وطن اب تک پردۂ راز میں ہے (دیکھو تاریخ ہند منموہن اور عبدالمجید خاں) اور Chizza and Riligion اور اجرس ہسٹری آف دی ورلڈ وغیرہ وغیرہ اور شرح بائبل مطبوعہ آکسفورڈ یونیورسٹی۔

ان مصنّفین نے سچ کہا۔ حقیقت میں کسی پر اس راز کا انکشاف اب تک نہیں ہوا تھا۔ خاکسار راقم پر خدا کا فضل ہوا۔ کہ پاکوں کی محبت کے صدقے میں اس راز پر اس نے اس ہیچمدان کو اطلاع بخشی اور چونکہ یہ بڑا مقدس راز تھا لہذا

خاکسار نے اپنا فرض سمجھا۔ کہ دنیا جہان کے لوگوں کے آگے اس دُرِّ بے بہا کو رکھا جاوے۔ اور اگرچہ دنیا ابتدا میں ایسے لعلوں اور دُرِّ گرانمایہ کی قدر و قیمت پہچاننے سے قاصر رہی ہے۔ جیساکہ تجربہ اور تاریخ اس پر گواہ ہے لیکن آخر جوہری بھی اسی دنیا میں ہیں۔ گو اُن کی تعداد قلیل ہو۔ لہٰذا ایسے جوہریوں کی نذر یہ شہسوار موتی کئے جاتے ہیں۔ ع

جوہر شناس ہے تو انہیں موتیوں میں تول

لہ اب غور کرو کہ تمہارے اپنے آباؤ اجداد آریہ لوگ اپنے وطن میں کس طرح زندگی بسر کرتے تھے مگر قبل اس کے یہ سمجھ لو کہ ان کا وطن نہ ہندوستان ہے اور نہ زرتشتیوں کا ایران بلکہ کوئی ایسا علاقہ ہے جس کی سرگرمی اور صبر و استقلال کے ساتھ تلاش ہو رہی ہے۔ پر اب تک اس کا پتہ نہیں ملا۔ اس وطن میں ان دونوں (آریہ ہندوؤں اور زرتشتیوں) اور کئی اور قوموں کے باپ دادے قرنوں تک مخلوط ہو کر رہتے رہے۔

دیکھو اس مصنف نے وسط الشیاء کا نام لینے کی جرأت نہیں کی۔ بلکہ لکھا ہے۔ کہ آریوں کے اصل وطن کی ہم سرگرمی سے تلاش کر رہے ہیں۔ پر اب تک اس کا پتہ نہیں پایا۔ اُن مصنفوں اور محققوں پر سخت افسوس ہے۔ کہ جو بلا استثنا سب کے سب یہ یقین رکھتے ہیں کہ وسط الشیاہی آریہ قوم کا مولد و مسکن اوّلین ہے مثال کے طور پر ہم تفسیر بائبل مطبوعہ آکسفورڈ یونیورسٹی پریس میں ایرانیوں کے متعلق حسب ذیل نوٹ لکھا ہوا پاتے ہیں۔

"جب ہم ایرانیوں کے باب کا مطالعہ کرتے ہیں۔ تو انہیں بالکل نئی قوم پاتے ہیں۔ ایرانی آریہ یا انڈو یورپین خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ جیسا کہ

تمہیں کیا معلوم کہ ان جواہرات کو کان سے باہر نکالنے کے لئے خاکسار گوہر کو کس طرح خونِ جگر پینا پڑا ہے۔ بقول مولانا نظامیؒ

چہ پنداری اے مرد آساں نیوش
کہ آساں پر از دُر تواں کرد گوش

ہاں یہ ساری کاوش اور موشگافی صرف اس لئے کی گئی ہے کہ تا یہ غلط اور تباہ کن خیال جو لوگوں کے دلاں میں بیٹھا ہوا ہے۔ کہ عرب اور عجم میں کوئی نبی

بقیہ حاشیہ صفحہ (۶)

دارا گشتاسپ اس کتبے میں جو اس کی قبر پر کندہ ہے بڑے زور سے اپنے تئیں آریہ ابن آریہ کہتا ہے۔ آگے چلکر لکھا ہے۔

"ایرانی لوگوں کے نسبی خواص اکثر امور میں مغربی (یورپین) اقوام کے سے ہیں وہ زندہ دل اولوالعزم۔ حوصلہ مند۔ ایک خدا کی عبادت کرنے والے تھے۔ فن تعمیر میں بہت عمدہ مذاق رکھتے تھے۔ اور قوتِ تنظیم بھی ان میں بہت بڑی تھی۔ ان کے بدنوں کی ڈیل ڈول بلا قوتِ تردید وہی تھی جسکو کاکیشی کہا جاتا ہے۔ اونچی پیشانی نکیلی ناک بڑی بڑی آنکھیں اوپر کا ہونٹ چھوٹا۔ گول ٹھوڑی ان کے اعضا اپنے پڑوسیوں اہل اسیریا اور اہل بابل کی نسبت ذرا نازک تھے بلکہ خوب گتھے ہوئے۔ اور مضبوط تھے"۔

تعجب ہے ان یورپین مصنفوں نے غور اور تدبر سے کیوں کام نہیں لیا؟ ان کو دیکھنا یہ چاہیئے تھا۔ کہ وسط ایشیا میں تو کوئی علاقہ یا شہر ایسا نظر نہیں آتا۔ جہاں سے ایک قوم کی قوم ہجرت کر کے ایران یا ہندوستان یا عراق میں گئی ہو۔ تو پھر وہ کیوں کسی دوسرے ملک کی طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھتے۔ کیا ایک وسط ایشیا ہی مخزن الاقوام رہ گیا ہے؟ کیا عرب اس سے ہزار درجہ بڑا مخزن نہیں۔ جہاں سے صدہا قوموں کی قومیں

یا مذہبی یا تمدنی مناسبت اور مماثلت نہیں۔ اس کو باطل ثابت کیا جائے۔ ہر شخص بڑی آسانی سے اس بات کو سمجھ سکتا ہے۔ کہ اگر دو قوموں میں نسبی اتحاد اور یگانگت ثابت ہو جائے۔ تو فوراً ان کے دل محبت اور وداد کے جذبات سے معمور ہو جائیں گے۔ اور اس سے بڑھ کر دنیا میں دو قوموں کے ایتلاف کی کوئی اور صورت نہیں۔ آجتک ہندو مسلمان بڑے دھوکے میں رہے ہے۔ کہ ان کو آپس کے اس رشتہ اتحاد نسبی اور مذہبی کا علم نہیں ہونے دیا گیا تھا۔ اور اس بارے میں مسلمانوں پر زیادہ افسوس ہے۔ کہ انہوں نے بڑی حد تک عدم تدبر اور تنگ نظری سے کام لیا۔ حالانکہ ان کی کتاب قرآن دنیا میں اسی واسطے آئی ہے کہ تا بنی آدم کو ایک نقطہ وحدت پر جمع کر کے تمام اقوام عالم کو اخوت کے رشتہ میں منسلک کر دے۔ پھر جب انکی کتاب مقدس نے خود اعلان کیا ہوا ہے۔ کہ لا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین۔ یعنی کسی روحانی صداقت کے ثبوت یا قیام کے لئے اس کتاب میں ہر قسم کا تر و خشک سامان موجود ہے۔ پس علماء اسلام

بقیہ حاشیہ صفحہ

نکلی ہوئی نظر آتی ہیں۔ (دیکھو اجرس ہسٹری آف دی ورلڈ مضمون عرب۔)

حاشیہ در حاشیہ ۔ اکثر ہندی گریجوایٹ اور ہندو مصنفین او رموخین اس خیال میں یورپین مصنفین کے ساتھ متفق ہیں۔ چنانچہ تاریخ ہند مصنفہ منموہن اور عبدالحمید خاں جو مدارس پنجاب میں ٹکسٹ بک ہے لکھا ہے کہ آریوں کا وطن ایک راز ہے۔ اور نرنیدر ناتھ لا ردت آف کلکتہ نے رایل ایشیاٹک سوسائٹی کے رسالہ بابت ۱۹۲۵ء میں لکھا ہے۔ کہ آریہ قوم ۴۰۰۰ برس گذرے کسی غیر ملک سے ہندوستان میں نازل ہوئی جس پر رائل ایشیاٹک سوسائٹی کا جرنل ریویو کرتا ہوا لکھتا ہے کہ مصنف کے دلائل معقول ہیں لیکن آریوں کی آمد سن

۱۹۰۰ سال ازمنہ قبل مسیح تک ہے۔

کا اس بارے میں غافل رہنا اور قرآنی آیات پر تدبر نہ کرنا ایک اخلاقی جرم تھا گوارا وتاسہ زدنہ ہوا ہو۔ الحمد للہ کہ اس روشنی کے زمانے میں یہ صداقت قرآن اور حدیث اور روایات اور تاریخ عرب ایران وہندوستان سے پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی۔ اور یورپین مورخوں اور مصنفوں کا یہ خیال کہ آریہ قوم نہ سامی ہے نہ حامی بلکہ ایک الگ مستقل قوم ہے۔ جس کا وطن وسط ایشیا کے کسی نامعلوم خطے میں تھا۔ دلائل عقلیہ ونقلیہ سے نقش باطل کیطرح مٹ گیا۔ اب آیندہ کوئی شخص یورپ کا ہو یا ایشیاء کا۔ افریقہ کا ہو یا امریکہ کا انشاء اللہ اس کی تردید نہ کرسکیگا

آیہ کریمہ۔ وذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم۔ ذرا چشم غور وتدبر سے دیکھا جائے تو یہ خیال کوئی انوکھا خیال بھی نہیں عالمان علم الاقوام نے پہلے بھی دنیا کی قوموں کو تین ہی قسموں پر منقسم کیا ہے۔

(۱) جنس ابیض	(۲) جنس اسود	(۳) جنس اصفر
سامی اقوام جنمیں قوم آریہ بھی شامل ہے	حامی اقوام جنمیں حبشی قوم بھی شامل ہے	یافثی اقوام جنمیں اہل چین و جاپان و روس وغیرہ بھی شامل ہیں

پس جبکہ عالمان علم الاقوام و عالمان علم الادیان دونوں اس امر پر متفق ہیں کہ بنی نوع انسان یعنے بنی آدم تین اقسام پر منقسم ہیں۔ پھر معلوم نہیں کہ بعض کوتہ اندیش لوگوں نے ان تین قسموں کے علاوہ ایک چوتھی قسم کہاں سے نکال لی۔ ان کے زعم میں آریہ قوم نہ سامی اقوام میں شامل ہے۔ نہ حامی اقوام میں اور نہ بنی یافث میں۔ حالانکہ یہ صریحاً غلط ہے۔ آریہ قوم سامی اقوام سے

الگ ہرگز کوئی قوم نہیں ۔ اور اگر یہ درست ہے ۔ تو اس کا بار ثبوت انہی کی گردن پر ہے ۔ انکو چاہیئے کہ اس کا ثبوت دیں مگر یاد رہے کہ وہ قیامت تک بھی اس کا ثبوت نہ دے سکیں گے ۔ ہندو صاحبان کی خدمت میں عرض ہے کہ وہ مسلمانوں کو اپنا بھائی یقین کریں ۔ اور یہ سمجھیں کہ جیسے مسلمان سامی الاصل ہیں اور دونوں کا مورثِ اعلیٰ ایک ہی ہے ۔ جس کا نام ابراہیمؑ خلیل اللہ ہے اسی ابراہیم کی نسل سے مسیح اور موسیٰ اور محمد الرسول اللہ تھے ۔ اور اسی کی ذریت سے زرتشت اور سری کرشن اور حضرت بدھ ہیں پس آپ ترش رُو ہو کر الگ کیوں بیٹھے ہیں ۔[۱]

ترا چہ شد کہ بما تم نشستۂ نالاں
کہ موسمے ست کہ ہم مرغ در نوا آمد

ہاں اس خیال کو سر سے نکال دیجئے کہ تمام قومیں ہندوستان سے نکل نکلکر دوسرے ملکوں میں گئی ہیں ۔ اگر کسی نادان فرنگی نے آپ کی پیٹھ ٹھونکی ہے ۔ تو یقیناً آپ کو دہوکہ دینا چاہتا ہے ۔ کیونکہ بہت سے عقلمند اور دُور اندیش مصنف ایسے ہیں ۔ کہ جو قطعاً ہندوستان کو تمام قوموں کی ماں تسلیم نہیں کرتے ۔ بیشک وہ اچھوت اقوام کی ماں ہے ۔ لیکن آریوں کی ماں نہیں ۔ آپ تو ہمارے بھائی بند ہیں ۔ ہم آپ اور تم شام سے نکلکر عراق سے ہوتے ہوئے اور ایران کے سبزہ

---

[۱] پرتاب مورخہ ۲۸ ۔ اپریل ۱۹۲۸ء ٹائیٹل پیج پر یوں رقمطراز ہے " ہر مسلمان کو یقین

[۲] مولف کتاب ہذا آریہ نسل سے ہے اور راجپوتی خون اپنے اندر رکھتا ہے آج سے چھ سو برس پہلے اس کے آباؤ اجداد کو اسلام کی دولت نصیب ہوئی اس لئے اسے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ آلہٖ وسلم اور سری کرشن دونوں سے قلبی اتحاد اور محبت ہے ۔

زاروں کی ہوا کھاتے ہوئے ہندوستان کی زمین میں آئے تھے۔ معلوم نہیں اب آپ کس ہوا میں ہیں۔ دیکھو ایک انگریز مصنف نے آپ کے بارہ میں کیا خیال ظاہر کیا ہے۔ (دیکھو حاشیہ صفحہ ۶)

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۰

ہونا چاہئے کہ وہ ہندوؤں کا ہم خون ہے۔ (کلکتہ میں سنگٹھن اور سوراج پر ڈاکٹر مونجے کی تقریر) ۲۵- اپریل گذشتہ رات البرٹ ہال میں مسٹر جے چوہدری کے زیر صدارت ایک پبلک جلسہ ہوا جس میں سوراج اور سنگٹھن پر تقریر کرتے ہوئے ڈاکٹر مونجے نے کہا۔ کہ ہندو مسلم اتحاد کرنیکا واحد ذریعہ سنگٹھن ہے۔ ہر مسلمان کو یقین ہو جانا چاہئے کہ وہ ہندوؤں کا ہمخون بھائی ہے۔ اور یہ یقین مستقل بنیادوں پر ہندو مسلم اتحاد قائم کر دیگا۔"

اس تقریر میں ڈاکٹر مونجے مسلمانوں سے اپیل کرتے ہیں۔ کہ وہ اپنے تئیں ہندوؤں کے ہمخون بھائی یقین کریں۔ جواباً عرض ہے کہ مسلمان تو آپ کو بلاشبہ اپنے ہم خون بھائی بنی آدم۔ بنی نوح۔ بنی ابراہیم سب کچھ سمجھتے ہیں۔ لیکن آپ خود اپنے آپ کو نہیں پہچانتے۔ کہ آپ کون ہیں۔ آپ کہتے ہیں کہ ہم آریہ ہیں۔ ہم اس پر صاد کرتے ہیں۔ لیکن ساتھ ہی آپ کو بتائے دیتے ہیں کہ آپ شام سے میسوپوٹیمیا اور ایران ہوتے ہوئے ہندوستان پہنچے تھے آپ ہمیشہ کے ہند میں رہنے والے نہیں۔ نیز آپ کو آگاہ کئے دیتے ہیں۔ کہ آپ ابراہیم علیہ السلام کے ایک پوتے کی ذریّت سے ہیں۔ پس جبکہ نسباً ہم ایک ہی ہیں تو ہمیں لازم ہے۔ کہ اپنے جدّ امجد کے دین کی پیروی کریں۔ اور مسلم کہلائیں کیونکہ ہمارے جدّ امجد نے اپنے متبعین کا یہی نام رکھا تھا محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ آلہ وسلم جس ابراہیم کی ذریّت ہیں۔ اسی کی اولاد میں حضرت کرشن ہیں۔ کون کہتا ہے۔ کہ

پس آپ دہوکے میں نہ رہیں ، ہم نے محمدؐ رسول اللہ کو مان کر غلطی نہیں کی ، غلطی آپ نے کی ہے ، محمدؐ رسول اللہ اور سری کرشن ایک ہی دادا کی اولاد ہیں ، دونوں کا دین ایک ، نسب ایک ، کلمہ ایک ، تعلیم ایک ، آپ کے کرشن نے محمدؐ رسول اللہ کے آنے کی خبر دی ، اور محمدؐ رسول اللہ نے ایک پیغمبر کے ہند میں مبعوث ہونے اور کاہن کے نام سے پکارے جانے کی خبر دی -

—

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۱

ہم آپ سے جدا ہیں ؎

کرم کرو ذرا آگے بڑہو گلے لگ جاؤ ،

غمِ جدائی میں کیوں سوکھ کر ہوں کانٹا ہم

بڑی مشکل یہ ہے کہ آپ ایسے رُوٹھے ہیں ، کہ منائے نہیں منتے - اس سے پہلے ڈاکٹر اقبال اشعار میں اتحاد کی دعوت آپ کو دے چکے ہیں ؎

آ غیریت کے پردے اک بار پھر اٹھا دیں

بچھڑوں کو پھر ملا دیں نقشِ دوئی مٹا دیں

لیکن آپنے کچھ بھی کمال غفلت اور لاپرواہی سے کام لیا - اس لئے اب آپکو تازہ پیغام روحانیوں کی زبان میں دیا جاتا ہے - ڈاکٹر اقبال کی زبان پر سیاسی الفاظ شعر کے بحروں میں چھپے ہوئے تھے لیکن ہم آپ کو سعدی کے الفاظ میں وحدت کا ترانہ سناتے ہیں - سُنئے ؎

بنو ہند اعضائے یک دیگر اند — کہ در آفرینش زیک جوہر اند

چو عضوے بدرد آورد روزگار — دگر عضوہا را نماند قرار

تو کز محنت مسلمان بے غمی — سخن راستگویم تو ہندی نہ

معلوم نہیں پھر آپ کو اسلام سے تنافر کیوں ہے؟

مجھے تاریخ قدیم کے پڑھنے کا شوق تمام عمر رہا ہے۔ بچپن میں ہندو مائی تھالوجی کے قصے سنا کرتے تھے۔ تو عقل حیران ہوتی تھی۔ کہ الٰہی یہ برہما کون صاحب ہیں۔ اور وشنو کون؟ وہ کس زمانے میں تھے۔ اور کہاں رہتے تھے۔ اِسی طرح سینکڑوں پرانے قصوں کو سُن کر یہی خیال ہوتا تھا۔ کہ شاید یہ کوئی الگ مخلوق بنی آدم سے بالاتر ہوگی۔ اور ہماری عقلیں چونکہ پست ہیں۔ اس لئے انکی رسائی وہاں تک نہیں ہو سکتی۔ خیر جب بڑے ہوئے اور ہائی سکول میں تعلیم پانے لگے۔ تو وہاں اتنا ہوا کہ گو حقیقی معنوں میں کچھ واقفیت تاریخ ہند کے متعلق تو حاصل نہ ہوئی۔ تاہم آریوں کے متعلق اتنا علم ضرور ہو گیا۔ کہ ان لوگوں کو ہند میں آئے ہوئے ساڑھے تین ہزار سال سے زیادہ عرصہ نہیں ہوا۔ یہ بھی حقیقی طور سے معلوم ہوا کہ پارسی یا ایرانی اور ہندوستان کے آریہ (براہمن۔ چھتری راجپوت وغیرہ) ایک ہی نسل اور ایک ہی اصل سے ہیں۔ ساتھ ہی ہمیں یہ بھی بتایا گیا۔ کہ یونانی۔ رومی Romans اطالوی۔ جرمن اور فرانسیسی اقوام بھی اسی آریہ قوم کے ساتھ رشتے میں منسلک ہیں۔ اس قوم کے اصل وطن کے متعلق ہمیں یہ بتایا گیا۔ کہ تمام آریہ قوموں کا وطن وسط ایشیا ہے۔ خواہ پامیر ہو۔ خواہ ترکستان۔ خواہ مغربی چین۔ جس کے صحیح جائے وقوع کا آجتک انکو اور ان کی ذریت کو علم نہیں۔ یہ بات ہندوؤں کے نکتۂ خیال سے کے بالکل خلاف تھی۔ لیکن کیا لطف کی بات ہے۔ کہ سارے ہندو اپنی تاریخوں کو پڑھتے اور پڑھاتے رہے۔ اور آجکل بھی پڑھتے پڑھاتے ہیں۔ اور کسی ان میں سے کسی محقق یا مورخ نے لیتھبرج۔ ہنٹر۔ مارسڈن اور ان کے بھائی بندوں سے یہ نہ پوچھا کہ آپ دنیا کو یہ بتاتے ہیں۔ کہ آریہ قوم کے آباؤ اجداد وسط ایشیا سے نکلکر

ایران۔ ہندوستان۔ مغربی چین۔ اور یورپ میں پھیلے۔ لیکن برائے خدا یہ تو بتاؤ۔ کہ وسط ایشیا ر میں وہ کون سی جگہ ہے۔ جہاں آپ کے بھائی سیاحوں کا قدم نہیں پہنچا۔ اور کیوں آجتک آپ نے اس شہر یا علاقہ کا پتہ نہیں پایا جہاں سے آریہ اقوام کے مورثِ اعلیٰ نے خروج کیا تھا۔ اور اگر اس روشنی کے زمانہ میں بھی جبکہ زمین کا چپہ چپہ آپ کے بھائیوں نے روند ڈالا ہے (بلکہ زمین کے انتہائی کناروں تک پہنچ گئے ہیں) آپ کو آریوں کے اصل وطن کا پتہ نہ ملا۔ تو پھر آئندہ کے متعلق کیا توقع ہو سکتی ہے۔ کہ آپ کسی وقت اس کا کھوج نکال لیں گے

شکل ہستی کا نتیجہ بھلا وہ کیا جانیں
جو کہ اتنا بھی نہیں سمجھے کہ دعویٰ کیا ہے

(گوہر)

یہ آپ کا خیال ہی خیال ہے۔ کہ کبھی آپ وُسط ایشیاء میں سے وہ جگہ ڈھونڈ نکالیں گے۔ میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ آپ اس راہ میں بھٹکتے مر جائیں گے۔ مگر کامیابی اور فلاح کا منہ کبھی نہ دیکھ سکیں گے۔

خیر اس غفلت کا نتیجہ یہ ہوا کہ آج بڑے بڑے مسلمان تاریخدان عرب اور عجم میں نسبی اور لسانی اتحاد قائم نہیں کر سکتے۔ عرب کی تاریخ۔ شام کی تاریخ۔ بابل کی تاریخ۔ ایران کی تاریخ۔ الگ الگ لکھ دیں گے لیکن عرب اور عجم میں اتحاد کبھی ثابت نہ کر سکیں گے۔ حالانکہ یہ زمانہ جس میں ہم رہتے ہیں۔ وہی ہے۔ جس کے متعلق آج سے ۱۳۰۰ سال پیشتر پیشگوئی کی گئی تھی۔ کہ اخرجت الارض اثقالھا یعنے اس زمانے میں زمین ان چیزوں کو (جس کے بوجھ سے وہ مدتوں سے دبی پڑی تھی) باہر نکال دیگی۔ اس زمانے میں ہزاروں سال کے دبے ہوئے شہر

زمین سے باہر نکل آئے وہ زبانیں جو آج سے پانچ چھ ہزار سال پیشتر مصر اور بابل اور عرب اور شام وغیرہ ممالک میں بولی جاتی تہیں۔ اور مدت پہلے ان پر مردہ ہونے کا فتوٰے لگ چکا تھا۔ آج از سر نو زندہ ہو کر اپنی اپنی بولیاں بول رہی ہیں۔ نئے نئے کتبے نکل آئے ہیں۔ اور نکل رہے ہیں۔ ایک طرف قرآن مجید ہے جو خدا تعالےٰ کی قولی کتاب ہے۔ تو دوسری طرف خدا کی فعلی کتاب نیچر موجود ہے۔ جو اپنے پرانے تاریخی خزینے اور دفینے نکال نکال کر ہمارے آگے دہر رہی ہے۔ کہ حضرت قرآن کی تصدیق کے لئے یہ مہریں موجود ہیں۔ ان کو بھی استعمال کیجئے۔ پس اگر اس زمانے میں بھی جبکہ دنیا اتحاد اتحاد پکار رہی ہے۔ اور شجر و حجر اور در و دیوار تک اتحاد کی ضرورت کو تسلیم کرتے ہیں۔ اگر یہ ثابت نہ ہو سکا کہ عرب اور عجم میں کوئی نسبی اور لسانی مغائرت نہیں اور دونوں ایک ہی درخت کے دو پھل ہیں تو پھر کیا قیامت میں یہ بات واقعہ ہوگی۔ جبکہ ایک قوم کو دوسری قوم سے ایک ذرہ سروکار نہ ہوگا؟

عزیزو! یہی وقت قوموں کے ایتلاف اور امم کے اتحاد کا ہے۔ یہی وہ زمانہ ہے۔ جسمیں اسود و احمر، اور مشرق و مغرب کا متحد ہونا ازل سے مقدر تھا۔ افسوس اگر قرآن ہی میں غور و تدبر کیا جاتا۔ تو اس سے بھی یہ مسئلہ بوجہ احسن نکل سکتا تھا۔ لیکن قرآن کو کون پڑھے۔ اور کون اس میں تدبر کرے دجال کا ساتھ دیا جائے یا اسلام کا۔ دو باتیں ایک وقت میں جمع ہو نہیں سکتیں یا خدا ہی ملیگا۔ یا مردار دنیا ہی ہاتھ آئے گی ؎

ہم خدا خواہی و ہم دُنیائے دُوں
ایں خیال است و محال است و جنوں

مسلمانوں میں خدا کے فضل سے بڑے بڑے سنسکرت دان، عربی دان۔ فارسی دان۔ اور عبرانی دان۔ علماء و فضلاء موجود ہیں، لیکن کیا یہ افسوس کی بات نہیں۔ کہ کسی ایک نے بھی آجتک اس موضوع پر قلم نہیں اٹھایا۔ کہ عربی کا رشتہ قدیم فارسی اور قدیم سنسکرت کے ساتھ ثابت کرے۔ کسی نے بہت کیا۔ تو فارسی اور سنسکرت میں لغوی رشتہ ثابت کر دیا۔ لیکن وہ بھی یورپینوں کی کاسہ لیسی کر کے اور ان کی تحقیقات کا سہارا لے کر۔ کسی نے قرآن و حدیث کو آج تک اس بات میں اپنا راہنما نہیں بنایا۔ ولنعم ما قیل ؎

حقا کہ با عقوبت دوزخ برابر است
رفتن بپائے مردئے ہمسایہ در بہشت

حقیقت یہ ہے۔ کہ ان مشکلات کا حل علم قرآن اور فہم قرآن کے بغیر کسی سے نہیں ہو سکتا محض عربی جاننے سے قرآن کے معانی اور معارف نکل نہیں سکتے۔ اور جب قرآن کی باریکیاں اور دقائق ہی پر کسی کو قدرت حاصل نہ ہوئی۔ تو فطرت کے اسرار کیونکر سمجھ میں آسکتے ہیں۔ کیونکہ قرآن فطرت اللہ ہے۔ فطرت اللہ التی فطر الناس علیہا۔

یہاں میں مثال کے طور پر ایک محقق السنۂ شرقیہ مولوی محمد حسین صاحب آزاد مرحوم کا ذکر کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ آپ نے سخندان فارس ایک کتاب لکھی ہے۔ اور اس میں فارسی زبان کی تاریخ قدیم اور جدید کے لکھنے میں بڑی محنت اور عرق ریزی سے کام لیا ہے آپ کا دوسرا لیکچر "ملک فارس کی پرانی زبانوں کے حالات" پر ہے۔ اس میں صفحہ ۲۰ پر لکھا ہے۔ کہ پہلوی زبان ایران میں ایسی ہے

جیسے ہندوستان میں کوئی مہذب پراکرت اور ایک پہلو اس کا عرب سے بھی ملا ہوا ہے"۔ اسی صفحہ میں مذکورہ عبارت سے اوپر قدیم پہلوی زبان کا ایک نمونہ دیا ہے۔ اور چند فقرے کتاب ارداے ویراف سے نقل کئے ہیں۔ جن کو میں بھی یہاں نقل کر دیتا ہوں۔ (ارداے ویراف صفحہ ۱۴)

(۱) رویا نو نے ولمن ویراف من تنو ول چکات وا اُتنک چنیوت پہل وزلوند۔

ترجمہ:۔ روح ویراف از جانب تن جدائی گزید و از چینوت پل گزشت۔

(۲) و ہفتون یوم شبانو لکھوار (لخوار) یا توند وین تنو وزلوند۔

ترجمہ:۔ و ہفتم روز و شب باز آمد و درمیانِ تن رفت۔

(۳) ویراف مدم خاست چیگون آمت بن زک خلموے بسیم زخیرید۔

ترجمہ:۔ ویرافِ ہماں دم برخاست چنانکہ گویا از یک خواب خوش برخاستہ۔

(۴) و ہومن مے لش و خورم۔

ترجمہ و الہام مے لش و خورم۔

ان ہر دو اقتباس سے ظاہر ہے۔ کہ پہلوی زبان

جو فارس کی قدیم زبان تھی۔ اس میں بت یوم۔ یأ تو نند (مشتق از یأتی)، دمین (یمین)، زک (زاک) بسیم (وسیم) عربی الفاظ ہیں۔ کتاب ارداے ویراف کو آردشیر بابکان نے تیسری صدی مسیحی میں تیار کروایا۔ اور پہلوی زبان میں لکھوایا۔ سو عبارت مذکورہ بالا میں یاتوند کے سوا باقی الفاظ مفرد ہیں۔ جو خالص عربی ہیں۔ جس سے صاف ثابت ہے کہ پہلوی زبان عربی خالص سے بعد چند تغیرات بنائی گئی ہے یہ بڑی زبردست شہادت تھی۔ کہ جس کی بنا پر مصنف سخندان فارس بلا تامل وہ نتیجہ نکال سکتا تھا۔ جو میں نے اوپر نکالا ہے۔ یعنی پہلوی زبان عربی ہی سے نکلی ہے۔ اور پھر جبکہ اہل تحقیق نے بھی شہادت دی تھی۔ کہ پہلوی زبان ایران میں ایسی ہے۔ جیسے ہندوستان میں کوئی مہذب پراکرت اور اس کا ایک پہلو عرب سے بھی ملا ہوا ہے۔ تو حضرت آزاد جیسے عربی دان فاضل کو اس نتیجہ کے نکالنے میں کیا رکاوٹ پیش آسکتی تھی۔ لیکن وہ ڈر گئے۔ اور اہل یورپ کے خیال کی تقلید کو چھوڑنا ان کے لئے موت کے برابر معلوم ہوا۔ چنانچہ آپ سخت گھبرا گئے۔ اور اس گھبراہٹ میں بیاختہ ان کے قلم کی زبان سے ذیل کی سطور مترشح ہوئیں اور صفحہ ۳۲ اور ۳۳ سخندان فارس پر یہ لکھنا پڑا۔

ان وہمیات پریشان سے گھبرا کر کہتا ہوں کہ پرانی ہڈیوں کے اکھیڑنے سے کچھ حاصل نہیں۔ ہزاروں برس گذر گئے۔ ان کے بولنے والے خاک در خاک ہو گئے۔ رہنما ملتا نہیں۔ اٹکل پچو باتوں سے کیا فائدہ۔ البتہ فائدہ ہے تو زندہ

زبان کی جستجو میں ہے"

اوستا کی زبان کا نمونہ دیکر حسب ذیل ریمارک کرتے ہیں۔ "وہ زبان مذکور میں سنسکرت کی طرح حروف اعراب کا کام دیتے ہیں۔ ....

.... فعلوں میں مذکر و مؤنث کے علاوہ کئی صیغے زیادہ ہیں۔ اور گردانیں بھی بہت ہیں ..... تعجب یہ ہے۔ کہ ژند۔ پاژند وغیرہ زبانہائے مذکورہ میں تحریر کی رفتار دائیں سے بائیں طرف چلتی ہی اور یہ سب جانتے ہیں۔ کہ ایرین زبانوں کی تحریر بائیں سے دائیں طرف ہے" سخندان فارس صفحہ ۲۸

اوپر کی عبارت سے صاف ظاہر ہے۔ کہ اوستا کی زبان ایسی ہے کہ اس میں عربی اور سنسکرت کی طرح تذکیر و تانیث کے لیے الگ الگ صیغے ہیں۔ بلکہ ان کے علاوہ کچھ اور صیغے بھی ہیں۔ اور گردانیں بھی بہت ہیں جیساکہ عربی میں قاعدہ ہے۔ اور اس کی طرز تحریر دائیں سے بائیں کو ہے۔ جیساکہ عربی۔ آرامی اور عبرانی وغیرہ زبانوں کا قاعدہ ہے پس یہ تمام امور اس بات کی شہادت دیتے ہیں۔ کہ اوستا کی زبان اور سنسکرت قدیم جو اوستا کی زبان کے ساتھ رشتہ اتحاد و یگانگت رکھتی ہے۔ دونوں عربی زبان سے نکلی ہوئی ہیں۔ ہر عقلمند اس سے یہی نتیجہ نکالے گا۔ اس کے خلاف کبھی نہ کہے گا۔ مولوی محمد حسین صاحب آزاد پر مجھے تعجب آتا ہے۔ کہ کیوں وہ صحیح راہ پر قدم نہ مار سکے۔ کونسی چیز انکو اس نتیجہ نکالنے سے روکتی تھی۔ کہ عربی ہی ژند پہلوی اور سنسکرت وغیرہ آرین زبانوں کی ماں ہے۔ لیکن وہ تعجب پر تعجب کرتے ہوئے اس مضمون سے آگے گذر گئے۔ اور کسی صحیح نتیجہ پر نہ پہنچا

انہیں نصیب نہ ہؤا۔ یہ یورپ کے اس غلط نظریے (Theory) کی کورانہ تقلید کا نتیجہ تھا۔ کہ آریہ نسل سامی نسلوں سے الگ ایک مستقل نسل ہے۔ اس کا نسبی رشتہ سامیوں سے نہیں۔ اور آرین زبانیں اپنا ایک الگ مستقل وجود رکھتی ہیں۔ عربی یا عبرانی سے مشتق نہیں ہیں۔ بلکہ حضرت آزاد کی سخندان فارس سے تو یہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ فارسی کو لطافت اور فصاحت میں عربی سے کہیں بڑھ کر سمجھے ہیں۔ گو وہ اس کا ثبوت پیش نہ کر سکے۔ اسیطرح دار المصنفین اعظم گڑھ کی تصانیف کو دیکھ لیجئے۔ ان میں سے کسی نے آجتک یہ لکھنے کی جرأت نہیں کی۔ کہ پہلوی یا سنسکرت عربی زبان یا عبرانی زبان سے مشتق ہیں۔ یہ تو انہوں نے لکھا ہے۔ تمام سامی زبانوں کی ماں عربی ہے۔ لیکن اگلا قدم اٹھانا اور یہ کہنا۔ کہ تمام سامی اور آرین زبانوں کی ماں عربی ہے۔ خدا جانے ان کے لئے کیوں تلخ جام ہو گیا۔ حیا ان کے پاس قرآن ہے۔ حدیث ہے۔ لغت ہے اور پھر سب سے آخر حضرت امام الزمان مرزا غلام احمدؑ قادیانی کی تصنیف منن الرحمن بھی موجود ہے جس میں از روئے قرآن دکھایا گیا ہے۔ کہ بنی آدم کی تمام زبانوں کی ماں عربی ہے نہ کوئی اور زبان۔ اور اگلے ابواب میں میں بفضل خدا یہ ثابت کروں گا۔ کہ نہ صرف پہلوی اور سنسکرت و دیگر آریہ زبانیں عربی سے نکلی ہیں بلکہ یہ بھی ثابت کروں گا۔ کہ ایرانی فرنگی اور ہندو ابراہیمؑ کی اولاد سے ہیں۔ اور یہ بھی واضح کرونگا۔ کہ آریہ نام کی وجہ تسمیہ اس شہر کے نام سے ہے۔ جہاں سے اول انہوں نے خروج کیا۔ اور جو معنے یورپین مصنفوں نے کئے ہیں۔ یا خود ہندوؤں نے لکھے ہیں۔ وہ پرائمری (اصل) معنے نہیں۔ بلکہ سیکنڈری (ثانوی) ہیں۔ علاوہ اس کے یہ بھی دکھاؤں گا۔ کہ ابراہیم علیہ السلام کے زمانے کے بعد جسقدر انبیاء ہوئے۔ خواہ وہ شام میں مبعوث ہوئے۔ خواہ ایران میں۔ خواہ چین میں اور خواہ ہندوستان

میں (مثلاً زرتشت۔ سری کرشن۔ کنفیوشس وغیرہ) وہ سب ابراہیم خلیل اللہ کی ہی ذریت سے ہیں۔ نہ کہ کسی غیر نسل سے۔ کیونکہ جیسا کہ قرآن کریم کی متعدد آیات سے جن کو میں اپنے اپنے موقعہ پر نقل کروں گا۔ ثابت ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کے ظہور کے بعد دیگر بنی آدم سے امامت کا حق چھین لیا گیا تھا۔ اور صرف ابراہیمؑ اور اس کی ذریت اس عہدے کے لئے برگزیدہ کی گئی تھی۔

اب ذیل میں اوّل ہم ابراہیمؑ اور آل ابراہیمؑ کا ذکر تفصیل سے کرنا چاہتے ہیں۔ اور ناظرین سے درخواست کرتے ہیں۔ کہ اس باب کو غور سے پڑھیں مگر اس کے بعد یہ ثابت کرینگے۔ کہ آرین زبانیں جن میں ژند اور سنسکرت انگریزی وغیرہ اور پہلوی شامل ہیں۔ وہ تمام کی تمام عربی سے نکلی ہیں۔ اور یہ کہ عربی تمام زبانوں کی ماں ہے۔

باب اوّل

ابراہیمؑ و آل ابراہیمؑ

قدیم تاریخ عالم کے مطالعہ سے یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچ چکا ہے۔ کہ آج سے چار ہزار سال پیشتر مغربی ایشیاء کے چند ممالک کے سوا دنیا کے دیگر ممالک میں تہذیب کا نام ونشان بھی نہیں تھا۔ یہ ممالک ہر چند کفر اور شرک کا گھر تھے۔ لیکن پھر بھی دنیا کے باقی ممالک پر بہت سے امور میں فضیلت رکھتے تھے۔ ان کے نام حسب ذیل ہیں۔

(۱) مصر۔ بابل بمعہ ایران۔ الجزیرہ (آرام نہریم) شام اور عرب کے بعض حصص افسوس کہ ہندوستان کا نام ان ممالک کے شمار میں نہیں آ سکتا۔ کیونکہ اس زمانے کی تاریخ بالکل اندھیرے میں ہے۔[1]

---

[1] حاشیہ:۔ اسوقت ہندوستان میں آریہ قوم نہیں پہنچی تھی۔ بلکہ ابھی تک وجود پذیر بھی نہیں ہوئی تھی۔ اکثر حصص ہندوستان میں اس وقت دراوڑ قوم کے لوگ آباد اور حکمران تھے۔ وہ نقطۂ توحید سے ہٹ کر بہت دور چلے گئے تھے۔ وہ مادہ پرستی۔ عناصر پرستی۔ دیوتا پرستی وغیرہ تمام قسم کی مشرکانہ رسوم میں مبتلا ہو چکے تھے۔ حضرت ابراہیمؑ سے ایک ہزار سال پیشتر ممکن ہے۔ ان میں تہذیب کا کوئی جزو پایا جاتا ہو لیکن حقیقت یہ ہے۔ کہ اس وقت وہ قوم قعر پستی میں گری ہوئی تھی۔

ہمنے اوپر لکھا ہے۔ کہ یہ ممالک بھی کفر اور شرک کا گھر تھے۔ لیکن باوجود مشرک ہونے کے ان میں صلاحیت کا مادہ بڑی حد تک موجود تھا۔ پیدائش آدم

بقیہ حاشیہ صنہ ۲ :- دراوڑ قوم کا زور دکن اور مشرقی ہند میں تھا لیکن معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان کی حکومت کا اثر تمام ہندوستان میں پھیلا ہوا تھا بعض محققین کے نزدیک جن میں خاکسار راقم بھی شامل ہے۔ دراوڑ قوم حضرت آدمؑ کے زمانے سے چلی آتی تھی۔ کیونکہ بہت سے تاریخی قرائن سے جن کا ذکر یہاں موجب طوالت ہے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت آدمؑ مغربی ہند کے کسی سرسبز پہاڑی علاقے کے اندر مبعوث ہوئے تھے۔ اور آپ ہی کے قدموں کی برکت سے اس حصۂ ملک میں کسی قدر توحید کی روشنی چمکی لیکن آپ کے متبعین بحکم خدا آپ کے ساتھ ہی ہجرت کر کے چلے گئے تھے۔ یہ دراوڑ لوگ ان منکروں کی اولاد تھے۔ جو ابلیس کی اطاعت کر کے حضرت آدمؑ کے روحانی فیض اور آپ کی پاک تعلیم سے محروم رہے تھے۔ پھر انکی ذریت تہذیب کی روشنی سے بہرہ ور ہوتی تو کیسے ہوتی۔ یہی لوگ اب اچھوت بن گئے ہیں۔

حاشیہ در حاشیہ سلہ :- یہ علاقہ غالباً نیلگری پربت کا علاقہ تھا جس کی فضا نہایت اعلیٰ ہے۔ اور اس کی سرسبزی کے باعث قرآن اور بائبل میں اسے جنت اور "خداوند کا باغ" کہا گیا ہے۔ اور یاد رہے۔ کہ لفظ پُورَب سے جو بائبل میں مذکور ہے مشرقِ اقصیٰ یعنے ہندوستان مراد ہے۔ کیونکہ اس زمانے میں ہندوستان کے سوا اور کوئی ملک مشرقِ اقصےٰ کا مصداق نہ ہو سکتا تھا۔ لیکن اگر یہ ہندوؤں کا یہ خیال کہ ہم کروڑوں سال سے اس ملک میں آباد ہیں۔ بالکل غلط ہے۔ ہاں قدیم اچھوت اقوام اگر یہ دعویٰ کریں۔ تو وہ کسی حد تک قابل سماعت ہو سکتا ہے۔ کیونکہ وہ بعہد آدمؑ

سے ہے کہ اس وقت تک ہزار ہزار سال کے پورے دو دَور منقضی ہو چکے تھے۔
طوفانِ نوحؑ ایک قصہ پارینہ ہو چکا تھا۔ اولادِ نوح نواحِ بابل سے نکلکر مشرق
میں ایران اور حدود ترکستان تک۔ اور مغرب میں مصر اور حبش تک۔ شمال
میں روم و یونان تک۔ اور جنوب میں عرب بلکہ یمن تک پھیل چکی تھی۔ جن کے
آباء و اجداد بت پرستی اور خدائے واحد کو چھوڑنے کی پاداش میں چار پانچ
سو سال قبل ہلاک ہوئے تھے۔ ان کی اولادیں پھر ویسی ہی گمراہ ہو چکی تھیں۔
افسوس انسان! ناعاقبت اندیش انسان! کس قدر جلد خدا سے غافل
ہوتا ہے۔ آہ کسقدر جلد وہ کائنات کے وحشتناک اور عبرت خیز واقعات کو
فراموش کرکے ایسا ہو جاتا ہے۔ کہ گویا اس نے کچھ دیکھا ہی نہ تھا۔

بقیہ حاشیہ در حاشیہ صدا یا شاید ان سے بھی پہلے زمانوں میں یہاں آباد تھے۔
پس آریہ ہندوؤں کا دعویٰ ہرگز قابل قبول نہیں۔ اور اس پر جملہ مؤرخین متفق الرائے
ہیں۔
اصل بات یہ معلوم ہوتی ہے۔ کہ آریہ لوگ مسیح علیہ السلام سے تقریباً ڈیڑھ ہزار
سال پیشتر شام سے نکلکر ایران ہوتے ہوئے ہندوستان میں نازل ہوئے۔ رفتہ
رفتہ اصلی اقوام ہند (جن کو وہ اس وقت اچھوت قرار دیتے ہیں) کے جاہلانہ رسوم
اور روایات قومی نے بڑے زور سے ان کی مذہبی رسوم اور قومی روایات کے
اندر دخل پا لیا۔ آخر یہ ہوا۔ کہ کروڑوں اصلی باشندے مناکحت کے ذریعے آریوں
میں مل گئے۔ دونوں قوموں کے میل جول اور مناکحت سے ایک مخلوط نسل چلی جس
میں آرین عنصر غالب تھا۔ افسوس یہ ہے کہ آریہ قوم اپنی اصل تاریخ کو بھول گئی حتیٰ
کہ مرورِ زمانہ سے انہیں یہ بھی یاد نہ رہا۔ کہ ہم کہاں سے آئے تھے۔ اور کس نسل سے ہیں

طوفان نوحؑ آیا۔ اور ایک عالم کو تباہ اور غرقاب کر گیا۔ لیکن تین ہی صدیوں کے گذرنے پر پھر وہی دنیا تھی۔ اور وُہی ان کی ضلالت۔ اِلّا ماشاء اللہ چند نفوس قدسیہ کہیں کہیں اس طرح نظر آتے تھے۔ جیسے معشوق کے رخسار پر خال۔ الغرض روحانی طور پر مخلوق کا حال سخت تباہ و خراب تھا۔ اور قدرت کے اس بے نظیر ظہور طبعی میں جو طوفان نوحؑ کی صورت میں چند سو سال پیشتر مغربی ایشیا میں نمودار ہوا تھا۔ ان کی نسلوں کو کوئی درس عبرت نظر نہ آتا تھا۔

اب دو ہی باتیں تھیں۔ یا تو پھر کوئی طوفان نوحؑ جیسا عالمگیر عذاب ان پر نازل کیا جاتا۔ یا اللہ تعالیٰ اپنی رحمانیت کے صدقے میں اپنی جمالی تجلیاں پے در پے ان کو دکھلاتا۔ پس بمصداق آیت تلک الایام نداولھا بین الناس اس نے نہ چاہا۔ کہ پھر دُنیا کو تیغ قہر سے ہلاک کرے۔ بلکہ اپنے کرم اور غریب نوازی کو

بقیہ حاشیہ در حاشیہ صفحہ ۲۳۔ ایک برہما نام جو ابراہیمؑ کی متبدل یا مُبتذل صورت ہے۔ ان کو یاد رہا۔ لیکن نہ ابراہیمؑ کا دین محفوظ رہا۔ اور نہ دیگر خصوصیات ختنہ وغیرہ باقی رہیں۔ اور یہ کچھ تعجب کی بات نہیں۔ خود بنی اسرائیل اور بنی اسمٰعیل میں اکثر افراد چند صدیاں گذر جانے پر مشرک اور بت پرست ہو گئے تھے۔ دیکھو بائیبل ذکر حضرت الیاس اور قرآن کی وہ صورتیں جہاں بنی اسرائیل کو بوجہ ان کی نافرمانیوں اور اعتدائیوں کے بندر اور سوُر کہا گیا ہے۔ دیکھو سورۂ بقر۔ ولقد علمتم الذین اعتدوا فی السبت فقلنا لھم کونوا قردۃ خاسئین۔

ترجمہ:۔ جن لوگوں نے آسائش کے ایام تباہ و تیاں کیں۔ ان کے بارے میں ہمنے حکم دیدیا۔ کہ وہ بندر بنجائیں۔ کہ جہاں جائیں۔ دھتکارے جائیں۔

منہ

کام فرما کر اپنے تئیں جمالی رنگ میں ظاہر کرنے کا ارادہ کیا۔ اور چونکہ دنیا کی عمر سے (پیدائش آدم سے) تیسرا الف (mellinium) شروع ہوگیا تھا۔ اس لئے یہ امر خود اس بات کا متقاضی تھا۔ کہ کوئی عظیم الشان مصلح روحانی اس وقت جمالی رنگ میں مبعوث ہو کر ایک نئے سلسلے کی بنیاد رکھی جائے۔ جس سے زمین کی تمام قومیں برکت حاصل کریں۔ پس طوفان نوحؑ سے ۔۔ ۳ برس گذرنے پر رحمتِ ایزدی جوش میں آئی۔ اور انہی شیعانِ نوحؑ میں سے جو بقیۃ الصالحین تھے۔ خدا تعالیٰ نے بابل کی سرزمین میں قصبہ اُور کے اندر آزر کی کٹیا کو انتخاب کیا۔ اور وہاں سے ایک ایسا گوہرِ بے بہا نکالا جس کی چمک اور دمک سے نہ صرف اس وقت کی مہذب دنیا کا گوشہ گوشہ ضیا گستر ہوا۔ بلکہ قیامت تک اس کی شعاعیں مشرق سے مغرب اور شمال سے جنوب تک نور فشاں رہیں گی۔ اس لعل گرانمایہ کا نام ابراہیم تھا۔ (صلے اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین) ؎ نظامی

گہ آزری خلیلے زبتخانہ ئے ۔ ٭ کنی آشنائے زبیگانہ ئے

اس کتاب میں ہمیں حضرت ابراہیمؑ کے سوانح عمری کا استقصاؔ منظور نہیں۔ اختصار کے طور پر صرف اتنا اور عرض کئے دیتے ہیں کہ حضرت محمد رسول اللہ (صلے اللہ علیہ وسلم) سے پیشتر جس قدر انبیاء اور رسل کرۂ ارض پر نازل ہوئے۔ ان میں درجے کے لحاظ سے بلا شبہ حضرت ابراہیمؑ کا نمبر اول ہے۔ آپکو

لہ وَاِنَّ مِنْ شِیْعَتِہٖ لَاِبْرٰھِیْمَ (سورۂ صٰفٰت)

لہ حضرت ابراہیمؑ کے سوانح عمری اگر مفصل دیکھنی منظور ہو۔ تو ہماری کتاب حیاتِ ابراہیمؑ کو پڑھو۔

اللہ تعالےٰ نے اپنا خلیل بنایا۔ (واتخذ اللہ ابراھیم خلیلاً) آپ ابوالانبیاء کے معزز لقب سے سرفراز کئے گئے۔ کیونکہ بلاشبہ بعد میں آنے والے تمام انبیاء آپ ہی کی ذریت سے ہیں۔ آپ ایک روشن چراغ تھے جس نے بابل بمعہ ایران۔ اسیریا۔ ملک آرام یا عراق عرب۔ سریا یا شام کنعان۔ مصر اور عرب میں توحید کی روشنی پھیلائی۔ اور کچھ شک نہیں۔ کہ اس وقت کی تمام مہذب دنیا کے لئے آپ امام اور نبی بنکر آئے تھے۔ آپ نے توحید الٰہی کے قدیم ترین سنٹر یعنی خانہ کعبہ کو از سر نو تعمیر اور آباد کیا۔ اور لوگوں میں حج کعبہ کے لئے اذان دی۔ یعنے اعلان عام کیا۔ اور آپ کی اذان پر عرب اور مصر اور شام اور عراق وغیرہ گردونواح کے ممالک سے لوگ خانہ کعبہ کے حج کو آنے لگے۔ آپ سے پہلے حضرت آدمؑ اور حضرت نوحؑ یہی کام کر چکے تھے لیکن طوفان نوح کے بعد ان کی نبوتیں قصہ پارینہ ہو چکی تھیں۔ حضرت ابراہیمؑ کو اللہ تعالےٰ نے تیسرے الف کے شروع میں اشاعت توحید کی تجدید کے لئے ایک مجدد اعظم کے رنگ میں مبعوث فرمایا۔ اس رنگ میں کہا جا سکتا ہے۔ بلکہ کہا گیا ہے۔ کہ آپ آدم ثالث تھے جس طرح حضرت آدمؑ اور حضرت نوحؑ نے ان ممالک میں توحید کا پرچار کیا تھا۔ اسی طرح حضرت ابراہیمؑ نے بھی کیا۔ اور چونکہ آپ نے اللہ تعالےٰ کی راہ میں بڑی بڑی قربانیاں کی تھیں۔ اور ہر امتحان میں پورے اترے تھے۔ (وابراھیم الذی وفیٰ) لہذا اللہ تعالےٰ نے ان قربانیوں کے صلے میں آپ کو مخاطب کر کے فرمایا۔ اِنّی جاعلک للنّاس اماماً (سورۂ بقر) یعنے اے ابراہیمؑ تیری قربانیوں کے بدلے میں میں تجھے دنیا جہان کا امام اور پیشوا بناتا ہوں۔ حضرت ابراہیمؑ نے عرض کیا کہ کیا میری ذریت میں سے بھی کسی کو آپ امام بنائیں گے۔ (قال ومن ذریتی) اللہ

نے جواب دیا۔ لا ینال عھدی الظالمین ۔یعنے ہاں تیری اولاد کو بھی امامت کا درجہ دیا جائیگا۔ لیکن جو ظالم ہیں۔ ان کو نہیں۔ میرا عہد صرف ان کے ساتھ ہے۔ جو میرے احکام کے پابند ہونگے۔

پس ابراہیم علیہ السلام کو جو انعامات ملے۔ وہ صرف انہی کی ذات تک محدود نہ تھے۔ بلکہ اللہ تعالےٰ نے آپ کے بعد آپ کی اولاد کو بھی ان انعامات اور نوازشاتِ خاص سے سرفراز کرنے کا وعدہ فرمایا۔ آپ سے پہلے کوئی نبی نہیں گذرا جس کی اولاد کے ساتھ خدا تعالےٰ نے اس قسم کا وعدہ کیا ہو پس آپ وہ پہلے عظیم الشان انسان ہیں۔ جن کی ذریت کے متعلق بھی خدا تعالےٰ نے انعام دینے کا ٹھیکہ لے لیا۔ یہی وجہ تھی۔ کہ حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے لئے اور اپنی آل کے لئے یہ دعا فرمائی۔

اللھم صل علےٰ محمدٍ وعلےٰ آل محمدٍ کما صلیت علےٰ ابراھیم وعلےٰ آلِ ابراھیم انک حمیدٌ مجیدٌ ۝

یعنے اے خدا محمدؐ پر اور آل محمدؐ پر وہ خاص رحمتیں نازل فرماؤ۔ جو تو نے ابراہیمؑ اور آل ابراہیمؑ پر نازل فرمائی تھیں۔

ایک موقعہ پر ایک صحابی نے حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ یا خیر البریہ۔ تو آپؐ نے بے ساختہ جواب دیا۔ کہ خیر البریہ تو ابراہیمؑ ہیں۔

آپؐ نے اپنے تئیں دعاءِ ابراہیمؑ قرار دیا یعنے میں ابراہیمؑ کی دعا سے پیدا ہوا ہوں۔ کیا مطلب کہ ابراہیمؑ اصل تھے۔ اور آپؐ فرع۔ یا ابراہیمؑ علت تھے۔ اور آپؐ اس علت کا نتیجہ یا معلول۔

دیکھو اپنی آل کے لئے دعا مانگتے وقت آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم

کہ حضرت ابراہیمؑ سے بڑھ کر کوئی وجود اگلوں میں نظر نہ آیا۔ جس کا نمونہ سامنے رکھ کر اور جس کا نام لے کر وہ دعا مانگتے۔ پس آپ نے بے تکلف یہ دُعاء مانگی۔ کہ اے خدا مجھ پر وہ خاص رحمتیں نازل فرما۔ جو ابراہیمؑ پر نازل ہوئی تھیں۔ اور میری آل پر وہ خاص رحمتیں نازل فرما۔ جو آل ابراہیمؑ پر نازل ہوئی تھیں۔ کیا اس سے بڑھ کر اور کوئی ثبوت کسی نبی کے خیر البریۃ۔ اور افضل الانبیاء ہونے کا ہو سکتا ہے؟

اب ہم قرآن شریف اور بائیبل اور احادیث اور تاریخ سے یہ بات ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ کہ آل ابراہیمؑ بھی ابراہیمؑ کی طرح تمام اُمتوں سے افضل تھی۔ پیشتر اس کے کہ حضرت محمدؐ رسول اللہ صلعم کا زمانہ شروع ہو۔ سو اوّل ہم قرآن شریف کی آیات مشہورہ لکھیں گے۔ پھر بائبل کے حوالجات پیش کریں گے۔ اس کے بعد احادیث صحیحہ نقل کریں گے۔ اور آخر میں تاریخ قدیم سے اپنے مدعا کو ثابت کریں گے۔ وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم۔

آیات قرآن شریف

(۱) واذا ابتلیٰ ابراھیم ربہٗ بکلمٰتٍ فاتمّھُنّ۔ قال انی جاعلک للنّاسِ اماماً۔ قال ومن ذرّیتی۔ قال لا ینال عھدی الظّٰلمین۔

(سورہ بقر پارہ اوّل)

ترجمہ:۔ جب ابراہیمؑ کو اس کے رب نے کئی حکم دیکر آزمائش میں ڈالا۔ تو وہ ان تمام آزمائشوں میں پورا اُترا۔ تب خدا نے (اس کے صلے میں) ابراہیم سے کہا۔ کہ میں تجھے لوگوں کا امام بناتا ہوں۔ ابراہیمؑ نے عرض کیا۔ کہ حضور میری

اولاد میں بھی امامت کا مقام کسی کو ملے گا۔ خدا نے کہا۔ ہاں ملیگا۔ مگر جو ظالم ہونگے۔ انکے حق میں اپنا یہ عہد پورا نہ کروں گا۔

اس آیت سے ظاہر ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کی ذریت میں درجہ امامت و نبوت تا قیامت قائم رہے گا۔ صرف وہی لوگ اس درجے کے حصول سے محروم رہیں گے۔ جو ظالم (مشرک) ہوں گے۔ یا فاسق یعنی بدعہد ہوں گے۔ ہیدئت مجموعی آپ کی ذریت کے سوا اور کسی کو یہ حق نہ پہنچے گا۔ یہ اللہ تعالےٰ نے آپ کی ذریت کے ساتھ عہد باندھا ہے۔

(۲) دوسری آیت جو اس موعود انعام کے مل چکنے کی خبر دیتی ہے۔ اور جو اس وقت نازل ہوئی۔ جب کہ آج سے ۱۳۵۰ برس پیشتر حضرت محمد رسول اللہ آخری نبی کا ظہور ہوا۔ اور جبکہ تمام انبیاء مبعوث ہو چکے تھے۔ یہ ہے۔

ووھبنا لہ اسحٰق ویعقوب وجعلنا فی ذریتہ النبوۃ والکتاب واتیناہ اجرہ فی الدنیا وانہ فی الاٰخرۃ لمن الصالحین۰

(سورہ صٰفٰت)

ترجمہ:۔ ہمنے ابراہیمؑ کو اسحٰق بیٹا۔ اور یعقوب پوتا عنایت کیا۔ اور اس کی ذریت میں نبوۃ غیر تشریعی اور کتاب (تشریعی نبوت) رکھ دی (یا جاری رکھی یہاں تک کہ آخری نبی کا زمانہ آگیا) اور اس کا اجر اسی دنیا میں دیدیا۔ اور وہ آخرت میں بھی سنوار والے لوگوں میں ہوں گے۔

اس آیت میں ذریت کے لفظ کے متعلق لوگوں نے بہت کم ظرفی دکھائی ہے۔ یہودیوں نے تو ابراہیمؑ کی ذریت بنی اسرائیل میں محدود کردی۔ اسمٰعیل اور عیسو دونوں کے ساتھ یہودیوں کو سخت عناد اور دشمنی ہمیشہ رہی ہے اس لئے نہ تو وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو مانتے ہیں۔ کیونکہ ان کا

عقیدہ ہے۔ کہ برکت کا عہد اسحٰق کے ساتھ تھا۔ اسمٰعیل کے ساتھ مطلق نہ تھا۔ (پیدائش باب ۱۷-۱۹)

عیسو بن اسحاق یعقوب علیہ السلام کا بھائی تھا۔ اور ساتھ ہی وہ حضرت اسمٰعیل کا داماد بھی تھا۔ اس لئے عیسو کے ساتھ بھی بنی اسرائیل کو خدا واسطے کی دشمنی رہی ہے۔ وہ کبھی تسلیم نہ کریں گے۔ کہ عیسو کی اولاد میں بھی کوئی نبی آیا تھا۔ حضرت ایوب جو مسلّمہ طور پر عیسو کی اولاد سے ایک بڑے بادشاہ اور نبی گذرے ہیں۔ اور ان کا ذکر بائیبل میں ہے لیکن بائیبل نے ظلم کی راہ سے ان کے متعلق یہ نہیں لکھا۔ کہ وہ کس کی اولاد سے تھے۔ نہ انہیں بنی اسرائیل میں شامل کیا ہے۔ اور نہ عیسو کی اولاد میں۔ اس سے بڑھ کر اور تعصب کیا ہو گا۔ اگر بائیبل کے مصنفین کے نزدیک وہ اسرائیلی ہوتا۔ تو اس کا نسب بھی بائیبل میں مذکور ہوتا۔ لیکن جہاں ان کے حسب نسب کا ذکر تک نہیں۔ اور نہ ہی اس کو عیسو کی اولاد قرار دیا گیا ہے۔ حالانکہ جمہور مؤرخین اسلام کے نزدیک حضرت ایوب اولاد عیسو سے ہیں۔ اور ان کا نسب نامہ حسب ذیل ہے۔

ایوب بن زرح یا زارح (جس کو بائیبل نے ضارہ لکھا ہے) بن رعویل بن عیسو بن اسحاق بن ابراہیم (دیکھو ناسخ التواریخ جلد اول اور تاریخ ابن واضح یعقوبی المتوفی ۲۸۰ھ باب ملوک الشام) معلوم نہیں ہوتا۔ کہ کیوں اور کس مصلحت سے ایوب علیہ السلام کا ذکر انہوں نے بائیبل میں کرنا ضروری سمجھا۔ حالانکہ ان کا دارالحکومت عرب شام یعنے شمالی سرحدی عرب میں تھا۔ اور اس ملک کا نام ادوم (Iddam) تھا۔ گبن کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ چونکہ حضرت ایوب کی کتاب کی عبارت میں رنگینی اور جذبات آفرینی بے حد ہے۔ اس لئے بائیبل نے اس کو اپنے اندر مصلحتاً لے لیا۔ کچھ بھی وجہ ہو۔ بہر حال یہودیوں اور

بائیل نویسوں کو جو سخت تعصب اور دشمنی آل عیسو کے ساتھ ہے۔ وہ اس مثال سے ثابت ہے۔

رہے مسلمان۔ سو افسوس سے کہنا پڑتا ہے۔ کہ انہوں نے اس معاملے میں یہودیوں کی تقلید کی ہے۔ اور گو ایک نبی ایوبؑ کو تو انہوں نے تسلیم کر لیا کہ وہ عیسو کی اولاد سے ہیں۔ لیکن باقی انبیاء کو جو آریہ قوم میں آئے۔ مثلاً زرتشت علیہ السلام اور سری کرشنؑ یا گوتم بدھ جو وہ بھی عیسو ہی کی نسل سے ہیں (جیسا کہ اس کتاب میں آگے چلکر ثابت کیا گیا ہے) انکے حق میں انہوں نے وہی تنگ نظری دکھلائی۔ جیسا کہ یہود نے اسمٰعیل اور عیسو کی اولاد کے ساتھ دکھلائی تھی۔

ہماری اس کتاب کے مقاصد اعظم میں سے ایک مقصد یہ ہے۔ کہ سری کرشن بدھ اور زرتشت اور کنفوشس کو جو آریہ نسل کے چشم و چراغ تھے۔ نبی ثابت

حاشیہ۔ لہ گوتم بدھ۔ زرتشت اور سری کرشن علیہما السلام کا نبی ہونا فارسیوں اور ہندوؤں کے عقائد اور روایات مذہبیہ متواترہ سے ثابت ہے۔ یہ تینوں مقدس انسان لا الٰہ الا اللہ کی تعلیم دیتے تھے۔ گیتا کی تعلیم کا خلاصہ ہے۔ ایکو برہم دوتیا ناشتی جو بعینہ لا الٰہ الا اللہ کا ترجمہ ہے۔ زرتشت مسلمہ طور پر ایران کا پیغمبر ہے۔ وہ دارا گشتاسپ کے پاس پیغام رسالت لے کر پہنچا۔ فردوسی کہتا ہے ؏

فردوسی

بہ شاہ زماں گفت پیغمبرم

گوتم بدھ کی تعلیم ایسی ہی تھی۔ جیسے کہ حضرت مسیح کی۔ حتے کہ بعض یورپین مؤرخین کو اس سے دہوکہ لگا۔ اور انہوں نے اس بنا پر مسیح اور بدھ دونوں کو ایک ہی وجود قرار دیا ہے۔ (حالانکہ یہ صریحاً غلط ہے) بدھ کی تعلیم میں زیادہ زور نروان یعنے فنا و بقاء کے مسئلہ پر دیا جاتا تھا۔ اور یہ وہی بات ہے جس کو مسلمان

کرنے کے علاوہ عیسو کی اولاد سے ہونا ثابت کیا جائے۔ یہ حد درجے کا تعصب اور ہٹ دھرمی ہے۔ کہ بنی اسرائیل کے سینکڑوں انبیاء کو مان لیا جاوے۔ اور بنی قطورا میں حضرت شعیبؑ کو اہل مدین کا نبی تسلیم کر لیا جاوے۔ اور عیسو کی اولاد میں سے حضرت ایوبؑ کو سچا نبی تسلیم کر لیا جاوے۔ لیکن

بقیہ حاشیہ ص۳۳ صوفیوں نے بھی بڑے زور شور سے بیان کیا ہے۔ رہا تناسخ کا مسئلہ۔ سو ان تینوں پیغمبروں میں سے کوئی ایک بھی اس تناسخ کا قائل نہ تھا جس کا وجود آجکل ہندوؤں میں پایا جاتا ہے۔ ایک قسم کے تناسخ کی تعلیم اسلام میں بھی موجود ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ اسلام یہ سکھلاتا ہے۔ کہ انسانی روح لاانتہاء ترقیوں کے لئے پیدا کی گئی ہے۔ جوں جوں انسان اپنی خواہشات نفسانی کو ترک کرتا چلا جاتا ہے۔ توں توں روحانی ترقیات کا وارث ہوتا جاتا ہے۔ یعنی ہر فنا کے بعد ایک بقاء ملتی ہے۔ اور یہ سلسلہ اس دنیا میں شروع ہو کر بعد موت بھی جاری رہے گا۔ نروان کا مسئلہ بھی یہی ہے جس سے لوگوں کو دھوکہ لگا۔ کہ گوتم بدھ تناسخ کو مانتے تھے۔ اور سری کرشنؑ تو ایسے ممتاز نبی ہیں۔ کہ آنحضرت صلعم نے بھی آپ کی تصدیق کی ہے۔ جب آپؐ سے پوچھا گیا۔ کہ کیا ہندوستان میں بھی کوئی نبی گذرا ہے۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ کان فی الھند نبیًا اسود اللون اسمہٗ کاھنؑ یعنے ہند میں ایک سیاہ رنگ والا (سانولا) نبی گذرا ہے جس کا نام کاہن (کہنیا یا کرشن) تھا۔ اسی طرح مرزا مظہر جانجاناں نے اپنے ملفوظات مقاماتِ مظہری میں آپ کے متعلق بذریعہ مکاشفہ معلوم کر کے شہادت دی ہے۔ کہ آپ موحد اور مسلم تھے۔

وما کان من المشرکین وہ لکھتے ہیں۔ کہ میں ایک دفعہ منتھرا گیا۔ وہاں

سری کرشن اور زرتشت اور بدھ جیسے انبیاء کو محض اس لئے نہ مانا جاوے کہ ان کا ذکر قرآن میں نہیں آیا۔ قرآن تو خود کہتا ہے۔ ومنهم من قصصنا علیک ومن لم نقصص علیک۔ یعنی بہت سے پیغمبر ہیں۔ جن کا ذکر ہمنے کر دیا ہے۔ لیکن کئی ایسے بھی ہیں۔ جن کا ذکر ہمنے قرآن میں نہیں کیا اور یہ بھی فرما دیا۔ کہ ان من امة الا خلا فیها نذیر۔ یعنی کوئی امت ایسی نہیں گذری جس میں کوئی نبی نہ آیا ہو۔ پھر آریہ قوم جو ایران اور ہندوستان اور مغربی چین پر ہزاروں سال حکمران رہی۔ اور جنہوں نے ایسی ہی تہذیب ان ممالک میں قائم کی۔ جیسا کہ اہل اسیریا یا اہل بابل یا اہل عراق نے اپنے اپنے زمانے میں قائم کی تھی۔ پھر کیا وجہ ہے۔ کہ ان ممالک میں کوئی نبی بھی نہ آئے۔ کون عقلمند اس بات کو تسلیم کرے گا۔

ہمنے نیچے حاشیے میں ثابت کر دیا ہے۔ کہ سری کرشن اور حضرت بدھ اور حضرت

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۱۔ میں نے ایک مسجد میں نماز پڑھی۔ اور اپنی حاجت کے لئے نماز میں دعا کی۔ اس وقت مجھے گیارہ روپیہ کی ضرورت تھی۔ اتنے میں کیا دیکھتا ہوں۔ کہ سری کرشنؑ میرے سامنے کھڑے ہیں۔ آپ نے گیارہ روپیہ میرے آگے پیش کئے۔ اور کہا۔ اس وقت میرے پاس اتنے ہی روپے ہیں۔ آپ چونکہ میرے شہر میں آئے ہیں۔ لہذا میرا فرض تھا۔ کہ میں آپ کی خدمت بجا لاتا۔ میںنے ان سے کہا۔ کہ ہم مشرکوں سے نذر نہیں لیتے۔ انہوں نے کہا۔ واہ کیا آپ ہم کو ان لوگوں یعنی (ہندوؤں) میں سے سمجھتے ہیں۔ ہم تو آپ ہی کے دین پر ہیں۔ اور آپ کے بھائی ہیں۔ تب میں نے نذر قبول کر لی (خلاصہ بالفاظ خود) علاوہ اس کے اس زمانے میں حضرت مرزا غلام احمد کو جو امام الزمان تھے۔ الہام میں

ابراہیمؑ۔ زرتشت تینوں اپنے وقت کے نبی تھے۔ جن کا ظہور مسیح سے کئی صدیاں پیشتر ہوا تھا۔ اب ہمارے ذمہ صرف اتنی بات باقی رہ گئی ہے۔ کہ ہم ان کا نبی ابراہیمؑ یعنی بنی عیسو ہونا ثابت کردیں۔ سو اگلے ابواب میں انشاءاللہ یہ بحث آئے گی۔ ذرا صبر سے کام لیجئے۔ اول ہم آلِ ابراہیم (جس میں بنو ہاجرہ یعنے عرب۔ بنو سارہ یعنی بنی اسرائیل اور بنی عیسو اور بنو قطورا یعنے اہل مدین وغیرہ اقوام شامل ہیں) کے فضائل پورے طور سے بیان کریں۔ کہ خداتعالےٰ نے ان کا ذکر خیر کس رنگ میں قرآن میں فرمایا ہے +

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۴ بتلایا گیا۔ کہ واقعی سری کرشن خدا کے ایک نبی تھے۔ چنانچہ ۱۹۰۴ء میں بمقام سیالکوٹ لیکچر دیتے ہوئے آپ نے اس امر کا زور سے اعلان کیا۔ سری کرشن کی کتاب کا نام گیتا ہے یہ آپکا ایک الہامی خطبہ ہے جو آپ نے کورشیتر کے میدان میں اپنے مرید ارجن کو اس کی فوج میں کھڑے ہو کر دیا۔ بلا شبہ یہ آپ کی ایک معرکتہ الآراء تقریر ہے۔ اور نہایت پر معارف ہے۔ گو اسوقت گیتا اپنی اصلی حالت میں نہ ہو تاہم انجیل میں دی ہوئی حضرت مسیح کی تقریروں سے پایہ میں کم نہیں۔ جیسے کہ حضرت مسیحؑ کا پہاڑی وعظ مشہور ہے۔ ایسے ہی سری کرشن کا یہ خطبہ بھی بصائر للناس ہے +

زرتشت کی کتاب کا نام اوستھا ہے جو وحید کی دولت سے مالامال ہے گستاسپ جیسے زبردست شہنشاہ کا بہت سے معجزات دیکھنے کے بعد زرتشت کی صداقت پر ایمان لے آنا کیا کوئی معمولی بات ہے۔ اتنی زبردست شہادتوں کی موجودگی میں کوئی شخص آنکھوں پر تعصب کی پٹی باندھکر ان پاکوں کی صداقت سے انکار کردے۔ تو اسکا اختیار ہے۔ سے خدا کے حضور میں ایک دن جانا ہے۔ لا یسئل عما یفعل وہم یسئلون۔ خداتعالیٰ سے یہ سوال نہیں ہو سکتا کہ اس نے کیوں ایسا یا ویسا کیا۔ ہاں لوگوں سے انکے اعمال کے متعلق سوال کیا جائیگا۔ منہ عفی عنہ

(۳) ام یحسدون الناس علےٰ ما اٰتٰھم اللہ من فضلہ فقد اٰتینا اٰل ابراھیم الکتاب والحکمۃ واٰتینٰھم ملکاً عظیماہ

(سورۂ نساء رکوع ۸)

(ترجمہ تشریحی) یعنے کیا لوگ عربوں پر حسد کرتے ہیں۔ کہ اللہ نے ان پر فضل کیا۔ کہ ان میں آخری نبی اور آخری کتاب کو نازل کیا۔ انہیں یہ دیکھنا چاہیئے۔ کہ یہ نبی آل ابراہیمؑ سے ہے۔ اور اس سے پہلے بھی ہمنے آل ابراہیم کو شریعت اور حکمت دی تھی۔ اور علاوہ شریعت اور حکمت کے ان کو بڑی بھاری سلطنت بھی عطا کی تھی۔

کتاب سے مراد اول نمبر پر تورات ہے۔ لیکن دوسرے نمبر پر انجیل اوستھا وغیرہ کو بھی کتاب کہا جاسکتا ہے۔ حکمت سے مراد ان انبیاء کا کلام ہے۔ جو حکمت سے بھرا ہوا ہے۔ جیسے زبور۔ کتاب دانیال۔ گیتا وغیرہ کتب الہامیہ۔

رہی سلطنت۔ سو بنی اسرائیل کے علاوہ سائرس کی ایرانی سلطنت اور راجہ شوک کی ہندوستانی سلطنت کو یکجا کرکے دیکھا جائے۔ تو فی الواقعہ قرآن نے ملکاً عظیماً کا لفظ اس کے لئے بجا طور پر استعمال کیا ہے۔ اور یاد رہے۔ کہ ملکاً عظیماً سے مُراد محض حضرت داوٗد یا سلیمان کی سلطنت ہرگز نہیں ہوسکتی۔ جس کی بڑی سے بڑی وسعت ایک طرف دریائے فرات اور دوسری طرف مصر کا دریا تھا۔ اور یہ نقشہ بھی چند ہی سال رہا تھا۔ حضرت سلیمان کے بعد ان کے جانشینوں کے زمانے میں جلد ہی شمالی شام جس میں دمشق کا شہر واقع ہے۔ انکے قبضے سے نکل گیا تھا۔ اور خود ان کی اپنی سلطنت دو ٹکڑوں میں تقسیم ہوگئی تھی۔ حضرت سلیمان کی سلطنت سے بڑی سلطنت تو اسیریا کی تھی۔ جو ۱۲۰۰ ق۔ م سے ۶۰۰ ق۔ م تک بڑی شان دشوکت

کے ساتھ قائم رہی۔ اور اس کو زوال آنے کے بعد بنی اسرائیل کے بعض انبیاء مثلاً حزقیل اپنی قوم کو اسیریا کی شوکت رفتہ یاد دلا دلا کر درس عبرت دیتے تھے۔ اور سر دھنتے تھے۔ حضرت داؤدؑ کا زمانہ ۱۰۰۰ ق۔ م تھا۔ اور یہی زمانہ اسیریا کے اوج کمال کا تھا۔ جو شخص اسرائیل اور اسیریا کی تاریخ سے واقفیت رکھتا ہے۔ وہ دونوں سلطنتوں کا موازنہ کر کے فوراً کہدے گا۔ کہ اسرائیل کی سلطنت اسیریا کی سلطنت سے شاید ایک سبع برابر بھی ہوگی۔ کیا بلحاظ وسعت کے اور کیا بلحاظ شوکت کے۔ دیکھو نقشہ سلطنت اسیریا مندرجہ (Rodger's History of the world)

پس اگر کوئی شخص ناواقفیت سے ملکاً عظیماً سے مُراد حضرت سلیمان کی سلطنت لیتا ہے۔ تو وہ تاریخ قدیم سے اندھیرے میں ہے۔ مفسرین نے اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے تدبر سے کام نہیں لیا۔ اور ملکاً عظیماً سے مُراد حضرت سلیمان کی سلطنت لی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ انہیں قدیم تاریخ سے پوری واقفیت نہ تھی۔ وگرنہ اگر وہ بدھ مذہب اور راجہ اشوک کے حالات سے واقف ہوتے۔ اور یہ جانتے۔ کہ وہ تمام ہندوستان کا شہنشاہ تھا۔ اور مذہباً بدھ[1] تھا۔ نہ کہ ہندو۔ تو کبھی آریہ قوم کو آل ابراہیمؑ

---

[1] ہم اوپر لکھ آئے ہیں۔ کہ بدھ مذہب کی تعلیم کا لب لباب وہی ہے۔ جو اسلام کا۔ اور بدھ مذہب کی اخلاقی تعلیم حضرت مسیح کے ساتھ شدید مشابہت رکھتی ہے۔ اور مسئلہ نروان بعینہٖ وہی ہے۔ جو صوفیاء کی اصطلاح میں فنا و بقاء کہلاتا ہے۔ پس ان امور کا لحاظ کر کے ہم بلاخوف تردید کر سکتے ہیں کہ مہاراجہ اشوک ایک مسلمان شہنشاہ تھا۔ اور آجکل ہندو لوگ اس کی سلطنت پر ذرا فخر نہیں کر سکتے۔ ہاں مسلمان اس پر بجا طور پر ناز کر سکتے ہیں کیونکہ وہ اسلامی تعلیم کا پیرو تھا۔ منہ

سے خارج نہ سمجھتے۔ اسی طرح اگر ان کو سری کرشن کی گیتا کے متعلق معلوم ہوتا کہ وہ ایک خطبہ الہامیہ ہے۔ جو ایک نبی نے روح القدس سے پُر ہو کر میدان جنگ میں جہاد کی فضیلت پر دیا تھا۔ تو وہ قدیم آریوں کے مذہب کے متعلق شبہات میں نہ پڑتے۔ بلکہ صاف فتوے دیتے کہ سری کرشن خدا کا نبی تھا۔ اور گیتا اس کی کتاب ہے۔

اسی طرح اگر ان کو معلوم ہوتا۔ کہ قرآن کی سورۂ کہف میں جس ذوالقرنین کا ذکر آیا ہے۔ وہی سائرس شہنشاہ فارس و بابل و میڈیا و شام و افغانستان تھا جس کی سلطنت دریائے سندھ سے لے کر بحیرۂ اسود اور بحیرۂ روم اور مصر تک پھیلی ہوئی تھی۔ تو وہ ذوالقرنین کے متعلق فرضی قصے نہ گھڑتے۔ اور اُسے بھی آل ابراہیم میں شمار کرتے۔ کیونکہ وہ آریہ تھا۔ اور ابھی ہم ثابت کرینگے۔ کہ قوم آریہ بنی عیسو یا بنی ابراہیم ہے۔ اور وہ کوہ سعیر سے نکل کر میڈیا۔ فارس اور ہندوستان میں پہنچ گئی تھی۔ نہ کہ وسط ایشیا کے ظلمت خانے سے نکلی تھی۔ جیسا کہ بعض یورپین محققین کا خیال ہے۔ پس اس آیت سے ضمناً یہ بھی ثابت ہو گا۔ آل ابراہیم میں آریہ یعنی ایرانی اور ہندوستانی قومیں بھی شامل ہیں۔ اور بعض فرنگستانی ملکوں مثلاً یونان وغیرہ کو بھی ان میں شامل کر لیا جائے۔ تو کچھ ہرج نہیں۔

(۴) چوتھی آیت جس سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ حضرت ابراہیم تمام جہان کی قوموں کے پیشوا ہیں۔ یہ ہے۔ اِنَّ اِبْرَاهِيْمَ كَانَ اُمَّةً (سورہ نحل رکوع ۱۶) یعنے ابراہیم سب کے پیشوا گذرے ہیں۔ تو کیا وہ سری کرشن اور زرتشت کے پیشوا نہ ہوں گے۔ ضرور ہیں۔ پس آریہ قوم کے بھی وہ پیشوا ٹھیرے۔ اور اس سے ضمناً یہ بھی ثابت ہو گیا۔ کہ قوم آریہ آل ابراہیم ہے ✤

(۵) ثم اوحینا الیک ان اتبع ملۃ ابراھیم حنیفا وما کان من المشرکین ۔ یعنے اے محمدؐ اس کے بعد ہمنے تجھ پر وحی نازل کی اور تم کو بتایا۔ کہ تم کسی فرقے کی پابندی نہ کرو۔ بلکہ ابراہیمؑ کے دین کی پیروی کرو کیونکہ وہ افراط تفریط سے باہر تھے۔ چہ جائیکہ مشرکوں کے ساتھ انکا تعلق ہوتا۔

اس آیت میں حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو جو آخری نبی اور آخری کتاب کے لانے والے تھے۔ حکم دیا گیا ہے۔ کہ تم ابراہیمؑ کے دین کی پیروی کرو۔ پس بہر صورت ابراہیمؑ ہی پیشوا اول اور امام اول ٹھیرے۔ اور اسی وجہ سے اسلام دین حنیف کہلاتا ہے۔ پس آریہ قوم کے پیشوا اور امام اول بھی ابراہیمؑ ہی ٹھیرے نہ کوئی اور نبی یا رشی۔ کیونکہ آریہ قوم حضرت ابراہیمؑ کے بعد ہی معرض وجود میں آئی ہے۔

(۶) لم یکن الذین کفروا من اھل الکتاب والمشرکین منفکین حتے تاتیھم البینۃ ۔ رسول من اللہ یتلو علیھم صحفا مطھرۃ فیھا کتب قیمۃ ۔ (سورۃ بینہ پارہ آخری)

اس سورت میں اہل کتاب اور مشرکین کا گھمنڈ یہ کہکر توڑا گیا ہے۔ کہ ان میں ایک عظیم الشان رسول بھیجا گیا ہے۔ جو ان پر پاک صحیفے (قرآن کی سورتیں) جن کے اندر صحیح تعلیم والی کتابیں ہیں۔ پڑھ کر سنا رہا ہے۔ یہاں رسولؐ نکرہ ہے۔ جو عظمت کے معنے دیتا ہے۔ یعنے عظیم الشان رسولؐ جس کے متعلق کفار کو کوئی وجہ انکار پیدا نہ ہو سکے۔ ہٹ دھرمی سے کوئی نہ مانے تو الگ امر ہے۔ لیکن خداتعالے نے کسی نبی کی صداقت ثابت کرنے کے لئے کوئی دقیقہ شہادت کا اٹھا نہیں رکھتا۔ یہودیوں نے حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کو محض اس لئے قبول نہ کیا۔ کہ محمد رسول اللہ اسرائیلی نہ تھے۔

اسی طرح دوسری اقوام جو آجکل ہند میں موجود ہیں۔ خصوصاً ہندو اور پارسی قوم ان کے نہ ماننے کی بڑی وجہ یہی ہے۔ کہ وہ جانتے ہیں۔ کہ محمد رسول اللہؐ غیر قوم سے ہیں۔ ہم انہیں کیونکر مانیں پس اللہ تعالےٰ نے ان پر یہ حجت ملزمہ قائم کی۔ کہ تم ابراہیمؑ کے پوتے عیسو کی اولاد سے ہو جیساکہ محمد رسول اللہؐ اسمٰعیل بن ابراہیم کی نسل سے ہیں۔ اور تمہارا مورث اعلےٰ عیسو اسمٰعیل کا داماد تھا۔ اس لئے عصبیت کے لحاظ سے تم ایک ہی ہو۔ محمد رسول اللہؐ نسباً اور دیناً ابراہیمؑ کے ساتھ رشتہ رکھتے ہیں۔ پس تم جو ابراہیم کے ساتھ نسبتی رشتہ رکھتے ہو۔ دین ابراہیم سے کیوں بھاگتے ہو۔ دین ابراہیمؑ کو جس کی تجدید اس وقت محمد رسول اللہ صلعم کے ہاتھوں ہو رہی ہے۔ قبول کر لو۔ تو خیر البریہ کہلاؤ گے۔ نہیں تو شر البریہ خطاب ملے گا۔ؐ

پس اگر آریوں اور پارسیوں کو ابراہیمؑ کی ذریت نہ مانا جاوے۔ تو وہ نبی کریمؐ کی نبوت کے ماننے کے لئے مکلف نہیں ہو سکتے۔ اور ہمیشہ عذر ہی کرتے رہیں گے۔ کیونکہ انکے ہاں عصبیت کو مذہب میں بڑا دخل ہے۔ جیساکہ یہود کے اندر تھا۔ اور اگر کوئی یہ سوال کرے۔ کہ ان کے بنی ابراہیم ہونے کا کیا ثبوت ہے۔ تو اس کو چاہیئے۔ کہ اس کتاب کا باب جو آگے آتا ہے مطالعہ کرے۔

ساتویں آیت جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ جس کی چاروں شاخوں یعنی بنی اسمٰعیلؑ۔ بنی اسرائیل۔ بنی عیسوؑ۔ اور بنی قطورؑا میں سے کم از کم ایک رسول آئیگا۔ وہ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیل کی وہ دعا ہے جو انہوں نے

ؐ دیکھئے کیسی زبردست پیشگوئی تھی۔ اور کس شان سے پوری ہوئی ہے؟ منہ

تعمیر کعبہ کے وقت کی۔ ربنا واجعلنا مسلمین لک ومن ذریتنا امۃ مسلمۃ لک وارنا مناسکنا وتب علینا انک انت التواب الرحیم۔ ربنا وابعث فیھم رسولا منھم یتلوا علیھم ایٰتک ویعلمھم الکتاب والحکمۃ ویزکیھم انک انت العزیز الحکیم۔

(ترجمہ) اے ہمارے پروردگار، ہم کو اپنا بندہ فرمانبردار بنا اور ہماری نسل میں ایک گروہ پیدا کر جو تیرا حکم بردار ہو۔ اور ہم کو ہماری عبادت کے طریقے بتا۔ اور ہم پر اپنے افضال نازل کر۔ بے شک تو بڑا فضلوں والا اور رحیم ہے۔ اور اے ہمارے پروردگار ہماری نسلوں میں (کم از کم) ایک رسول بھیج۔ کہ انکو تیری آیتیں پڑھ کر سنائے۔ اور انکو کتاب آسمانی اور عقل کی باتیں سکھائے۔ اور ان کے نفوس کی اصلاح کرے۔ بے شک تو ہی با اختیار اور صاحب تدبیر ہے۔

نوٹ:۔ اس دعا کا تقاضا یہ تھا۔ کہ حضرت ابراہیمؑ کی تمام شاخوں میں کم از کم ایک نبی آئے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور جب بنی اسرائیل بنی عیسو۔ بنی قطورا تینوں شاخوں میں آنیوالے نبی آچکے تو بمصداق آں کہ۔ دیر آمدہ ز راہ دور آمدہ۔ بنی اسمٰعیل میں حضرت محمد مصطفےٰ سب سے آخر اور سب سے اعلےٰ درجے پر ممتاز ہو کر تشریف لائے۔ اور خاتم النبیین کا روشن تاج آپؐ کے فرق مبارک پر مزین کیا گیا۔ آپؐ پر نبوت کے سب مرتبے ختم ہو گئے۔ اس لئے۔ آپؐ کے بعد وحی کا براہ راست آنا بند ہو گیا۔ اور سوائے آپؐ کی اُمت کے دیگر تمام اُمتوں میں وحی الہام کا نزول موقوف ہو گیا۔ گویا حقیقی معنوں میں وحی نبوت کا دروازہ ہمیشہ کے لئے مسدود ہو گیا۔

باب دوئم

{ احادیث جن سے آریہ قوم (ایرانیوں اور آریہ ہندوؤں کا بنو اسحٰق ہونا ثابت ہوتا ہے }

نوٹ:۔ چونکہ یہ امر مسلّمہ ہے۔ کہ آریہ ہندو قدیم ایرانیوں کی ہی نسل سے ہیں۔ یعنے یہ دونوں قومیں آریہ ہیں۔ پس جو بات ایرانیوں کے باب میں ثابت ہو جائے۔ وہ آریہ ہندوؤں کے باب میں بھی ثابت ہو گی۔

(۱) اھل فارس ھم ولد اسحاق۔ (رواہ الحاکم فی تاریخہ عن ابن عمر۔ دیکھو کنز العمال جلد ۶ ۔ صفحہ ۲۱۵)

(ترجمہ) حاکم نے اپنی تاریخ میں حضرت ابن عمر سے روایت کی ہے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ فارسی لوگ اسحٰق (بن ابراہیمؑ) کی اولاد سے ہیں۔

(۲) فارس عصبتنا اھل البیت۔ لان اسماعیل عم ولد اسحٰق و اسحٰق عم ولد اسمٰعیل (رواہ الحاکم فی تاریخہ عن ابن عباس۔ کنز العمال۔ جلد ۶ صفحہ ۲۶۴)

(ترجمہ) حاکم نے اپنی تاریخ میں ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ فارسی لوگ ہمارے خاندان اور ہمارے ہم قوم ہیں۔ کیونکہ اسمٰعیلؑ اسحٰقؑ کی اولاد کے چچا تھے۔ تو اسحٰقؑ اسمٰعیلؑ کی اولاد کے چچا ہوئے۔

(۳) ولد سام العرب و فارس والرّوم والخیر فیھم (رواہ ابن عساکر ابن ابی ہریرۃؓ) یعنے سام کی اولاد میں عرب اور فارسی اور رومی ہیں۔

اور ان کے اندر بھلائی کی باتیں ہیں۔

(۴) من اسلم من فارس فھو من قریش ھم اخواننا وعصبتنا
(رواہ الاہمی عن ابن عباس)

(ترجمہ) جو لوگ فارسیوں میں سے مسلمان ہوں۔ وہ قریشی ہیں کیونکہ وہ ہمارے بھائی اور ہمارے گوشت پوست ہیں۔

(۵) سلمانُ منّا اھل البیت۔ (رواہ الطبرانی والحاکم عن عمرو بن عوف۔
(کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۷۶)

(ترجمہ) سلمانؓ کے اہل بیت ہم میں سے ہیں۔ (واضح ہو۔ کہ سلمانؓ فارسی تھے۔ اور آنحضرتؐ کے صحابی تھے)

(۶) عن صالح بن ابی صالح مولیٰ عمرو بن حریث قال سمعت اباھریرہ یقول ذکرت الاعاجم عند النبی صلے اللہ علیہ وسلم فقال النبیؐ لانا بھم او بعضھم اوثق منی بکما و بعضکم۔
(ترمذی باب فضائل العجم صفحہ ۳۲۸)

(ترجمہ) صالح ابن ابی صالح جو عمرو بن حریث کے غلام ہیں۔ نے کہا۔ کہ میں نے ابو ہریرہ سے یہ بات سنی ہے۔ (ابو ہریرہ کہتے تھے) کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں عجمیوں کا ذکر آیا۔ تو آپؐ نے فرمایا۔ کہ میرا ان کے ساتھ یا ان میں سے بعض کے ساتھ تم سے بھی زیادہ پختہ تعلق ہے۔

اِس آخری حدیث میں محض فارسیوں کا ذکر نہیں۔ بلکہ ان میں اہل عجم کا ذکر ہے۔ جن میں ہندو اور بعض دوسری آریہ قومیں بھی شامل ہیں۔ اور فارسیوں کا اہل عجم ہونا تو سب کو معلوم ہی ہے۔ پس اس حدیث میں آنحضرت صلعم

نے آریہ قوموں کا ذکر عمومیت کے رنگ میں فرمایا ہے۔ اور ان میں سے بعض کے ساتھ اپنا شدید تعلق جتایا ہے۔ جو اس تعلق اور عصبیت سے بڑھ کر ہے۔ جو آپؐ کو بعض عربوں کے ساتھ تھا۔ پس ثابت ہوا۔ کہ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم عرب اور عجم کو ایک آنکھ دیکھتے تھے۔ دیکھو۔ کتنی محبت بھرے الفاظ میں آپؐ نے عجمیوں کا ذکر فرمایا ہے۔ اور اس سے قبل حاشیہ صفحہ میں ہم وہ حدیث بھی نقل کر چکے ہیں۔ جس میں آپؐ نے سری کرشن ؑ کے متعلق فرمایا۔ کان فی الھند نبیًا اسود اللون اسمہ کاھن ؎ یعنے ہندوستان میں ایک نبی گذرے ہیں۔ جن کا نام کاہن تھا۔ پس کیا ان حدیثوں کی موجودگی میں کسی شخص کو یہ شبہ ہو سکتا ہے۔ کہ حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا عجمیوں اور ہندوستانیوں کے ساتھ کوئی تعلق نسبی یا دینی نہ تھا۔ برخلاف اس کے یہ حدیثیں صاف کہہ رہی ہیں۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ابراہیمؑ کا فرزند ہونے کی وجہ سے عربوں اور عجمیوں کے بھائی بند تھے۔ نہ کہ غیر۔ جیسا کہ نادان ہندوؤں اور یورپینوں نے فرض کر رکھا ہے۔ اور اب تک یہ غریب آریوں کے اصل وطن کو ہی ڈھونڈتے پھرتے ہیں۔ ان کو معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ آریہ قوم کا وہی وطن ہے جو ان کے بھائیوں اسرائیلیوں کا ہے۔ جیسا کہ ابھی تفصیل کے ساتھ ثابت کیا جائیگا۔

باب سوئم

بائبل کی شہادت کہ عیسو بن اسحٰق بن ابراہیمؑ کی نسل میں نبی آئیں گے۔

قرآن کریم کے بعد ہم بائبل کو دیکھتے ہیں۔ تو وہاں لکھا ہوا پاتے ہیں۔

(پیدائش باب ۲۵ آیت ۱۹-۲۳)

"اور اسحاق نے اپنی جورو (ربقہ) کے لئے خدا سے دعا مانگی۔ کیونکہ وہ بانجھ تھی۔ اور خداوند نے اس کی دعا قبول کی۔ اور اس کی جورو ربقہ حاملہ ہوئی۔ اور اس کے پیٹ میں دو لڑکے آپس میں مزاحم ہوئے۔ تب اس نے کہا کہ اگر یُوں ہوں۔ تو ایسی کیوں ہوں۔ اور وہ خداوند سے پُوچھنے گئی۔ خداوند نے اسے کہا۔ کہ تیرے پیٹ میں دو قومیں ہیں۔ اور تیرے رحم سے دو اُمتیں نکلیں گی۔ اور ایک امت دوسری امت سے زور آور ہوگی۔ اور بڑا چھوٹے کی خدمت کریگا۔ اور جب اس کے جننے کے دن پورے ہوئے۔ تو کیا دیکھتے ہیں۔ کہ اس کے پیٹ میں توام ہیں۔ اور پہلا لال رنگ گویا پشم کا لباس ہی پیدا ہوا۔ اور انہوں نے اس کا نام عیسو رکھا۔ اس کے بعد اس کا بھائی پیدا ہوا۔ اور اس کا ہاتھ عیسو کی ایڑی سے لگا ہوا تھا۔ اور اس کا نام یعقوب رکھا گیا۔ یعنے عقب میں آنیوالا۔ جب وہ انہیں جنی تو اسحاق ۶۰ برس کا تھا۔ اور وہ لڑکے بڑھے۔ اور عیسو شکار میں ماہر اور جنگل کا رہنے والا تھا۔ اور یعقوب نیک مرد اور خیموں میں رہنے والا تھا۔ اور اسحاق عیسو کو پیار کرتا تھا۔ کیونکہ وہ اس کے شکار کا گوشت کھاتا تھا۔ اور ربقہ یعقوب کو پالتی تھی۔"

مندرجہ بالا اقتباس میں یہ پیشگوئی کی گئی ہے۔ کہ ربقہ کے پیٹ سے

دو اُمتیں اور قومیں نکلیں گی۔ اُمتوں کے لفظ نے اس پیشگوئی کو بہت وزنی بنا دیا ہے۔ کیونکہ عربی لغت میں امت اس قوم کو کہتے ہیں جس میں انبیاء آئے ہوں (دیکھو منتہی الارب) انہی معنوں پر قرآن شریف کی آیت ذیل بھی روشنی ڈالتی ہے۔ وان من امة الا خلا فیها نذیر۔ پس خواہ ہمیں بنی عیسو میں کسی نبی کے آنے کا علم ہو یا نہ ہو۔ صرف یہی پیشگوئی اس بات کے ثبوت کے لئے کافی ہے کہ بنی عیسو میں نبی آئیں گے۔

اور جب اس کے ساتھ ہم حضرت ایوبؑ کا حال پڑھتے ہیں۔ جو بلاشبہ عیسو کی اولاد میں سے تھے۔ تو ہمیں اس پیشگوئی کے سچا ہونے میں کچھ بھی شبہ نہیں رہتا۔

بنی عیسو یا ادومیوں کا انتشار اور نقل و حرکت

واضح ہو۔ کہ حضرت ابراہیمؑ کی تین بیویاں تھیں۔ ہاجرہ۔ (ام اسمٰعیلؑ) سارہ (ام اسحٰقؑ) قطورا (اُمّ مدین)

ان سے حسب ذیل اولادیں ہوئیں۔:—

(۱) بنو ہاجرہ یعنے حضرت اسمٰعیل اور ان کے بارہ بیٹے۔ جو سب کے سب سردار تھے۔ اور ان سے کثرت کے ساتھ اولاد ہوئی۔ اور تھوڑے عرصے میں تمام شمالی عرب دریائے فرات کے ساحل تک ایک طرف اور بحر الاحمر تک دوسری طرف ان سے معمور ہوا۔ اس قوم میں اسمٰعیلؑ کے ایک عرصہ دراز کے بعد سب سے آخر حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین کے لقب سے مشرف و ممتاز ہو کر مکہ میں پیدا ہوئے۔ اور یہ واقعہ ۵۷۰ء میں وقوع پذیر ہوا۔

(۲) بنو سارہ حضرت اسحاق اور ان کی اولاد۔ جو حضرت اسحٰق کے زمانے میں ہی دو شاخوں میں منقسم ہو گئے۔ یعنی بنو ادوم اور بنو اسرائیل کیونکہ حضرت اسحٰق کے دو فرزند تھے۔ بڑے کا نام عیسو یا ادوم اور دوسرے کا نام یعقوب یا اسرائیل۔ ان میں سے حضرت یعقوب تو نبی ہوئے۔ لیکن ادوم نبوت کے خلعت سے سرفراز نہ ہوئے۔ ہاں ان کی اولاد میں وقتاً فوقتاً انبیاء آتے رہے۔ گو اس کثرت کے ساتھ نہ ہوں جس کثرت کے ساتھ بنی اسرائیل میں انبیاء آئے۔

(۳) بنو قطورا تعداد میں بہت تھے۔ لیکن ان میں مدین سب سے زیادہ مشہور ہے۔ مدین کی اولاد میں حضرت شعیبؑ مشہور نبی ہوئے ہیں۔ جن کا ذکر قرآن شریف میں متعدد مقامات پر آیا ہے۔ چنانچہ ہم پہلے لکھ آئے ہیں۔ کہ حضرت ایوبؑ عیسو ہی کی نسل سے تھے۔ لیکن ایوبؑ کے علاوہ اور انبیاء بھی ہیں۔ جو ان کی اولاد میں آئے۔ مثلاً زرتشت۔ سری کرشن وغیرہ وغیرہ۔ جن کو ہمارے ناظرین پہلے ہی جانتے ہیں۔

اسی طرح حضرت اسحاقؑ کی وہ دعا۔ اور ان کی وہ پیشگوئی جو پیدائش باب ۲۷۔ آیات ۳۹ و ۴۰ میں درج ہے۔ پوری ہوئی۔ ثبوت کے لئے ہم ان آیات کو یہاں نقل کرتے ہیں:۔ ——

"دیکھ تیری گذران زمین کی طراوت اور آسمان کی اوس پر ہوگی۔ اور تو اپنی تلوار کے زور سے دن گذاریگا۔ اور اپنے بھائی کا خادم بنکر رہیگا۔ اور ایسا ہوگا۔ کہ جب تجھے حکومت مل جائے گی۔ تو تو اپنے بھائی کا جوا اپنی گردن سے اُتار پھینکے گا"۔

بائبل کی اس عبارت میں صاف طور پر پیشگوئی ہے۔ کہ قضائے قدر

کے بندوبست میں کچھ عرصہ عیسو کی اولاد بنی اسرائیل کے آگے دب کر رہے گی۔ اور سر نہ اٹھا سکے گی۔ لیکن آخر ایک دن ایسا ہوگا۔ کہ وہ اپنی ماتحتی کے جوئے کو اتار پھینکے گی۔ اور خدا تعالیٰ ان کو آزاد حکومت بخشے گا۔ اور ہر قسم کے آسمانی اور زمینی برکات سے ان کو بہرہ ور کریگا +

کتاب پیدائش کی پیشگوئی حرف بحرف پوری ہوئی۔ کیونکہ عیسو کی اولاد سے ایسے زبردست فاتح اور عظیم الشان شہنشاہ نکلے۔ جن کی نظیر اور کسی قوم میں ڈھونڈنا عبث ہے۔ (ہماری مراد ان اقوام سے ہے۔ جو اسلام کے عہد سے پہلے گذری ہیں) حضرت یعقوب کی اولاد یعنے اسرائیلی قوم کو جو بادشاہت حضرت داؤدؑ اور سلیمانؑ کے ذریعے ملی۔ اس کو اس بادشاہت کے ساتھ کچھ نسبت ہی نہیں۔ جو عیسو کی اولاد کو نصیب ہوئی۔ بائبل کے مصنفوں اور آجکل کے بڑے بڑے یوروپین مورخوں نے بنی اسرائیل کے مقابل پر تین قوموں کو رکھا ہے۔:—

(۱) ادومی (۲) عمونی) (۳) موآبی)

ان میں سے ادومی تو صاف طور پر حضرت عیسو کی اولاد سے ہیں۔ اور یہ امر بائیبل کو مسلّم ہے۔ کہ ادوم عیسو ہی کا دوسرا نام ہے۔ اور ادومی قوم اولاد عیسو ہے۔

عمونی اور موآبی قوم کے متعلق بائبل کا بیان ہے۔ کہ یہ دونوں قومیں حضرت لوطؑ کی اولاد سے تھیں۔ اور حضرت لوطؑ کی اپنی ہی دو لڑکیوں کے بطن سے تھیں۔ (معاذ اللہ) دیکھو کتاب پیدائش باب ۱۹ آیات ۳۱ تا ۳۸۔ یہ قصہ بائیبل کے ماتھے پر کلنگ کا ٹیکا ہے۔ جو ہمیشہ علماء کی نظروں میں اسے ذلیل رکھے گا۔ اور اس بات کا ثبوت دیتا رہے گا۔ کہ یہ کتاب انسانی

ہاتھوں کی لکھی ہوئی ہے۔ ایسی کتاب جس میں حضرت لوطؑ حضرت داودؑ جیسے پاک نبیوں پر بدکاری کا الزام لگایا گیا ہے۔ اس قابل ہے۔ کہ اول دنیا کے ہر گوشے سے اس کی جلدوں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر اکٹھا کیا جاوے۔ اور پھر ان سے ایک۔ دو۔ تین۔ چار۔ یا شاید اس سے بھی زیادہ جہاز بھرے جاویں۔ اور پھر ان تمام جہازوں کو ایک ہی وقت میں بحر اوقیانوس میں غرق کر دیا جاوے۔

اے خدا اگر انسان ایسا نہیں کر سکتے۔ تو تو اپنی زبردست قدرت کے ہاتھوں سے بہت جلد ایسا کر۔ کیونکہ اس "مقدس" کتاب کی ذرا بھی ضرورت اہل دنیا کو نہیں۔ آمین ثم آمین ؛

حقیقت یہ ہے۔ کہ یہ سب بائبل کا افترا ہے عموتی اور موآبی بھی ادومیوں کے قریبی رشتہ دار تھے یعنی وہ بھی ادومی ہی تھے۔ فرق صرف اتنا ہے۔ کہ وہ حضرت لوط کی دو لڑکیوں کے بطن سے تھے۔ جو ادومی قوم کے دو لڑکوں کے ساتھ بیاہی گئی تھیں۔ آل لوط ہونے کے لحاظ سے یہ دونوں خاندان عام ادومی قوم سے ممتاز ہو گئے تھے۔ جیسا کہ قریشیوں میں سادات ممتاز ہو گئے ہیں۔ کیونکہ وہ ایک عظیم الشان نبی کی بیٹی کی اولاد ہیں

اصل معاملہ تو یہ ہے۔ کہ ... عموتی اور موآبی دونوں خاندان باپ کی طرف سے ادومی تھے۔ البتہ ماں کی طرف سے وہ لوطی تھے۔ لیکن بقول

چشم بداندیش کہ برکندہ باد،
عیب نماید ہنرش در نظر،

عموتی اور موآبی قوم کے لئے جو چیز سرمایۂ افتخار تھی۔ وہ بائبل نویس یہودیوں کی نظر میں ایک بھاری عیب دکھائی دیتی تھی۔

ان کو آل عیسو کے ساتھ تو بغض تھا ہی۔ لیکن یہ سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ حضرت لوط کو انہوں نے کیوں بدنام کیا۔ حضرت لوط تو حضرت ابراہیم کے بھتیجے اور جان نثار خادم تھے۔ مگر خدا تعالےٰ نے انکو خلعت نبوت سے بھی سرفراز کیا تھا۔ ان تمام خوبیوں کے باوجود ہمیں حیرانی ہے۔ کہ یہودی قوم کیوں ان کی دشمن ہو گئی۔ اور کیوں ان پر وہ فاحش اور مکروہ الزام لگایا جس کے سنتے ہی شرفاء کے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ تعجب ہے ان بائبل نویسوں پر جنہوں نے اس ناپاک قصے کو کتاب مقدس میں جگہ دی۔ اور اس کتاب پر بھی تعجب آتا ہے۔ کہ ایسے قصوں کے ہوتے ہوئے بھی وہ ابتک دنیا میں موجود ہے۔

انگریزی مورخ رابرٹسن وغیرہ ابتک عمونی (Emmonites) اور موآبی (Moabites) قوم کو ادومی قوم (Edomites) سے الگ سمجھے ہوئے ہیں۔ انسکلوپیڈیا برٹانیکا میں موآب (Moab) پر جو مضمون لکھا گیا ہے۔ اس میں صاف لکھا ہے۔ کہ موآب کی وجہ تسمیہ ہمیں معلوم نہیں۔ موآب کے لفظی معنے (باپ کا پانی) تو سب کو معلوم ہی ہے۔ لیکن معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ مصنف یہودی قوم کی اس شرارت اور بدطینتی کو سمجھ نہیں سکے۔ موآب کی وجہ تسمیہ سوائے اس کے اور کیا ہو سکتی ہے۔ کہ چند شریر النفس اور خبیث لوگوں کی یہ ایجاد ہے۔ ورنہ کوئی قوم خود بخود اپنا نام موآب نہیں رکھ سکتی۔

عمونی قوم پر شاید کچھ لطف کی نظر تھی۔ کہ ان کا نام ان یہودیوں نے بن عمم (cousins) رکھا۔ یعنی یوں تو ان کو ابن عم یعنی حضرت لوط کے فرزند ہی کہا۔ لیکن صریح الفاظ میں دشنام دینا پسند نہیں کیا۔

بہرحال موآب اور بن عمی (عموّن) دونوں نام یہودیوں نے آل لوطؑ کے لئے تجویز کئے ہیں۔ اس کی مثال اسلام میں بھی موجود ہے۔ چنانچہ خارجیوں نے بنی فاطمہ کے لئے ایسے ہی القاب تجویز کئے ہوئے ہیں۔ خدا ایسے موذیوں کو ہدایت کرے۔ آمین۔

اب ہم اصل مضمون کی طرف رجوع کر کے کہتے ہیں۔ کہ حضرت یعقوبؑ اور عیسو دونوں کو ان کے مقدس باپ اسحٰقؑ نے دعا دی تھی۔ بائیبل کے بیان کے مطابق یعقوب نے عیسو کو تمام برکات سے محروم رکھنا چاہا لیکن خدا نے اُسے محروم نہ رکھا کچھ تاخیر ضرور ہوئی لیکن بہ حیثیت مجموعی انعام پانے میں وہ یعقوب سے بڑھ گیا۔ حضرت یعقوب اور عیسو کی وفات ایک ہی دن اکٹھی واقع ہوئی۔ (ناسخ التواریخ جلد اول) اور یہ واقعہ ۱۷۲۰ ق۔م کا ہے۔ عیسو کی وفات سے کچھ عرصہ بعد اس کی اولاد ایک طرف شمالی سرحدی عرب یعنے ادوم میں حکومت کی داغ بیل ڈال چکی تھی۔ اور ان کا دارالخلافہ بُصریٰ تھا۔ اور دوسری طرف یعنی شمال میں ان کی ایک اور زبردست حکومت قائم ہو چکی تھی جس کا دارالحکومت شہر آر تھا جو بحیرہ مردار کے مشرقی ساحل پر واقع تھا۔ اور تقریباً دو سو برس بعد یعنے ۱۴۷۰ ق۔ م میں اونہوں نے شمالی عراق (   ) میں ایک اور سلطنت قائم کی۔ جو سلطنت متانی کے نام سے تاریخوں میں مذکور ہے۔ اور اس کو بائیبل میں آرام نہریم لکھا ہے۔

ریاست آر اور ریاست متانی دونوں کا ہمارے مضمون کے ساتھ شدید تعلق ہے۔ اور درحقیقت ان دونوں کے وجود نے ہماری اس کتاب کی تصنیف کے لئے سنگ بنیاد کا کام دیا ہے۔ یورپین مؤرخوں

اور عام محققوں کو ان دونوں ریاستوں کا حال معلوم نہیں تھا۔ اس لئے انہوں نے اپنی تاریخوں میں ان کا کچھ ذکر نہیں کیا۔ ہم پر خدا کا احسان ہؤا۔ اس کی پے درپے نوازشیں ہوئیں۔ اور اس نے اپنے الہام سے ہمیں ان دونو کی طرف متوجہ کیا۔ پس ہمیں ان دونوں جگہوں میں ایسی معلومات کے خزانے نظر آئے۔ جو دوسروں کی نظروں سے آج تک پوشیدہ رہے تھے۔ اس لئے ذیل میں ہم ان دونوں ریاستوں (Citizen - Empires) کا مختصر حال حوالہ قلم کرتے ہیں۔ اور اپنے ناظرین سے التماس کرتے ہیں کہ ذرا توجہ سے اس کو پڑھیں۔ کیونکہ تاریخ الاقوام کے باب میں یہ ایک نیا اور نہایت ہی دلچسپ انکشاف ہے۔ وَمَا تَوْفِیْقِی اِلَّا بِاللہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ۔

باب چہارم

ریاست آر کا مختصر حال

آر بحیرہ مردار کے مشرقی ساحل پر ایک قدیم شہر تھا جس کو عیسو کی بعض اولاد نے سترھویں صدی ق۔م میں آباد کیا تھا۔ یونانیوں نے اس کو آریوپولس (Areopolis) یعنے آریوں کا شہر لکھا ہے۔ یہ اس امر کا زبردست ثبوت ہے۔ کہ تمام آریہ قومیں اسی شہر سے نکل نکل کر شمال اور مشرق میں پھیلتی چلی گئیں۔ اور جہاں جہاں وہ گئیں۔ اس شہر کے نام پر ان کا نام آری یا آریہ قرار پایا۔ جیسے کہ بابل کے رہنے والے بابلی کہلائے۔ اسی طرح آر کے رہنے والے آری یا آریہ کہلائے گئے ہیں۔ نے

بعض آریہ سماجیوں سے جو پنجاب میں آباد ہیں یہ سُنا ہے۔ کہ آریہ لفظ اصل میں آری ہے۔ آریہ صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ آریہ کے معنے آر کے رہنے والی عورت ہیں۔ یا زنِ دہقان۔ اس لئے آری نام ہی صحیح ہے۔

قواعد السنہ شرقیہ کے لحاظ سے یہ بالکل درست اور عین ہمارے دعویٰ کا ثبوت ہے۔ کیونکہ عربی عبرانی اور سنسکرت متے کہ فارسی اور اردو میں بھی نسبت دینے کے لئے یؔ ہی بڑھائی جاتی ہے۔ جیسے عرب سے عربی۔ فارس سے فارسی۔ پاپ سے پاپی۔ گُن سے گنی۔ لاہور سے لاہوری۔ اسی طرح آر سے آری بنا۔ پھر عام بول چال میں یا تغیر لہجہ کے باعث آریہ مشہور ہوا۔ چنانچہ پنجابی زبان میں اب بھی لاہوری کو لاہوریہ۔ بھاگو والی کو بھاگو والیہ بولتے ہیں۔ اسی قاعدے سے قدیم پنجابی آری کو آریہ کہنے لگے ہونگے۔

تم کہوگے۔ کہ آریہ کے معنے تو شریف۔ دانا اور ہُنر مند کے ہیں۔ میں کہتا ہوں۔ کہ ان معنوں کے قبول کرنے میں کسے انکار ہے۔ آریہ لوگ اول آریہ اسواسطے کہلاتے تھے۔ کہ وہ شہر آر سے ہجرت کرکے دوسرے علاقوں میں پہنچے تھے۔ اور چونکہ وہ اپنے نسب کے لحاظ سے باقی تمام قوموں سے جن کے درمیان انہیں رہنا پڑتا تھا۔ شریف تھے۔ اس لئے آریہ کے معنے شریف اور دانا اور ہنرمند ہو جانا ذرا بھی تعجب خیز نہیں۔ بلکہ عین حقیقت ہے۔ دیکھئے۔ دلّی وال کے لغوی معنی ہیں دہلی کا رہنے والا لیکن آجکل دلّی وال ظاہر پرست کو کہتے ہیں۔ جبکہ ظاہر پرستی اہل دہلی کا عام شیوہ ہو گیا۔ تو لفظ کے معنے بھی بدل گئے اسیطرح لفظ آریہ کو ذرا آگے لے چلیئے۔ تو تمہیں معلوم ہو گا۔ کہ اس نے معنوں کے لحاظ سے تین حالتیں بدلی ہیں

(۱) آریہ یا آری = آر کا رہنے والا۔

(۲) آریہ = شریف۔ دانا۔ ہنرمند۔

(۳) آریہ = کاشتکار۔

جانتے ہو۔ یہ تیسرے معنے کہاں سے پیدا ہوئے ہ یہ معنی ہندوستان میں آکر ایجاد ہوئے۔ چونکہ ہندوستان میں آریوں کا عام پیشہ کاشتکاری تھا۔ لہٰذا آریہ کے معنے ہی کاشتکار قرار پاگئے۔ اسی سے اس ملک میں یہ مثل مشہور ہوئی۔ اتم کھیتی۔ مدھم بان۔ نکھد چاکری۔ بھیک نادان۔ چونکہ اپنے تئیں آریہ لوگ اتم یعنے افضل قرار دیتے تھے۔ لہٰذا اپنے پیشے کو بھی سب سے اعلےٰ قرار دیا۔ ورنہ جاننے والے جانتے ہیں۔ کہ حقیقت میں کھیتی اُتم پیشہ نہیں۔ اتم پیشہ بان یعنے تجارت ہے۔

پس لفظوں کے معنوں میں تغیرات کا ہونا ایک معمولی بات ہے۔ تاریخی نکتہ یہی ہے۔ کہ آریہ قوم اصل میں شہر آر کے باشندے تھے۔ اور ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے تھے۔ اس لئے انکے شریف اور دانا ہونے میں کس کو کلام ہوسکتا ہے۔ آل ابراہیمؑ کو خدا نے اس وقت کی تمام امتوں اور قوموں پر فضیلت دی تھی۔ جیساکہ بائبل اور قرآن شریف دونوں اس پر گواہ ہیں۔ بائبل میں لکھا ہے "تیری ذریت اور تخم سے تمام قومیں برکت پائیں گی" اور قرآن شریف میں ہے۔

ان اللہ اصطفیٰ ادم و نوحًا وال ابرٰھیم وال عمران علی العالمین ط یعنے اللہ نے آدمؑ اور نوحؑ اور ابراہیمؑ اور عمران کی گھروں کو تمام جہانوں (یعنے تمام قوموں) پر برتری دی تھی۔ پس جبکہ خدا تعالےٰ نے کا وعدہ تھا۔ کہ "میں تیری اولاد کو آسمان کے ستاروں اور ریت کے ذروں سے شمار میں زیادہ کروں گا" تو پھر آل ابراہیمؑ کی موجودگی میں اور کس قوم کا حق

کہ دنیا کی تمام قوموں کو پامال کر کے اپنی فضیلت اور برتری کا سکہ بٹھاتی۔ یہ آل ابراہیم کا ہی حق تھا۔ اور حق حقدار کو پہنچ گیا۔ لیکن اگر آریہ آل ابراہیم نہیں تھے۔ بلکہ کوئی غیر قوم تھی۔ جو بقول یورپین محققین کے وسط ایشیاء کے کسی علاقہ سے اٹھی۔ اور آدھی دنیا پر اپنے زور بازو اور زور عقل سے چھا گئی۔ اور جہاں گئی۔ وہاں کے رہنے والوں کو مغلوب کر کے اپنا بندہ اور غلام بنایا۔ تو بتاؤ۔ کہ یہ قوم کون تھی۔ ان کا وطن کونسا تھا۔ وہ کس کی نسل سے تھی۔ اور کس بناء پر انکو یہ شرف بخشا گیا۔ حالانکہ ان کے ساتھ یا ان کے آباؤ اجداد کے ساتھ کوئی وعدہ نہیں تھا۔ کہ خدا انکو تمام عالم پر فضیلت کی ڈگری دے گا۔ پھر خدا نے وعدے کے خلاف ایسا کیوں کیا۔ وعدہ فضیلت و اصطفیٰ تو آل ابراہیم کے ساتھ تھا۔ کہ میں ان کو امام اور پیشوا بناؤں گا۔ لیکن عجیب اندھیر ہے۔ کہ یہ وعدہ اور عہد اس گمنام قوم کے حق میں پورا کیا گیا۔ جن کے وطن اور مورث اعلےٰ کو آج تک کوئی جانتا ہی نہیں۔ بلکہ ابھی تک اس کی تلاش ہو رہی ہے۔ سائرس اور سکندر کو وہ عظیم الشان سلطنت بخشی۔ کہ اس کی نظیر کسی اور جگہ ڈھونڈنا عبث ہے۔ حضرت داؤد اور سلیمانؑ کی سلطنت ان سلطنتوں کے آگے محض پاسنگ کا وزن رکھتی ہے۔ بلکہ میں یہ کہوں گا۔ کہ دارا اور اشوک کی سلطنتیں بھی بلحاظ وسعت اور شوکت کے سلیمان کی سلطنت سے بڑھکر تھیں۔ پھر قرآن کی یہ آیت جس کو ہم لکھ چکے ہیں۔ فقد اتینا آل ابراھیم الکتاب والحکمۃ واتینا ھم ملکًا عظیمًا۔ یہاں تک ڈھل پکار پکار کر کہہ رہی ہے۔ کہ آل ابراہیم کو ہم نے ملک عظیم دیا تھا۔ اور اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے ہمنے پیچھے کسی جگہ بیان کیا ہے۔ کہ اگر ملک عظیم سے

مراد اسرائیل یا اس کی سلطنت لوگے۔ تو یہ واقعات تاریخی کے برخلاف ہوگا۔
کیونکہ حضرت سلیمان کے زمانے میں ہی اسیریا کی سلطنت موجود تھی۔ جو
اپنی شان میں اسرائیلی سلطنت سے کہیں بڑھ کر تھی۔ اس صورت میں اسرائیلی
سلطنت کو اسیرین سلطنت پر کونسی فضیلت ہوئی۔ اور کیوں یہ طرۂ
افتخار اسرائیل کی دستار میں لگایا جاتا ہے۔ جبکہ ان سے بڑھ بڑھ کر
بانکے نوجوان موجود ہیں۔ بہرحال اگر اہل میڈیا۔ اہل ایران اور اہل ہند
کو (یعنے قدیم آریہ ہندوؤں کو) آل ابراہیم قرار نہ دوگے۔ تو بائیبل اور
قرآن دونوں کی پیشگوئیوں پر بڑا حرف آئے گا۔

من از تحقیق حق گفتم تو خود ہم فکر کن بارے
خرد از بہر این روز است اے دانا و ہشیارے

یہ ریاست کچھ عرصہ کے بعد موآبیوں کی ریاست مشہور ہوگئی۔ اور شہر
آر موآبیوں کا آر کہلانے لگا۔ دیکھو نقشہ کنعان و شام۔ قدیم موآب کی حقیقت
ہم پیچھے مفصل بیان کر چکے ہیں۔ اور دلائل سے واضح کر چکے ہیں۔ کہ یہ
اصطلاح بائبل کی ایجاد ہے۔ ورنہ قوم موآب۔ اودنی قوم ہی کی ایک شاخ
ہے۔ ان سے الگ کوئی قوم نہیں۔

اہل آر کا مذہب اور تمدّن

اہل آر یا آریوں کا مذہب اس زمانے میں خالص توحید تھا۔ ابراہیمی نسل
ہونے کی وجہ سے کہا جاسکتا ہے۔ کہ وہ مسلم اور حنیف تھے۔ اسی پاک دین
کی برکت سے جہاں جاتے تھے۔ نصرت اور فتح ان کی رکاب میں چلتی تھیں
لیکن ریاست آر کے اصلی باشندے اموری اور حوری وغیرہ قوموں کے لوگ

مشرک تھے۔ آل ابراہیم یعنے ابراہیمؑ کے خاندان اور آپ کے متبعین کو چھوڑ کر تمام روئے زمین پر اس وقت قوموں کا یہی مذہب تھا۔ کہ کوئی ستارہ پرستی میں مبتلا ہے۔ تو دوسری شمس پرستی میں گرفتار۔ اور تیسری قمر کے آگے جھکنے کو وجہ فلاح سمجھتی ہے۔ ہندوستان میں اس وقت دراوڑ قوم کا عروج تھا۔ ان کی مار پرستی تمام ہندی تاریخوں میں مذکور اور مشہور ہے۔ جبھی تو قرآن نے آل ابراہیمؑ کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا۔

ان اللہ اصطفےٰ ادم ونوحًا وال ابراھیم وال عمران علے العالمین۔ یعنے آدمؑ اور نوحؑ کے دو الف گذر جانے کے بعد ہمنے ابراہیمؑ کے گھرانے کو برگزیدہ کیا۔ اور دینی اور دنیاوی انعام ان پر نازل کئے۔ پھر جب ابراہیمؑ کے پیدائش پر بھی دو ہزار برس گذر گئے۔ تو مریم صدیقہ کے بطن سے مسیح علیہ السلام کو پیدا کر کے آل عمران کو تمام قوموں پر برتری دی۔

یہاں ایک نکتہ قابل یاد رکھنے کے ہے۔ لیکن اس آیت میں آل ابراہیم اور آل عمران کے درمیانی زمانے میں اللہ تعالےٰ نے کسی قوم کا نام نہیں لیا۔ جو آل ابراہیمؑ کی طرح برگزیدہ اور مصطفےٰ کی گئی ہو۔ پس اگر آریہ قوم کوئی ایسی ہی قوم تھی۔ جو آل ابراہیمؑ سے خارج وجود رکھتی تھی جس کی ذریت میں کئی پیغمبر پیدا ہوئے۔ اور جن کی سلطنت سلطنت اسرائیل سے شان وشوکت اور وسعت کے اعتبار سے بڑھ کر تھی تو ضرور اللہ تعالیٰ اس کا ذکر کتاب مجید میں کرتا۔ پس قرآن شریف کا اس ذکر سے ساکت رہنا اس امر کی دلیل ہے۔ کہ مسیح علیہ السلام سے پہلے دنیا میں سوائے آل ابراہیم کے اور کوئی قوم نہیں گذری جسکو خدا نے اپنی جناب میں برگزیدہ کیا ہو۔ فتدبر۔

باب پنجم

ریاست یا سلطنت متّانی

اِس قدر لکھ چکنے کے بعد اب ہم آریوں کی دوسری سلطنت یا ریاست کا ذکر کرتے ہیں۔ جو متانی کے نام سے مشہور ہے۔ اور جو تحقیق تاریخ عالم مصنفہ راجرس (Rodger's History of the world) ۰۷ہ ۱ ق۔م سے لے کر ۱۱۲۰ تک شمالی عراق یا آرام نہریم (جیسا کہ بائبل میں اس کا نام ہے۔) میں قائم رہی۔ اس ریاست کی عظمت اور رعب کے بارے میں راجرس کی تاریخ کا بیان حسب ذیل ہے۔

"زمانہ قدیم کی مشہور حکومتوں میں سے ایک ریاست متانی تھی۔ جن کو مصریوں نے نہرین لکھا ہے۔ لیکن بائبل میں اس کا نام آرام نہریم ہے لیکن اسوقت ہمارے پاس اس کی تاریخ سلسلے وار یہاں موجود نہیں ریاست متانی کا شمار ان چھوٹی ریاستوں میں کرنا ضروری ہے۔ جو دنیا کی ترقی میں اثر پذیر ہوئی ہیں۔ لیکن جن کی گھر کی تاریخ کا پتہ چلانے کے ہم ناقابل ہیں"

راجرس صاحب نے بالکل سچ فرمایا حقیقت میں متانی اور آر کی دونو ریاستوں نے نہ صرف گردونواح کے ممالک کو روشنی بخشی۔ بلکہ یہی وہ دو ریاستیں ہیں۔ جو آریہ قوم کا مخرج ہیں۔ اور جن کو انکے بھائی بند آج تک ڈھونڈتے پھرتے ہیں۔ لیکن کچھ پتہ نہیں ملتا۔ ان کی وہی مثل ہے۔

کہ لڑکا بغل میں۔ ڈھنڈورا شہر میں۔
دیکھو اتنے بڑے محقق کے منہ سے کس طرح خدا تعالےٰ نے سچا کلمہ نکلوا دیا۔ انہوں نے اسی جگہ آکر یاس کے آثار دکھلائے۔ جہاں امید کی جھلک نظر آنی چاہیئے تھی۔ اور جس کان کی تہ میں گوہر مقصود موجود تھا۔ اس کے دروازے پر ہی پہنچکر ان کی نظر چوک گئی۔ اور وہ مایوسی کے عالم میں واپس لوٹ آئے ؎

قسمت تو دیکھئے۔ کہ کہاں ٹوٹی جا کمند ٭ دو چار ہاتھ جبکہ لب بام رہ گیا۔

اس کی کیا وجہ ہے؟ وجہ صرف یہ ہے۔ کہ ان کی تحقیقات کے ساتھ نور الہام کی رفاقت نہیں۔ ہم بھی بلاشبہ خالی عقل اور تحقیق کی رہبری میں وہاں تک نہ پہونچ سکتے۔ اگر ہمارے ساتھ آیاتِ قرآن کی روشنی نہ ہوتی۔ قرآن نے ہمیں حضرت ابراہیمؑ کے مکمل اور صحیح حالات بالاستیعاب بتلائے۔ اس نے ہمیں خبر دی۔ کہ محمدؐ رسول اللہ سے پیشتر کے ڈھائی ہزار سال کے عرصے میں یعنے حضرت ابراہیمؑ کی بعثت کے بعد جتنے نبی گذرے ہیں۔ وہ سب ذریت ابراہیمؑ ہی تھے۔ یہ اتنی بڑی عظیم الشان خبر ہے۔ کہ دنیا کے بڑے سے بڑے مورخ اور بڑے سے بڑے محقق اس کے بیان کرنے سے ہچکچاتے رہے ہیں۔ اور اب بھی ہچکچاتے ہیں۔ لیکن قرآن چونکہ خدائے عالم الغیب کا کلام ہے۔ اس لئے اس نے بلا تامل کہہ دیا۔

وجعلنا فی ذریته النبوة والکتاب واتیناه اجره فی الدنیا وانه فی الاٰخرة لمن الصالحین ہ یعنے ہم نے ابراہیمؑ کی ذریت میں تشریعی اور غیر تشریعی نبوت جاری رکھی (یہاں تک کہ اے محمدؐ تیرا زمانہ آگیا) اور ہمنے ابراہیمؑ کی قربانیوں کا اجر اسی دنیا میں دیدیا۔ اور آخرة میں بھی وہ صالحین میں سے

ہوں گے"۔

چونکہ ہمنے بھی اسی قرآنی نور سے اقتباس کیا ہے۔ اور ہم قرآن کے نور کو اپنا ہادی اور پیشوا یقین کرتے ہیں۔ اس لئے ہمنے اس الہام کی روشنی میں اس بحر ظلمات سے جسمیں اہل یورپ کی کشتیِ تحقیق اس وقت تک ڈگمگا رہی ہے۔ وہ گوہر نایاب ڈھونڈ نکالا۔ جس کی ضیاء اور چمک دمک کے آگے بحرین کے موتی بھی شرمندہ ہیں سے

ایں سعادت بہ عقل و دانش نیست ؎ تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

راجرس صاحب نے ریاست متانی سکا جو حال اپنی تاریخ میں لکھا ہے۔ اس کو نقل کرنے کے بعد جب ہم اہل متانی کے مذہب کی جستجو کرتے ہیں۔ تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ لوگ چودھویں صدی ق۔ م میں متھرا۔ اندرا اور نستیا (برنج جوڑہ) وغیرہ دیوتاؤں کی پرستش کرتے تھے۔ (دیکھو انسکلو پیڈیا آو ریلیجنز اینڈ ایتھکس جلد ہفتم متھرا ازم) مگر یہ مذہب وہاں کے اصلی باشندوں کا معلوم ہوتا ہے۔ جب آریہ لوگ وہاں پہنچے۔ اور وہاں ان کی حکومت قائم ہوگئی۔ تو رفتہ رفتہ وہ بھی اصل باشندوں کے رنگ میں رنگین ہو گئے۔ یعنے انہوں نے بھی ان اصل باشندوں کے دیوتاؤں کی پرستش شروع کردی۔ حالانکہ وہ ایک موحد قوم تھی۔

عناصر پرستی کے اس ابتدائی عنصر میں انڈو یورپین اقوام (یعنے فرنگی اور ہندی آریوں) کے اس مشرکانہ مذہب کا کھوج نکالا جاسکتا ہے۔ جو یورپ اور ہندوستان اور ایران میں پہنچکر انہوں نے اول اول اختیار کیا۔ ویدوں میں جن دیوتاؤں کا ذکر ہے ان کی پیدائش گویا متانی کی سرزمین میں ہوئی تھی۔

غرض ریاست متانی وہ پہلی ریاست ہے۔ جس پر اہل آر یعنی [illegible] نسب سے
اوّل سنہ ۱۴۷۰ء ق۔م میں قابض ہو کر وہاں ایک طاقتور سلطنت کی بنیاد ڈالی۔
جو ۳۵۰ برس تک وہاں قائم رہی۔ راجرس صاحب اس حقیقت کو تسلیم
کرتے ہیں۔ کہ اُس ریاست کا رسوخ بہت زبردست تھا [illegible] ریاستوں
میں سے ایک تھی۔ جو ترقیٔ عالم میں بہت کچھ اثر انداز اور ممد ہوئی ہیں"۔ لیکن
وہ اس پر کوئی دلیل قائم نہیں کر سکے۔ اور اس بارے میں انہوں نے اپنی لاعلمی
اور بے مائیگی کا اقرار کیا ہے۔ کیونکہ وہ کہتے ہیں۔ کہ اُس (ریاست) کے گھر
کی تاریخ کا پتہ چلانے کے ہم ناقابل ہیں"۔

"ہم راجرس صاحب اور انکے بھائی ہندوؤں کو اطلاع دیتے ہیں
کہ متانی ہی وہ ریاست ہے جہاں سے آپ کے آبا و اجداد آج سے
۳۳۰۰ برس پیشتر ہجرت کر کے بحیرہ اسود کے سواحل کیساتھ ساتھ چلکر
یورپ میں داخل ہوئے۔ اور فرنگی کہلائے۔ سب سے پہلے آپ ہی کے بزرگ تھے۔ جنہوں نے
غالباً اولوالعزمی کے جذبے سے متاثر ہو کر اپنا وطن مالوف ترک کیا۔ اور یورپ کے
میدانوں کو اپنی رہنے کیلئے انتخاب کیا۔

پس آپ لوگوں پر خدا کا شکر واجب ہے۔ کہ ایک ہندی نژاد مسلم نے جواز روئے
نسب آپ کا بھائی ہے۔ آپکو آپکے وطن اوّلین کا نشان دیدیا۔ جسکو آپ
ڈھونڈ ڈھونڈ کر تھک چکے تھے"۔

اس پر مستزاد یہ ہے۔ کہ کچھ عرصہ کے بعد اس ریاست کے بعض قبائل
یہاں سے ہجرت کر کے میڈیا اور پرشیا (یعنی ایران) میں سکونت پذیر ہوئے۔
اور بعض آگے بڑھے۔ اور چلتے چلتے دریائے سندھ کے کناروں پر جا کر دم
لیا۔ اس ملک کی فضا ایسی بھائی۔ کہ بس یہیں کے ہو رہے۔ ان کو یہاں
ٹھہرے ہوئے سو برس بھی نہ گذرے ہونگے۔ کہ پیچھے پیچھے مہاجرین کا ریلے
پر ریلہ آنے لگا۔ اور ہوتے ہوتے تیرھویں صدی ق۔ م میں پنجاب کے
پانچوں دریاؤں کے کنارے آریہ قوم تھی۔ یا ان کے سبز لہلہاتے کھیت اور ان کی مویشی
کے گلے۔ پس آریہ ہندو متانی سے نکل کر ایران کی راہ سے ہندوستان پہنچے۔

اس بات کے ثبوت میں کہ ہندی آریہ متانی سے چلکر یہاں پہونچے۔
ہم انسائیکلو پیڈیا۔ آو ریلیجنز اینڈ ایتھکس جلد ہفتم کے مضمون متھرا ازم۔
(مذہب متھرا) سے ذیل کا اقتباس پیش کرتے ہیں۔

"ان کتبوں سے جو سنہ ۱۹۰۷ء میں ایچ ونکلر صاحب کو بوغز کیبی کے مقام
پر ملے ہیں۔ خصوصاً اس عہد نامہ سے جو سبی لولیوما شاہ ہتی اور متنازہ
بسر تشرتحہ (دشرتحہ؟) شاہِ متانی کے درمیان قرار پایا۔ ظاہر ہوتا ہے۔ کہ
چودھویں صدی ق۔ م میں علاقہ متانی کے اندر متھرا۔ ورن۔ اندرا اور نستیہ
(یعنے یمج جوڑا) کی پرستش ہوتی تھی"

کیا تشرتھ یا دسترتھ کا نام رامچندر جی کے والد کی یاد کو تازہ نہیں کرتا ہے
اور کیا ورن اور اندر وہی دیوتا نہیں۔ جن کے ذکر سے وید اور شاستر بھرے
پڑے ہیں۔ کیا متھرا وہی دیوتا نہیں۔ جو ایرانی قوم کے دیوتاؤں میں اسقدر ممتاز
حیثیت رکھتا ہے۔

اس کتبہ کی موجودگی میں کیا اب بھی کسی کو یہ شک ہو سکتا ہے۔ کہ اہل متانی

اور اہل ہند اصل کے لحاظ سے ایک ہیں۔ ضرور ایک ہیں۔ چنانچہ ایک جرمن مصنف ایڈورڈ میر اپنی تصنیف

مطبوعہ ۱۹۰۸ء کے صفحہ ۱۴ میں اس کتبے کو اس امر کے ثبوت میں پیش کرتا ہے۔ کہ متانی میں ایک آریہ قبیلہ موجود تھا۔ اور وہ لکھتا ہے۔ کہ قبیلہ مذکور ایک غیر آریہ قوم پر حکمران تھا۔ (بحوالہ انسکلوپیڈیا مذکورۃ الصدر)

اس جرمن مصنف کے ساتھ ہمیں حرف بحرف اتفاق ہے لیکن ہمیں انسکلوپیڈیا مذکورۃ الصدر کے اس ریمارک سے قطعاً اختلاف ہے۔ جو اس نے اپنی طرف سے متوہمانہ رنگ میں لکھا ہے۔ وہ لکھتا ہے۔ کہ "ممکن ہے ہندوستان سے کوئی فرقہ آریوں کا شمال مغرب کی طرف واپس لوٹ آیا ہو"۔

انسکلوپیڈیا کے غریب مصنف کو جب اور کوئی معقول وجہ اس حماقت کی نہ ملی۔ تو جھنجلا کر یہی کہدیا۔ کہ شاید ہندوستان سے کوئی فرقہ آریوں کا واپس متانی کو لوٹ آیا ہو۔ اس غریب کو یہ معلوم نہیں۔ کہ ندی کا پانی جب سمندر یا دریا میں جا ملے۔ تو وہاں سے واپس نہیں آیا کرتا۔

بھائیو۔ عزیزو۔ ان توہمات میں کیوں پڑتے ہو۔ ابراہیم علیہ السلام کی عظیم الشان شخصیت اور ان کی مقدس سوانحعمری سے قرآنی روشنی میں واقفیت حاصل کرو۔ تاکہ تم پر اصلیت کا انکشاف ہو۔ اٹکل پچو باتیں کہنے سے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ اصل بات ہمنے بیان کردی۔ اب اگر کوئی بھنگ کے نشے میں یہ کہدے۔ (جیسا کہ ہمارے سماجی بھائی آئے دن اخبارات میں لکھتے رہتے ہیں۔) کہ تمام ممالک کی آبادیوں کا سرچشمہ ہندوستان ہے۔

یہیں سے نکل کر ہندوستانیوں کی ذریت نے ممالک غیر جیسے کہ شمالی مغربی یورپ اور امریکہ کا دیس آباد کیا۔ اور جب کورو پانڈو کی جنگ سری کرشنؑ کے زمانے میں ہوئی ہے۔ (قریباً ۵۰۰۰ ق۔ م میں) تو اس وقت پاتال دیش یعنی امریکہ (شمالی اور جنوبی) کے آریہ راجاؤں اور بادشاہوں نے متخاصمین کی امداد کے لئے فوجیں بھیجی تھیں۔ بلکہ اکثر راجہ بہ نفس نفیس اس جنگ میں شریک ہوئے تھے۔ تو وہ اپنے قول کا آپ ذمہ وار ہوگا۔ اور ممکن ہے بعض اصحاب کو اس قدر روشن دلائل کے بعد اطمینان حاصل نہ ہو پس ایسے اصحاب کی خدمت میں ہم بادب التماس کرتے ہیں۔ کہ ذرا صبر سے کام لیجئے۔ کھانا چنا جا رہا ہے۔ یہ تو پلاؤ کی رکابی تھی۔ جو آپ کے آگے رکھی گئی۔ زردہ متنجن۔ قورمہ۔ پڈنگ۔ کیک۔ کباب۔ مربہ۔ غرضیکہ ہر شے ایک ایک کرکے آپ کے آگے آئے گی۔ اتنی بڑی ضیافت ہر شخص کو کہاں نصیب ہوتی ہے۔ آپ کو شکر کرنا چاہیئے۔ کہ آپکو اس دعوت میں مدعو کیا گیا۔ پس ایک ایک چیز کو دیکھئے۔ ٹٹولئے۔ سونگھئے۔ چکھئے۔ انشاءاللہ کسی شئے کو آپ بدمزہ نہ پائیں گے۔ لیجئے وہ زردہ کا طباق آیا۔ واہ کیا خوشبو ہے۔ اور کیا رنگت۔ دیکھتے ہی آنکھوں میں طراوت آگئی۔

باب ششم

آریہ اقوام کے اولادِ عیسو ہونے پر ایک اور زبردست شہادت،

آریہ اقوام کی رنگت،

کتاب پیدائش باب ۲۵-۲۶ میں عیسو کی پیدائش کا ذکر حسب ذیل ہے۔ "اور پہلا پیدا ہوا۔ تو اس کا رنگ لال تھا۔ سارا بدن ایسا سرخ جیسے پشم۔ اور انہوں نے اس کا نام عیسو رکھا"

جس کے مورث اعلیٰ کی رنگت پشم جیسی سرخ ہو اس کی اولاد کیوں نہ سرخ و سپید ہوگی۔ یورپین قوموں کو آریہ ہونے کا دعویٰ ہے۔ انکے چہروں اور بدنوں کو دیکھ لو۔ از سرتا پا سرخ ہیں یا نہیں؟ ایسے ہی ایک چہرے کی جھلک کو دیکھکر جناب احمق نے چند سال قبل یہ شعر کہا تھا ؎

مارا ہے مجھکو ایک مس سرخ فام نے ؛ کشتہ ہوں میں مرکب خبث الحدید کا

دوسرے درجے پر ایرانیوں کو دیکھو۔ تو نور علیٰ نور سبحان اللہ کیا چہرے ہیں۔ سرخ و سفید رنگت ہے۔ کہ آنکھوں میں کھبی جاتی ہے۔ اسی قسم کے ایک روئے زیبا پر حافظ جیسے صوفی صافی اس کی قیمت میں اپنی یا امیر

تیمور کی ساری جاگیر لُٹا دینے پر تُل گئے تھے ؎

اگر آں ترک شیرازی بدست آرد دل مارا
بخالِ ہندوش بخشم سمرقند و بخارا را

آریہ قوم کی تیسری شاخ وہ ہے - جو ہند میں چلی آئی - اور کچھ عرصے کے بعد ہندو کے لقب سے مشہور ہوئی - یہاں ہم اس بحث میں نہ پڑینگے کہ ہندو کا لقب ان کو کیوں ملا - اور کب ملا ؟ کیونکہ ان اوراق میں اس کی گنجائش نہیں - یہ مضمون الگ ایک مستقل مضمون ہے - اور کسی دوسری صحبت میں اس کی تاریخ بھی ہدیہ ناظرین کر دیجائے گی - اس وقت رنگت کا مسئلہ درپیش ہے - آریہ ہندوؤں کی جب وہ اول اول دریائے سندھ کے کنارے آکر آباد ہوئے - رنگت اور خط و خال کیا تھے ؟ تمام مورخ متفق اللفظ ہو کر بیان کرتے ہیں - کہ آریہ قوم کے لوگ جب ہندوستان میں داخل ہوئے - گورے - اور سُرخ رنگ کے تھے - اونچی ناک - بدن سڈول - اور قد لمبے تھے - جباڑوں کو بہت پسند کرتے تھے -

بلاشُبہ یہ حُلیہ ان کا اس وقت تھا - جبکہ وہ اس ملک میں تازہ وارد تھے - مگر میں کہتا ہوں - کہ آج تین ساڑھے تین ہزار سال گذر جانے کے بعد بھی ہندو دیویوں کی تیکھی - چتون اور چمپئی رنگت پر کیا گل و نرگس ہزار جان سے قربان نہیں ہو جاتے - اور کیا جس شخص نے پدمنی کی تعریف میں کہا ؎

لاکھ تصویروں میں تھی اک تری زیبا تصویر
تجھ کو قدرت نے بنایا تھا سراپا تصویر

اس نے کچھ مبالغہ سے کام لیا - ہرگز نہیں بعض اصحاب یورپین لیڈیوں کے حسن و شمائل کی تعریف کرتے کرتے سیر نہیں ہوتے - لیکن انصاف کہتا ہے

کہ کہاں فرنگی نیلی آنکھ اور کہاں ہندی چشم سیہ مست ؎

نازہے گل کو نزاکت پہ چمن میں اے ذوق
اس نے دیکھے ہی نہیں نازو نزاکت والے

اب سوال یہ ہے۔ کہ آریہ قوم کی تینوں شاخوں۔ یعنے فرنگیوں۔ پارسیوں اور ہندوؤں میں رنگت اور شمائل کی اس دلنواز مماثلت کا کیا راز ہے؟ آخر یہ شدید مشابہت خط و خال بلا وجہ تو ہو نہیں سکتی ؎

چرخ کو کب یہ سلیقہ ہے ستمگاری میں
کوئی معشوق ہے اس پردۂ زنگاری میں

رنگت۔ خط و خال کا موروثی ہونا عالمانِ علم النفس کے نزدیک امر مشہود و محسوس ہے۔ پھر کیوں نہ انکو عیسو کی اولاد یقین کیا جائے۔

اور سچ پوچھئے تو رنگت کی یہ دلنواز کیفیت جو آریہ اقوام میں پائی جاتی ہے۔ اس کی نظیر نہ عربوں میں ملتی ہے۔ نہ یہودیوں میں۔ رہے حبشی (حامی) اور چینی (یافثی) ان کا ذکر اس موقعہ پر لاحاصل ہے۔ ایک سیہ فام ہیں۔ تو دوسرے زرد فام۔

باب ہشتم
اہل میڈیا

اہل متانی کے بعد آریوں کی اس شاخ کا ذکر لازم ہے۔ جو اپنے شہر آر سے نکلکر میڈیا میں آباد ہوئے۔ یہاں بھی چند صدیوں تک اگرچہ ان کی

تاریخ اندھیرے میں ہے کیونکہ ابھی تک ان کو حکمرانی نصیب نہ ہوئی تھی لیکن فارسی تاریخوں شاہنامہ وغیرہ سے اتنا ثابت ہے۔ کہ ایک ہزار سال تک وہاں ضحاک تازی یعنے خاندان ضحاک حکمران رہا۔ یہ ضحاک غالباً وہی ہے جسکو انگریزی مورخوں راجرس وغیرہ نے

لکھا ہے۔ عکاظ اس کا دار الحکومت تھا۔ اور اس کی سلطنت مشرق میں دور تک پھیلی ہوئی تھی۔ اس لحاظ سے خاندان ضحاک کا عہد حکومت تخمیناً ۲۲۰۰ ق۔ م سے ۱۲۰۰ ق۔ م تک سمجھنا چاہیئے ۱۲۰۰ ق۔ م میں فریدون تخت نشین ہؤا جس کا ذکر تمام فارسی تاریخوں میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہے۔ اور گو ان بیانات میں بہت سا رنگ قصوں کا ملا ہؤا ہے۔ لیکن پھر بھی فطرتماتر ڈالنے والا انسان اصلیت کو پا ہی لیتا ہے۔ ناسخ التواریخ کے مصنف نے فریدوں کو جمشید کی نسل سے بتایا ہے جو سامی الاصل تھا۔ فریدوں کا سامی الاصل ہونا ہمیں مسلّم ہے۔ کیونکہ ابراہیمی خاندان سب کا سب سامی الاصل ہے لیکن اس کو جمشید کی نسل سے قرار دینا محض ایک قصہ ہے جس کا کوئی ثبوت نہیں۔ اور ہم ایسے ہرگز مان نہیں سکتے۔ پس ہماری تحقیق میں فریدوں آریہ نسل یعنی بنی عیسو کا ایک بچہ تھا۔ جسکو قدرت کردگار نے ایران کی بادشاہی کے لیئے محفوظ رکھا تھا۔

آریہ قوم جب میڈیا میں آکر آباد ہوئی۔ تو ضحاک کے خاندان کے عربی الاصل بادشاہوں کی محکوم بنکر رہی۔ اور یہ واقعہ پندرہویں صدی قبل مسیح میں ہؤا۔ متانی کی سلطنت بھی اسی زمانے میں قائم ہوئی۔ ضحاک کے خاندان نے اخیر میں آکر محکوم قوم آریہ پر سخت ظلم و جور شروع کیئے۔ تو کاوہ آہنگر کی سرکردگی میں تمام ملک کی تمام رعایا خاندان عربی کی مخالفت اور بیخکنی کو اٹھی

جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ عربی سلطنت کی اینٹ سے اینٹ بج گئی۔ اور فریدول جس کی رگوں میں عیسو کے خاندانِ شاہی کا خون موجود تھا۔ تختِ شاہی پر متمکن ہوا۔ اسیطرح ایران میں پہلا آریہ خاندان بارھویں صدی ق۔م میں برسرِ حکومت ہوا۔ اور ایک عظیم الشان عجمی یا آرین یا میڈین سلطنت کی بنیاد پڑی۔ جو سائرس ذوالقرنین کے عہد یعنے ۵۲۹ ق۔ م تک بے نظیر شان و شوکت اور رعب و جلال کے ساتھ ایران میں قائم رہی۔ اگرچہ سائرس بھی آریہ تھا۔ لیکن جغرافیائی لحاظ سے اس کو فارسی کہا جاتا ہے۔ اور چونکہ اس نے ہند اور فارس (میڈیا اور پرشیا) دونوں ملکوں کو اپنے زیرنگیں کیا۔ یا یہ کہ چونکہ وہ مشرق اقصٰے سے لیکر مغرب اقصٰے تک حکمران تھا۔ اس لئے اس کو ذوالقرنین کہتے ہیں۔ یعنے دو طاقتوں یا سلطنتوں کا مالک۔ اور یاد رہے۔ کہ سائرس ہی وہ ذوالقرنین ہے۔ جس کا ذکر قرآن کریم کی سورۂ کہف رکوع ۱۱ میں ہے۔

ویسئلونک عن ذی القرنین۔ قل ساتلوا علیکم منہ ذکراہ

ذیل میں ہم (median Empire) یعنے سلطنت میڈیا کے عظیم الشان اور مشہور عالم بادشاہوں۔ فریدول۔ منوچہر۔ کیقباد۔ کیکاؤس کا مختصر سا ذکر کرتے ہیں۔ اور اس میں ان بادشاہوں کا مذہب اور ان کی سلطنت کی شان و شوکت کی طرف بھی اشارہ کرینگے۔ اور یہ بھی بتائیں گے۔ کہ ان بادشاہوں کے عہد میں ہندوستان پر پے در پے حملے ایرانیوں نے کئے۔ اور یہ کہ اس سلطنت کا ہندوستان کے مذہب زبان اور تمدن پر بڑا زبردست اثر پڑا۔

سلطنت میڈیا کے تعلقات ہندوستان کیساتھ اور ہندی تمدّن و تہذیب پر اس کا زبردست اثر

واضح ہو۔ کہ یہ تمام بادشاہ نسباً آریہ یعنے اولاد عیسو سے تھے۔ ان کا مذہب اسلام تھا۔ یعنی دین ابراہیم اور شریعت موسوی کے متبع تھے۔ منوچہر کے متعلق لکھا ہے۔ کہ وہ حضرت سلیمان کا ہمعصر تھا۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ چونکہ مصر سے لے کر ہندوستان تک پہنچی تھی لہذا منوچہر نے برضا و رغبت آنحضرت صلعم سے بیعت کی تھی۔ اور شریعت موسوی کی اتباع کو ذریعہ نجات سمجھتا تھا۔ اور اسی بنا پر حضرت سلیمان کی خدمت میں تحفے تحائف اور نذرانے بھیجتا تھا[1]۔ (ناسخ التواریخ جلد اول)

منوچہر کے جانشینوں کا حال بھی اسی سے قیاس کر لو۔ مشرق میں ان کی

[1] :۔ ناسخ التواریخ میں یوں مرقوم ہے "اما با ایں ہمہ حشمت منوچہر را در خدمت سلیمان اظہار ارادت میرفتہ او بہ پیغمبری یاد میداشت۔ و بالشریعت موسوی میزیست و از ارسال تحف و ہدایا جز درگاہ سلیمان مضائقت نمی فرمودگاز مولفان اوراق میگوید) کہ منوچہر در حضرت سلیمان تحف و ہدایا مریدانہ و مخلصانہ میفرست۔ زیرا کہ خود را بندۂ آں درگاہ عالی میدانست۔ اندریں حالات مضائقت کردن چہ معنی دارد۔"

منہ

حکومت نہایت وسیع تھی۔ چنانچہ افغانستان کے علاوہ پنجاب کی سرزمین پر توران کا پورا تسلط اور اقتدار تھا۔ چنانچہ ناسخ التواریخ میں لکھا ہے کہ منوچہر کے زمانے میں افغانستان اور پنجاب کے گورنر رستم کے دادا پردادا سام اور نریمان تھے۔ اور ان کی حکومت میں پنجاب کا ملک بھی داخل تھا۔ اس زمانے میں ہندوستان میں اگرچہ بے شمار چھوٹے چھوٹے راجہ حکمران تھے لیکن چندر بنسی خاندان کے راجہ مہاراجہ ادھیراج کہلاتے تھے۔ ناسخ التواریخ میں ان کے نام بھی مذکور ہیں۔ چنانچہ لکھا ہے کہ کرشن کا بیٹا مہاراج تھا۔ اور مہاراج کے بعد کیشو رائے یا کیشو راج اس کا جانشین ہوا۔ رستم کے پردادا نریمان کی خدمت میں کیشو راج تحفے تحائف بطور نشان موالات بھیجا کرتا تھا۔

کیشو راج کی وفات پر فیروز رائے ہندوستان کا مہاراجہ ادھیراج مسلّم ہوا۔ اس کے زمانے میں رستم کے دادا اور پردادا دونوں کا انتقال ہوا۔ اور حکومت سیستان اس کے باپ زال کے حصے میں وراثتاً آئی۔ تو فیروز رائے نے زال کو ضعیف جان کر خیال کیا۔ کہ منوچہر کے کاروبار سلطنت میں وہ تازگی نہیں رہی۔ اور اب میں آسانی سے پنجاب اور افغانستان کو ایرانیوں کے قبضۂ اقتدار سے نکال لوں گا۔ چنانچہ آگے بڑھ کر جالندھر پر ہاتھ مارا۔ اور اس پر قابض ہو کر آیندہ کے لئے اسے اپنا دارالحکومت قرار دیا۔ پھر افراسیاب شاہ توران کے ساتھ سازباز شروع کئے۔ تاکہ اس کے ساتھ مل کر سلطنت ایران کو نیچا دکھائے۔

یہ منصوبے ابھی عالمِ خیال میں تھے۔ کہ رستمِ دستان (رستم پہلوان ابن زال) نے جو اس وقت جوانی کے زوروں میں بھرا ہوا تھا۔ پنجاب پر دھاوا بول دیا۔

اور فیروز رائے کا قصد کیا۔
فیروز رائے افغانی اور سیستانی فوجوں کا مقابلہ نہ کر سکا۔ چنانچہ شکست کھاکر اپنے اصل وطن (ہندوستان) کی طرف بھاگ گیا۔ رستم نے صوبہ پنجاب و ملتان و سندھ کو اپنے قبضے میں کیا۔ اور ہر شہر میں اپنے عمال انتظام کے لئے مقرر کئے۔ اس طرح اس مشہور عالم پہلوان کی ہمت سے اس کے آبا و اجداد کا کھویا ہوا اقتدار بحال ہو گیا۔

حضرت سلیمان کی ہند پر لشکر کشی

اس ضمن میں حضرت سلیمان کی ہندوستان پر لشکر کشی کا ذکر بھی ضروری معلوم ہوتا ہے۔ جو اسی فیروز رائے کے عہد میں ہوئی۔ اور اس سے ہمیں یہ دکھانا مقصود ہے۔ کہ ہندوستان پر دین اسلام کا کس قدر اثر ہوا ہوگا جب کہ ایک طرف ایران کے کیانی بادشاہ اور ان کے سیستانی گورنر پے در پے ہندوستان پر حملہ کر رہے تھے۔ اور دوسری طرف سے ایک اولوالعزم اسرائیلی نبی اور بادشاہ حضرت سلیمان تبلیغ دین کی غرض سے ہندوستان پر اپنی فوج ظفر موج بھیج رہا تھا۔ خیال کرو۔ کہ ان واقعات کا کس قدر زبردست اثر ہندوستان کے مذہب اور تمدن پر پڑا ہوگا۔ آریہ قوم کے راجہ اور خصوصاً چندربنسی راجے جو سری کرشن کی اولاد ہونے کے باعث پہلے ہی موحد تھے۔ اور اگر مرور زمانہ سے ان کے مذہب میں کسی قدر شرک کی ملونی اور دیوتا پرستی شامل ہو گئی ہو۔ تو کیا تبلیغ کے اس قدر زبردست سامانوں کی موجودگی میں وہ باقی رہی ہوگی؟ ان حملوں سے چند صدیاں پیشتر خود سری کرشن

کی ہندوستان میں بعثت اور توحید کی تخم ریزی ہو چکی تھی۔ اس پر حضرت سلیمان اور آپ کے ہم مذہب کیانی بادشاہوں کے حملے اور دونوں ملکوں میں آمد و رفت اور میل جول کی کثرت نے سونے پر سہاگے کا کام کیا ہوگا۔

کیانی حملوں کا مذکور ہو چکا۔ اب ذیل میں ہم ناسخ التواریخ سے حضرت سلیمان کی لشکر کشی ہند کا مختصر حال نقل کرتے ہیں۔ تا ناظرین پڑھیں۔ اور چشم بصیرت کھولیں۔ اور ۔۔ ہندوستان کی وقعت کو جو زمانہ قدیم سے ممالک غیر کی نظروں میں اسے حاصل رہی ہے۔ اپنی آنکھ سے مشاہدہ کریں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام

(از ناسخ التواریخ۔ جلد اول کتاب اول)

از کنارِ فرات تا سر حد مصر و انتہائے ارضِ شام را مسخر نمود۔ حضرت سلیمانؑ و آں طوائف را کہ تا اکنوں خدمت آل اسرائیل را واجبی نمیکردند مطیع و منقاد ساخت و ایں ممالک را بنظم و نسق کرد۔ و پانصد و پنجاہ تن حاکم و فرماں گزار بر گماشت۔ تسخیر دیگر۔ ممالک را تصمیم داد۔ حیرام ملکِ صور را بفرمود کہ سپاہ خود را با کشتیہائے جنگی مہیا نمود۔ و خود نیز کشتیہائے جنگی ساخت و با مردمان رزم دیدہ بسپرد۔ و ایں جملہ را فرمان داد۔ کہ بجانب ہندوستان شدہ آں مملکت را تسخیر نمایند و سکانش را باسلام دعوت کنند۔ پس سپاہ بنی اسرائیل باتفاقِ مردم حیرام کشتی ہائے خویش را عناں بباد۔ سپردہ ہمے تاختند۔ پس از روزے چند کنارِ اراضی ہندوستان بر آمدند۔ سر ہنگانِ فیر درا ئے کہ دریں وقت ملک ہندوستان بود۔

از ورودِ لشکر بیگانہ آگاہ شدند۔ و سپاہے فراواں فراہم کردہ۔ بسوئے ایشاں براہ سپر گشتند۔ وچندیں مصاف با مردمانِ سلیمان دادہ ہمہ وقت شکست یافتہ۔ ہزیمت شدند۔ و آلِ اسرائیل از دنبالِ ایشاں در تسخیر امصار مشغول بودند۔ تا تمامت مملکتِ دہلی را فرد گرفتند۔ و عمالِ فیروز رائے را اسیر و دستگیر کردند۔ و اموال و اثقالِ کافراں را بہ نہب و غارت برگرفتند۔ از جملہ اموال و اثقال ہنوبکہ بحضرتِ سلیمان فرستادند۔ چہار صد و بست بدرہ ذہب خالص بود۔ و بافتہائے رنگین و جواہر ثمین و چوبہائے مختلف کہ بصور مختلفہ مصور و منبت بود۔ از حوصلہ حساب فزونی داشت و ہمچناں مردم آنحضرت در دہلی متمکن بودند۔ و در ہر سہ سال یک نوبت کشتی ہائے خراج بدرگاہیں فرستادندیا۔

منوچہر کے جانشین اور ان کی زبان

منوچہر کے بعد کیقباد اور کیکاؤس دو زبردست شہنشاہ گذرے ہیں۔ ان کو بھی اپنے بزرگوں کی طرح مشرق میں ایک زبردست اقتدار اور رسوخ حاصل تھا۔

ہندوستان کے راجہ مہاراجہ اس خاندان کے بادشاہوں کی فرمانبرداری کو اپنے لئے مایۂ افتخار جانتے تھے۔ ان کیانی بادشاہوں کی زبان آرامی اور عربی سے ملتی جلتی تھی۔ اور ان کی زبردست سلطنت کے رسوخ کے ماتحت عربی اور آرامی زبان کا چرچا پنجاب اور ہندوستان تک تھا۔ اور اسی بنا پر یہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ اس وقت تک ہندوستان میں سنسکرت زبان (ا تلگو فرہنگ کا کے رنگ میں) پیدا نہ ہوئی تھی۔ وہ موریا خاندان کے بعد کی پیداوار ہے۔ چند صدیوں تک ہندوستان میں عربی زبان کی ایک

پڑا کثرت مروج رہی۔ اور چھٹی صدی ق۔ م میں پہلوی زبان کا دور دورہ ایران سے پنجاب تک ہو گیا اس کا ثبوت اس تاریخی واقعہ سے بھی ہوتا ہے۔ کہ رستم کی وفات کے بعد دارا گشتاسپ کے زمانے میں زرتشت نبی بلخ میں آئے۔ تو بیاس جی کی ملاقات کے لئے بلخ میں گئے۔ تو زرتشت کے ساتھ ان کی گفتگو ہوئی۔ زرتشت ایران کے رہنے والے تھے۔ اور پہلوی زبان میں گفتگو کرتے تھے۔ بیاس جی ہندوستانی تھے۔ وہ ان کی زبان کو سمجھتے تھے۔ اور جواب دیتے تھے۔ آپس میں تبادلۂ خیالات اور سوال و جواب ہوئے۔ بلکہ اوستھا کا ایک باب بیاس جی کو پڑھ کر سنایا گیا۔ اور بیاس جی نے کامل تشفی قلب اور شانتی پائی۔ اگر کوئی کہے۔ کہ انہوں نے بذریعہ ترجمان کے گفتگو کی ہو گی۔ تو اس کا بار ثبوت اس کی گردن پر ہے۔ وہ ثابت کرے۔ کہ بیاس جی کے ہمراہ کوئی ترجمان بھی تھا۔ کیونکہ جن تاریخوں میں اس واقعہ کا ذکر ہے۔ وہاں کسی ترجمان کی موجودگی کا کوئی ذکر نہیں۔ بیاس جی اور حضرت زرتشت کی ملاقات کا واقعہ مسیح سے کم از کم ساڑھے پانسو برس پہلے کا ہے۔ اور بعضوں کے نزدیک ۱۰۰۰ برس کا ہے۔ لیکن آخری خیال غلط ہے۔ موجودہ زمانے میں تمام محققین حضرت زرتشت کا زمانہ مسیح سے چھٹی صدی ق۔ م قرار دیتے ہیں پس معلوم ہوا۔ کہ اس زمانے میں سنسکرت کوئی زبان نہ تھی۔ اور ہرگز عوام الناس میں بولی نہ جاتی تھی۔ کیونکہ اگر یہ بات ہوتی۔ تو اس سے تین سو برس بعد راجہ اشوک اپنے احکام کو پالی (پہلوی) زبان میں کندہ نہ کراتا۔ بلکہ سنسکرت زبان میں لکھواتا پس معلوم ہوا۔ کہ حضرت زرتشت کے زمانے میں تو کیا مسیح سے دو ڈھائی سو برس پیشتر تک بھی سنسکرت

اس قابل نہ ہوئی تھی۔ کہ ہندوستان کا شہنشاہ اعظم اس کو کچھ وقعت دیتا۔ بلکہ باقی تمام کرتوں کو چھوڑ کر اس نے پالی (یعنی ایرانی پہلوی زبان جو بہ تغیر بعض الفاظ ولب و لہجہ ہندوستان میں آکر پالی کہلانے لگی تھی) کو ہندوستان کی قرار دیکر اپنے تمام احکام اسی زبان میں لکھوائے۔

باب ہشتم

فارس کے پادشاہ۔ سائرس ذوالقرنین اور اسکے جانشین

میڈیا کے عظیم الشان شہنشاہوں کا ذکر کر چکنے کے بعد پرشیا کے بادشاہوں کا ذکر بھی ضروری ہوا۔ کیونکہ جہاں تک تحقیق کے دفتر شہادت دیتے ہیں۔ یہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ بادشاہ خصوصاً سائرس ذوالقرنین اور اس کے جانشین جن میں دارا گشتاسب بھی ہے۔ میڈیا کے بادشاہوں کی طرح ابراہیمی مذہب رکھتے تھے۔ اور شریعت موسوی کی اتباع کو اپنے لئے باعث شرف جانتے تھے۔ اور آرامی اور عربی زبان کو مقدس اور علمی زبان سمجھکر اکثر مراسلات و مکتوبات اسی زبان میں لکھتے یا لکھواتے تھے۔ اور ہم اوپر لکھ چکے ہیں۔ کہ سائرس ہی وہ ذوالقرنین ہے جس کا ذکر قرآن مجید (سورہ کہف رکوع ۱۱) میں اختصار کے طور پر کیا گیا ہے۔ اس رکوع میں ذوالقرنین کو صاحب تمکنت اور صاحب الہام بیان کیا گیا ہے۔ جیسا کہ

آیات ذیل اس بارے میں شہادت دیتی ہیں۔

(۱) انّا مکنّاہ فی الارض واتیناہ من کلّ شیٍٔ سببًاہ

(۲) قلنا یا ذوالقرنین اما الخ

قرآن شریف کے بعد ہم بائبل کو دیکھتے ہیں۔ تو وہاں عزرا کی کتاب کے پہلے باب میں اسی سائرس کا ذکر پاتے ہیں۔ بائبل کا بیان ہے۔ کہ خدا نے سائرس شاہ پرشیا کے دل میں یہ بات ڈالی کہ اس نے اپنی ساری بادشاہت میں اعلان کیا۔ اور دفتروں سے تحریری احکام جاری کئے۔ چنانچہ ذیل میں ہم بائبل کی کتاب عزرا سے اصل عبارت نقل کرتے ہیں۔ وہو ہذا۔

(۱) اور شاہ فارس خورس (سائرس) کی سلطنت کے پہلے برس میں اس خاطر کہ خداوند کا کلام جو یرمیاہ کے منہ سے نکلا تھا۔ پورا ہو۔ خداوند نے شاہ فارس خورس (سائرس) کا دل ابھارا۔ کہ اُس نے اپنی تمام مملکت میں منادی کرائی۔ اور اوسے قلمبند بھی کر کے یوں فرمایا۔

(۲) شاہ فارس خورس (سائرس) یوں فرماتا ہے۔ کہ خداوند آسمان کے خدا نے زمین کی ساری مملکتیں مجھے بخشیں۔ اور مجھے حکم کیا ہے۔ کہ یروسلم کے بیچ جو یہوداہ میں ہے۔ اُس کے لئے ایک مسکن بناؤں۔ (۳) پس اس کی ساری قوم میں سے تمہارے درمیان کون کون ہے؟ اس کا خدا اس کے ساتھ ہو۔ اور وہ یروسلم کو جو شہر یہوداہ ہے جائے اور خداوند اسرائیل کے خدا کا گھر بنائے۔ (کہ وہی خدا ہے) جو یروسلم میں ہے۔ (۴) اور ہر ایک جو باقی رہا ہو اُن سب مقاموں میں سے جہاں کہیں وہ پردیسی ہوا ہو سو اس مقام کے لوگ سونے چاندی سے اور مال مواشی سے اس کی مدد کریں۔ اور اس کے سوا وہ خدا کے گھر کے لئے جو یروسلم میں ہے اپنے جی کی خواہش سے

ہدیے گذرانیں۔ (۵) تب یہوداہ اور بنیمین کے آبوسی رئیس اور کاہن اور لاوی اُن سبھوں کے ساتھ جن کے دلوں کو خدا نے ابھارا اُٹھے کہ جا کے یروشلم میں خداوند کا گھر بنائیں۔ (۶) اور اُن سب نے جو اُن کے پڑوس میں تھے۔ چاندی کے برتن اور سونے اور اسباب اور مواشی اور قیمتی چیزوں سے اُن کی دستگیری کی۔ اس کے سوا اپنی خوشی سے ہدیئے دیئے۔

(۷) اور خورس (سائرس) بادشاہ نے بھی خداوند کے گھر کے اُن برتنوں کو جنہیں بنوکدنضر یروشلم میں سے لے گیا تھا۔ اور اپنے دیوتوں کے گھر میں رکھا تھا۔ نکال لایا۔ (۸) اور شاہ فارس خورس (سائرس) نے اُنہیں خزانچی مہتر دات کے ہاتھ سے نکلوایا۔ اور اُسنے اُنہیں یہوداہ کے امیر شیش بضر کو گن دیا۔

اِن شہادتوں کی موجودگی میں کیا کوئی کہہ سکتا ہے۔ کہ سائرس نیک طینت۔ پاک فطرت اور یہودیوں کے مذہب کی حد درجے عزت کرنے والا نہ تھا۔ اور شریعت موسوی کے اجرا اور بیت المقدس کے احترام کو سرمایۂ سعادت نہ سمجھتا تھا؟ اور اگر اس میں یہ خوبیاں نہ ہوتیں۔ تو قرآن شریف ہرگز ایک پورے رکوع میں اُس کا ذکر خیر نہ کرتا۔ اور اس کو مورد انفضال و انعام الٰہی قرار نہ دیتا۔

یہود نے بھی بائبل میں اس کی بہت تعریف کی ہے۔ وہ بھی اس علم کی بناء پر ہے۔ کہ علماء یہود کے نزدیک وہ شریعت موسوی کا متبع اور معتقد تھا۔ چنانچہ سائرس کے اپنے اعلان میں ہم ذیل کے حیرت انگیز الفاظ پاتے ہیں :-

"خداوند آسمان و زمین نے مجھے زمین کی تمام بادشاہتیں بخشی ہیں۔ اور یروشلم میں ایک بیت اللہ بنانے کا کام میرے سپرد کیا ہے۔"

دارا گشتاسپ سائرس کے بعد اس کا بیٹا اسفندیار حقیقی معنوں میں اس کا وارث ہوا۔ لیکن وہ اپنے والد ماجد کے لئے بطور ظل کے تھا۔ اس لئے جو اوصاف حسنہ اس کے ہیں۔ وہ اس کے باپ کی طرف منسوب ہونگے.

اس کے بعد Artaxerxes (اسفندیار) ولیعہد نے یروشلم کی تعمیر کو بعض مفسد شریروں کی رپورٹ پر بند کرنا چاہا۔ لیکن یہود کے نبیوں اور بزرگوں نے اس کی کوئی پرواہ نہ کی۔ اور یروشلم کی تعمیر ہوتی چلی گئی۔ حتے کہ اسفندیار مر گیا۔ اور دارا کا زمانہ آیا۔

{دارا گشتاسپ Darius I} وہ سائرس کا ہم پلہ تھا۔ اس کی سلطنت اتنی ہی وسیع تھی جتنی سائرس کی۔ اور مذہب حقہ کے ساتھ اس کی وابستگی کا ذکر خیر قرآن میں نہ سہی۔ لیکن بائبل اس کی مدح میں رطب اللسان ہے۔ کیونکہ اس نے یہود کے ساتھ وہی نیک سلوک کیا۔ جو سائرس نے کیا تھا۔ اور یروشلم کی دوبارہ تعمیر میں جو روڑا بعض ظالم طبع لوگوں نے اٹکایا تھا۔ دارا بادشاہ نے اسے اپنی فراست اور نیک طینتی سے فوراً دور کر دیا۔ (دیکھو بائبل .... کتاب عزرا۔ باب ۲ جس میں آیات ۷-۸-۱۱-۱۷-۱۹-۲۳-۲۴)

اس کے علاوہ دارا بادشاہ کا نام اس لئے بھی زندہ جاوید رہے گا۔ کہ اس کے زمانے میں خدا تعالے کی طرف سے ایک بڑے نبی حضرت زرتشت ایران میں مبعوث ہوئے اور دارا کی خوش قسمتی تھی۔ کہ اسے نبی وقت پر ایمان لانے کی دولت نصیب ہوئی۔

یاد رہے۔ کہ حضرت زرتشت یا ابراہیم زرتشت بڑے پیغمبروں میں

سے ہیں۔ سب سے اول دارا شاہ ایران نے ان کا دین قبول کیا۔ اور زرتشتی مذہب جو ابراہیمؑ کے مذہب کی ایک فرع ہے۔ ایران کا State Religion (شاہی مذہب) قرار پایا۔ جیسا کہ اس سے تین سو برس بعد بدھ مذہب (راجہ اشوک کے زمانے میں) ہندوستان کا State Religion ہوگیا۔ اور یہ امر کسی پیغمبر کے دین کی بڑی خوش قسمتی اور زبردست کامیابی اور حقانیت کا ثبوت ہوتا ہے۔ خدا تعالےٰ ہمیشہ سچے دین کی نصرت کرتا ہے۔ کسی دہریئے یا مفتری کو یہ افتخار نہ کبھی آج تک نصیب ہوا ہے۔ اور نہ آیندہ کبھی ہوگا۔ کہ اس کے دین کی نصرت آسمان سے ہو۔ اور بڑے بڑے بادشاہ عالی وقار اون کے دین کی اشاعت کا ذریعہ بنیں۔ محض یہی ایک دلیل زرتشتی مذہب۔ بدھ مذہب اور سری کرشن اور حضرت مسیحؑ اور حضرت موسےٰؑ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی صداقت کے لئے کافی ہے۔ یہ سچ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم چونکہ خاتم النبیین ہوکر تشریف لائے تھے۔ اس لئے آپؐ کے ظہور کے بعد باقی مذاہب کی نصرت خدا نے چھوڑ دی۔ اور اون کے اندر آسمانی انوار باقی نہ رہے۔ اور اسی بنا پر ان کی الگ الگ پیروی کی ضرورت نہ رہی۔ لیکن دوسری طرف یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیئے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری اور خلعت نبوۃ سے سرفراز ہونے سے پیشتر ان تمام مذاہب میں الگ الگ آسمانی انوار موجود تھے۔ اور ان کے پیرو ان مذاہب کے ذریعے خدا تعالیٰ کا قرب حاصل کر سکتے تھے۔ اور کرتے رہے۔

اب ہم اصل پوائنٹ کی طرف رجوع کر کے کہتے ہیں۔ کہ حضرت

ابراہیمؑ زرتشت بلاشبہ مرسلین میں سے تھے۔ ان کے مذہب کو دارا بادشاہ نے خود قبول کر کے اپنی ساری سلطنت کے اندر تقویت بخشی[1]۔ دارا کی وفات کے بعد اس کے بیٹے اسفندیار کی بابت تاریخوں میں لکھا ہے۔ کہ اس نے ہند پر حملہ کیا۔ اور زرتشتی مذہب کی اشاعت میں کوئی دقیقہ نہ چھوڑا۔ اس وقت ہندوستان میں مارواڑ کا راجہ مہاراجہ ادھیراج تھا۔ جس کا نام ناسخ التواریخ کے مصنف نے مہراج لکھا ہے۔ اور اس کا راجپوت قوم سے ہونا بیان کیا ہے۔ اس سب سے بڑے راجہ نے زرتشت کا مذہب قبول کیا۔ چنانچہ ہم اصل الفاظ ناسخ التواریخ کے یہاں نقل کرتے ہیں۔

---

[1] حاشیہ:۔ یہاں یہ امر قابل یاد رکھنے کے ہے۔ کہ شاہان میڈیا کے زمانے سے لے کر اس وقت تک پنجاب۔ صوبہ سرحد اور افغانستان ایرانی سلطنت کے ماتحت رہے تھے۔ اور یہ عرصہ قریباً پانسو برس کا ہے۔ دارا گشتاسپ نے ۵۱۵ ق۔ م میں بہ نفس نفیس پنجاب پر حملہ کیا۔ اور اس کو از سر نو فتح کیا۔ اتنی بڑی اور زبردست سلطنت کا پانسو برس سے زیادہ عرصے تک کسی ملک پر حکومت کرنا کس قدر اہم نتائج پیدا کر سکتا ہے۔

خیال کرو۔ ایرانیوں کے مذہب اور تمدن اور ان کی زبان کا کس قدر زبردست اثر ہندوستان کے مذہب اور تمدن اور زبان پر ہوا ہو گا۔ اسی اسی بنا پر ہم علانیہ کہتے ہیں۔ کہ اس زمانے میں قطعاً ہندوستان کا وہ مذہب نہ تھا۔ جو پرانوں کے زمانے میں مروج ہوا۔ اور نہ وہ مذہب تھا۔ جو ویدوں میں درج ہے۔ ہم صاف صاف کہتے ہیں۔ کہ پنجاب اور ہندوستان شمالی کے راجاؤں کا مذہب اس وقت خالص توحید اور پیغمبروں پر ایمان لانا تھا جس کا نام دوسرے

مہراج از بزرگان قوم کچواہہ بود۔ و چوں رہت پسر سنکر بمرد۔ اُو را وارثے نبود۔ مہراج لوائے جہانگیری برافراشت۔ و اہل خویش را فراہم کردہ از ارض مارواڑ خروج نمود و بلدہ قنوج را فروگرفتہ بر تختِ ملکی برآمد۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۷۹:۔ الفاظ میں اسلام ہے۔ یعنی اس زمانے میں ایرانی اور شمالی ہندوستان کے تمام مہذب باشندوں کا مذہب اسلام تھا۔ وہ جملہ پیغمبروں کو مانتے تھے۔ اور ابراہیم علیہ السلام کو اپنا پیشوائے اول جانتے تھے۔ یہی زبان سو ہم اوپر اس کا ذکر کہہ چکے ہیں۔ کہ ہندوؤں کی زبان آج سے ۲۵۰۰ برس پیشتر عربی زبان کی ایک پراکرت تھی۔ جو زندگی کو یا دوسری بہن تھی۔ اور اسی کا نام پالی تھا۔ بہ حیثیت درباری اور علمی زبان کی سنسکرت کا اقتدار بدھ مذہب کی پیدائش کے بعد ہوا ہے۔ اور اسی زمانے میں وید لکھے گئے اس پر زیادہ روشنی کسی آئندہ موقعہ پر ڈالی جائے گی۔

بفرضِ محال یہ بھی فرض کر لو۔ کہ وہ دین موسوی میں باقاعدہ طور سے داخل نہ ہوئے تھے۔ تو اتنا تو بہرحال ماننا پڑے گا۔ کہ وہ اس دین کے معتقد تھے۔ اور عملی رنگ میں مسلمان ہی تھے۔ جس ملک پر منوچہر افراسیاب۔ کیقباد۔ کیکاؤس۔ سائرس۔ ذوالقرنین جیسے زبردست اور جہانگیر بادشاہوں نے حکومت کی ہو جو سب کے سب دین موسوی کے معتقد اور مقلد تھے۔ کیا انہوں نے اپنے مذہب اور عام طور پر اپنی تہذیب کا پرتوہ پنجاب اور شمالی ہندوستان پر نہ ڈالا ہوگا۔ انگریزوں کی حکومت پنجاب پر ۱۸۴۹ء میں قائم ہوئی۔ ۸۰ سال کے عرصے میں آپ دیکھتے ہیں کہ پنجاب کیا سے کیا ہو گیا ہے۔ اور کیا آپ ایمانداری سے کہہ سکتے ہیں کہ کوئی مذہب اپنی اصلی حالت پر رہا ہے؟ اول تو لاکھوں ہندو مسلمان عیسوی

بعد ازآں نہروالہ را مسخر کرد۔ و زمینداران ایں علاقہ آہیران می نامیدند۔ کہ بمعنے گاؤچراں باشند۔ و ہمہ سالہ در حضرت گشتاسپ اظہار عقیدت کردہ پیش کشے۔ در خورِ انفاذ میداشت۔ و خراج مملکت بدرگاہ او می

بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۰ عیسوی دین میں داخل ہو گئے ہیں۔ اور جو نہیں داخل ہوئے۔ وہ اپنے مذہب میں بھی نہیں رہے۔ ان کو نیم عیسائی کہنا پڑے گا۔ بلکہ ہمہ عیسائی۔ جب ایک مہذب اور زبردست گورنمنٹ ۸۰ سال کے عرصے میں اس قدر اپنا اثر ڈال سکتی ہے۔ تو پانسو برس کی پے در پے محکومی اور میل جول کے بعد تو ضرور ماننا پڑے گا۔ کہ ہندوستان کی تمام مہذب اور اعلےٰ ذاتیں مثلاً برہمن۔ چھتری۔ راجپوت۔ ایرانی مذہب کے پیرو یعنے موحد ہو گئے اور یہ نتیجہ اور بھی یقینی ہو جاتا ہے۔ جبکہ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ آریہ ہندو ایرانیوں کے بھائی بندہی تھے۔ کوئی جدا قوم نہ تھی۔ وہ ایک دوسرے کو اپنا غیر نہ سمجھتے تھے۔ ان کا اصل وطن ایک۔ قدیم زبان ایک۔ (جو عبرانی یا عربی تھی) نسب ایک مذہب اور آئین ایک۔ مانا کہ آریہ ہندو اپنے بھائیوں سے الگ ہو کر چند صدیاں پیشتر ہند میں آ کر آباد ہو گئے تھے۔ لیکن دراصل وہ ایک ہی شجر کی دو شاخیں تھیں۔ یا ایک ہی شاخ کے دو ثمر تھے۔ اس پر طرہ یہ کہ مالی نے دونوں کو باہم پیوند کرنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ اور دونوں کی آبیاری کرنا اپنا فرض سمجھا۔ ایسی صورت میں کیا کوئی خیال کر سکتا ہے۔ کہ ہندی تہذیب ایرانی تہذیب سے علیحدہ ہے۔ خون کا رشتہ عجیب چیز ہے۔ اور سگے بھائی سو برس تک بوجہ ناچاقی آپس میں نہ ملیں لیکن آخر کار جب کبھی پدری خون جوش زن ہو گا۔ تو دونوں باہم گلے مل جائیں گے۔ اگر ایک بھائی پر کوئی دشمن حملہ آور ہو۔ تو نسبی تعلقات فوراً دوسرے کو اس کی

فرستاد۔ در زمانِ دولتِ او اسفندیار عزیمت ہندوستان فرمود۔ و مہراج ازیں اندیشہ با مردم خویش باستقبال شتافت و در ہر مرحلہ از مراحلِ ہندوستان پیشکشے تازہ پیش کشید۔ و رسم عقیدت و چاکری

بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۱:۔ امداد اور دشمن کی مخالفت پر اُبھاریں گے۔ ایرانیوں اور آریہ ہندوؤں کے نسبی تعلقات اس قدر زبردست ہیں۔ کہ آج سے ۱۳۰۰ سال پیشتر جب مسلمانوں نے ایران فتح کیا۔ اور کچھ باشندوں نے اسلامی حکومت کے ماتحت رہنا پسند نہ کر کے اپنے ملک سے ہجرت کرنی چاہی۔ تو نسبی تعلق اور نسلی خون نے جوش مارا۔ اور انہیں ہندوستان کو چھوڑ کر کسی اور ملک کی طرف رُخ نہ کرنے دیا۔ سچ ہے۔ کل شئیٍ یرجع الیٰ اصلہٖ۔ مصرعہ کند ہمجنس باہمجنس پرواز۔ ہندوستان کے بعض مؤرخ اس واقعہ کو بڑی اہمیت دیتے ہیں۔ حالانکہ ایک قوم کے کچھ افراد کا ایک ملک سے نکل کر دوسرے ملک میں چلا جانا اس کو فتح کرنے کی غرض سے نہیں۔ بلکہ پردیسیوں کی طرح وہاں جا کر بسنے کی غرض سے کوئی اہم واقعہ نہیں۔ بعض ہندو مؤرخ اس واقعہ کو بہت اہم اور نتیجہ خیز بتلاتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ اس واقعہ کا ہندوستان کی تاریخ پر بڑا اثر پڑا۔ (دیکھو تاریخ منموہن مروجہ سرکاری مدارس) اب سوال یہ ہے۔ کہ چند سو پارسیوں کے بمبئی اور دیگر اندرونی شہروں میں آکر بس جانے سے ہندوستان کی تاریخ پر کیا اثر پڑ سکتا تھا۔ ہمارے خیال میں اور کوئی اثر نہیں۔ بجز اس کے کہ یہ کہا جائے۔ کہ قدیم کے بچھڑے ہوئے بھائی جو صدیوں کے بعد ملے۔ تو دونو کو ایک ہی ملک میں رہکر ملک اور قوم کی بہتری کیواسطے متحدہ سعی سے کام کرنیکا موقع ملا۔ منموہن صاحب کا مطلب بھی یہی معلوم ہوتا ہے گو انہوں نے کھولکر اس کا اظہار نہیں کیا۔ لیکن بیج تاڑنیوالے قیامت کی نظر رکھتے ہیں۔ منمو

یہ نہایت بُرد۔ و اسفندیار در جمیع ممالک ہندوستان عبور کردہ مردم را بہ زرتشت بخواندہ شریعت اورا رواج دادہ آتشکدہ ہا برافروخت و مہاراج راکہ ہم سر شریعت زرتشت داشت۔ بسلطنت بگذاشت و بازگشت۔" (ناسخ التواریخ جلد اول)

قنوج کے مہاراجہ ادھیراج کا زرتشتی مذہب کا قبول کرنا اور اس کا حامی ہونا مؤرخین کی نظر میں بہت بڑے معنی رکھتا ہے۔ اور جب اس واقعہ کے ساتھ بیاس جی کی زرتشت کے ساتھ ملاقات اور اس کے مذہب کی قبولیت کو ملا دیا جاوے۔ تو یہ ایک عظیم الشان اور نتیجہ خیز تاریخی واقعہ بنجاتا ہے۔ اور قدیم ہندوستان کی تاریخ پر اس واقعہ سے بہت کچھ روشنی پڑتی ہے۔ کیونکہ یہی وہ بیاس جی ہیں۔ جو بعض کے نزدیک ویدوں اور مہابھارت کے مصنف ہیں۔ لیکن اگر یہ بات صحیح نہ بھی ہو۔ تو کوئی اور بیاس برہمن ہوگا۔ اور چونکہ وہ ہندوستان سے چل کر حضرت زرتشت کی ملاقات اور دیدار کے لئے بلخ پہنچا۔ کیونکہ وہ اُن دنوں وہ اپنے تبلیغی مشن پر دورہ کرتے کرتے وہاں نازل ہوئے تھے۔ اور وہاں جاکر چند علمی سوال کئے۔ اس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ وہ بڑا فاضل پنڈت ہوگا۔ جس نے تحقیق حق کی خاطر بلخ تک سفر کیا حضرت زرتشت نبی تھے۔ ان کو بیاس کے سوالات کا علم خدا تعالےٰ نے پہلے ہی دیدیا۔ اور ساتھ ہی ان کے جوابات بھی سمجھا دیئے۔ چنانچہ لکھا ہے۔ کہ سوالات اور ان کے جوابات کو سُنکر بیاس جی فوراً حضرت زرتشت کی بیعت میں داخل ہوگئے۔ پھر ہندوستان میں آکر انہوں نے دین زرتشت کو بذریعہ تبلیغ و اشاعت بہت کچھ فروغ دیا۔ حتےٰ کہ ایک

زبردست بادشاہ بہ معیت فاضل پنڈتوں کے جس دین کی تبلیغ میں سرگرم ہوں۔ بھلا وہ کیسے اپنا اثر لوگوں کے دلوں پر نہ ڈالے گا۔ اور کیونکر نہ گھر گھر میں اس کا چرچا ہو گا۔

باب نہم

میدی اور فارسی بادشاہوں کے زمانے میں ایران کی زبان کیا تھی

اور

اس کا حلقۂ اثر کہاں تک وسیع تھا

ایران کے میدی اور فارسی بادشاہوں کی فتوحات اور ان کے مذہب کا ذکر خیر ہم کر چکے ہیں۔ لیکن ان کی زبان کے متعلق ہم نے تفصیل سے اب تک نہیں لکھا۔ اگرچہ پوری تفصیل اور کنہ ان کی زبان کی نہایت مشکل ہے تاہم جو کچھ ٹوٹی پھوٹی یادگاریں اس وقت کی تصنیفات میں سے موجود ہیں۔ ان کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ میدی اور ابتدائی کیانی بادشاہوں کی زبان بلاشبہ عبرانی تھی۔ یا عربی۔ کلام الملوک ملوک الکلام مشہور مثل ہے۔ جو

ٖ حاشیہ صفحے۔ اس زمانے میں عربی نام ابھی وجود پذیر نہ ہوا تھا۔ عرب اور شام اور

زبان بادشاہِ وقت کی ہو۔ اس کا سکہ سارے ملک میں رواں ہو جاتا ہے۔ قدیم تواریخ کے پڑھنے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ جیسا ان بادشاہوں کی مملکت شرق اور عرب میں دور دور تک پھیلی ہوئی تھی۔

بقیہ حاشیہ صک :- بابل اور عراق اور ایران اور مصر میں بہ تغیر بعض الفاظ قریباً ایک ہی زبان بولی جاتی تھی۔ تمہیں اختیار ہے۔ اس کا نام عبرانیوں کے نام پر عبرانی رکھو۔ یا اسے آرام کی طرف منسوب کرکے آرامی کہو۔ یا عربی کے نام سے نامزد کرو۔ یہاں مثال کے طور پر ہم ایران کے نہایت مشہور بادشاہ جمشید کے بعض اقوال بحوالہ ناسخ التواریخ درج کرتے ہیں۔ جو صاف اور صریح طور پر عربی زبان کے اقوال ہیں۔

(۱) الحکمۃ مفتاح سعادات والسماوات وادراک التمنیات (۲) الایام صحائف اجادکم فخلدوھا حسن اعمالکم (۳) بئس الزاد الی المعاد العدوان علے العباد (کیا یہ عربی ہے یا کوئی اور زبان)

جمشید کی سلطنت کے خاتمے پر ایک ہزار برس تک ضحاک عربی کا خاندان ایران پر حکمران رہا۔ اور یہ امر سمند تاز کو اک اور تازیانہ ہوا۔ پہلے ہی ایران کی زبان عربی۔ عبرانی تھی۔ اس پر خالص عربی نژاد خاندان کی ہزار سالہ حکومت نے کیا کچھ اثر نہ کیا ہوگا۔ چنانچہ فریدون جو خاندان ضحاک کا خاتمہ کرکے سب سے پہلا بادشاہ آریہ قوم میں سے ۱۲۰۰ ق۔م ایران کے تخت پر بیٹھا یقیناً یقیناً اس کی زبان سوائے عربی کے اور کچھ نہ تھی۔

یہ بادشاہ (فریدون) ۱۲۰۰ ق۔م میں تختِ سلطنت پر متمکن ہوا اس کی اور اس کے جانشینوں۔ ایرج۔ سلم۔ تور اور منوچہر اور کیکاؤس وکیقباد کی زبان بھی

ایسے ہی ان کی زبان کا اثر بھی بابل سے لیکر پنجاب کی شرقی حدود یعنی دوآبہ بست جالندھر تک وسیع تھا۔ ہندوستان کے آریہ جب اوّل اوّل ہندوستان میں آئے تھے۔ تو ان کی زبان بھی وہی عربی۔ عبرانی تھی۔ لیکن اصلی باشندوں کے ساتھ میل جول رکھنے اور باہمی شادیاں

بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۵:۔ عربی کے سوا اور کوئی زبان نہیں ہو سکتی۔ لب و لہجہ اور بعض الفاظ میں کئی صدیاں گذر جانے پر اگر قلیل تغیر آگیا ہو۔ تو وہ قابل التفات نہیں۔ پس کہا جاسکتا ہے کہ ۱۲۰۰ ق۔ م سے لے کر ۶۰۰ ق۔ م تک ملک کی عام زبان عبرانی ہی تھی۔ ہاں یہ ممکن ہے۔ کہ بعض اور پراکرتیں عوام الناس میں مروج ہو گئی ہوں۔ لیکن ایسی پراکرتیں جو خاص خاص علاقوں کے ساتھ مخصوص ہوں۔ وہ ملکی زبان کہلانے کی مستحق نہیں ہو سکتیں۔ لیکن باوجود اس بات کے ان پراکرتوں (ہی یا ما ہذیں) میں بھی غلبہ عربی اور عبرانی زبان کے الفاظ کو ہی حاصل تھا۔ جیسا کہ ابھی ہم مثالوں سے واضح کرینگے۔ ۶۰۰ ق۔ م کے بعد دوسری اقوام کے ساتھ مدت تک میل جول رکھنے اور بعض دیگر طبعی اسباب یعنے آب و ہوا کی تاثیر اور مختلف جغرافیائی کیفیات سے زبان میں ایک عظیم تغیر واقع ہوا۔ حتےٰ کہ دارا گشتاسپ اور حضرت زرتشت کے زمانے میں کئی مختلف پراکرتیں ایران کے مختلف صوبوں میں پیدا ہو گئیں۔ اور ان میں بعض کتب بھی تصنیف ہوئیں۔ ان میں سے ژند اور پہلوی کا نام اس لئے مشہور علم ہو گیا۔ کہ ان میں زرتشتی مذہب کے متعلق بہت سی کتابیں لکھی گئیں۔

مگر اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیئے۔ کہ عبرانی یا آرامی زبان کی قدر کم ہو گئی تھی۔ بلکہ دوسری پراکرتوں کے پیدا ہونے سے ان زبانوں کے تقدس کا درجہ اور بھی بڑھ گیا تھا۔

ہو جانے کی وجہ سے ان کی زبان میں رفتہ رفتہ تغیر ہونے لگا حتےٰ کہ مہابھارت کی جنگ کے وقت اس میں بہت سے نئے الفاظ ملکر زبان میں گونہ انقلاب پیدا ہو گیا تھا۔ پھر بھی ہم وثوق سے کہتے ہیں۔ کہ ایرانی اور ہندوستانی

بقیہ حاشیہ صہ ۸۶ :۔ چنانچہ بائبل کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ (ARTA Xerxes) شاہ فارس کی خدمت میں بعض حاسدوں اور بدخواہوں نے یہود کو تعمیر بیت المقدس سے روکنے کی غرض سے جب مخبری کی۔ تو جو رپورٹ انہوں نے بھیجی۔ وہ آرامی زبان میں تھی۔ اور اس کی تشریح مطالب بھی آرامی زبان میں کی گئی تھی۔ شاہ فارس نے اس خط کو سُنا۔ خوب سمجھا اور اس کا جواب لکھوایا۔ (دیکھو بائبل کتاب عزرا باب آیت ۷)

بادشاہ کے جواب کا ایک فقرہ قابل غور ہے۔ وہ یہ ہے۔

"وہ خط جو آپ لوگوں نے میرے پاس بھیجا ہے۔ وہ میرے سامنے صاف صاف الفاظ میں پڑھا گیا ہے۔" (دیکھو بائبل کتاب عزرا باب ۴ آیت ۱۸)

دونوں آیتوں کے باب میں غور کرنے سے صاف ظاہر ہوتا ہے۔ کہ فارس کے بادشاہ مسیح سے پانسو برس پہلے تک آرامی زبان کو خوب سمجھتے تھے۔ اور تمام مراسلات شاہی اسی زبان میں تحریر ہوتے تھے۔ کیا یہ اس بات کا بیّن ثبوت نہیں۔ کہ ان بادشاہوں کی آبائی زبان آرامی یا عربی۔ عبرانی تھی۔

دیکھو بابر بادشاہ سمرقند سے آکر ہندوستان میں مقیم ہوا۔ اس نے اور اس کے بیٹوں۔ پوتوں۔ پڑپوتوں نے درباری زبان فارسی کو ہی قرار دیا۔ کیونکہ اس لئے۔ کہ یہ انکی قومی اور آبائی زبان تھی۔ اسیطرح شہنشاہان میڈ و فارس نے عبرانی۔ آرامی زبانوں کو ہمیشہ درباری زبان بنائے رکھا۔ فقط اس لئے کہ یہ

زبان میں اس وقت معمولی تفاوت تھا۔ ہندوستانی زبان کی کایا نہیں پلٹی تھی۔ مگر مہابھارت پر چار پانسو برس گذر جانے کے بعد جب وہ زمانہ آیا۔ کہ ایران کے اندر حضرت زرتشت اور ہندوستان میں حضرت بدھ

بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۷:۔ انکی قومی اور مذہبی اور آبائی زبان تھی۔ جس کو وہ شام اور عراق سے بطور وراثت کے ساتھ لائے تھے۔

ہر فرد اور ہر قوم کو اپنے آبائی وطن اور آبائی زبان اور آبائی تمدن اور آبائی مذہب سے ایک طبعی اُنس ہوتا ہے۔ ہندوستان میں باہر سے آئے ہوئے بعض خاندان اس وقت بھی ہیں۔ جب تک انگریزی کا بھوت ہندوستانیوں کے سر پر سوار نہ ہوا تھا۔ اس وقت تک ان خاندان کے افراد کی یہ حالت رہی۔ کہ وہ فارسی میں خط وکتابت کرنا اپنے خاندان کا سرمایہ افتخار سمجھتے تھے۔ مرزا غالب دِلّی میں پیدا ہوئے۔ وہیں پرورش پائی۔ اس لحاظ سے اُردو انکی مادری زبان ہونی چاہیئے تھی۔ لیکن ان کی کلیات کو دیکھ لو۔ انکو فارسی سے ایک شغف ہے۔ اور اردو شاعر کہلانے کے متعلق ان کا یہ مصرعہ مشہور ہے۔ ع

؎ آنچہ نزدیکِ تو فخرِ تست آں ننگِ من است

ایک دوسری جگہ اپنے دوست کو خط میں لکھتے ہیں "فارسی سے ازلی انس لایا ہوں"

پس ابراہیم کی یہ ذریت جو مطابق پیشگوئی قرآن کریم ایک امتِ مسلمہ تھی۔ اور جس نے اپنے باپ ابراہیم سے عبرانی زبان ورثے میں پائی تھی۔ وہ ایک غریب کے ملک میں آکر اپنی آبائی زبان کو یک لخت ترک کیسے کرسکتی تھی۔ ان کی آبائی زبان عربی عبرانی

ؔلہ سورہ بقر پارہ اول رکوع آخری $\frac{16}{15}$

کا ظہور ہوا۔ تو دونوں ملکوں کی قدیم زبانوں پر عظیم الشان انقلاب آیا۔ اور دونوں ملکوں میں ایک نئی زبان نے زور پکڑا جس کا نام ایران میں پہلوی اور ہندوستان میں پالی مشہور ہوا۔ یہی وجہ تھی۔ کہ ایرانی لٹریچر کی اکثر کتابیں پہلوی زبان میں تحریر ہوئیں۔ اور راجہ اشوک نے لاٹھوں پر بدھ مذہب کے جو احکام کندہ کرائے تھے۔ وہ بھی اسی پہلوی زبان میں تھے۔

بقیہ حاشیہ ص۸۹ :۔ کا اثر اس قدر زبردست تھا۔ کہ کئی صدیاں گذر جانے کے بعد جب ان کی ملکی زبان میں انقلاب پیدا ہوا۔ اور پہلوی کے نام سے اس کا سکہ جاری ہوا۔ تو اس میں بھی عربی۔ عبرانی الفاظ کی اچھی خاصی بھرتی تھی۔ دیکھو کتاب ارداے ویراف جس کے بعض فقرات کی نقل ہم پیچھے کر چکے ہیں۔ اس میں صلے بھی عربی ہی کے استعمال ہوئے ہیں۔ جیسے من۔ الی۔

اس خاندان کے خاتمے پر فارسی خاندان (جو وہ بھی آریہ نسل ہی سے تھا) حکمران ہوا۔ اور جیسا کہ اوپر لکھا جا چکا ہے۔ اس خاندان کا پہلا بادشاہ سائرس ذوالقرنین تھا۔ اس کے زمانے میں عربی۔ آرامی اور عبرانی زبانیں علمی اور درباری حیثیت کے ساتھ قائم تھیں۔ مذہبی کتب انہی زبانوں میں تصنیف ہوتی تھیں شاہی مراسلات انہی زبانوں میں لکھے پڑھے جاتے تھے۔ اور اس میں ذرا شک نہیں۔ کہ ایرانی لٹریچر کا نہایت اعلیٰ ذخیرہ عربی۔ عبرانی زبان میں موجود ہو گا۔ اگرچہ اس وقت ان کا سراغ ڈھونڈنے سے نہیں مل سکتا۔ کیونکہ حضرت زرتشت کے زمانے میں سابقہ مذاہب کی تجدید ہو کر ایک نئی قوم پیدا ہوئی۔ جو پارسی یا زرتشتی کے نام سے موسوم ہوئی۔

مذہب کو نئے رنگ میں جلا دی گئی۔ تو ساتھ ہی زبان میں بھی انقلاب پیدا ہوا۔

جس کا نام ہندوستان میں پالی مشہور ہو گیا تھا۔

باب دہم

اس امر کا ثبوت کہ پہلوی سنسکرت اور یورپین زبانیں عربی زبان سے نکلی ہیں

ہمنے اس کتاب کے دیباچے کے آخر میں لکھا تھا کہ آرین زبانیں جن میں ژند۔ پہلوی اور سنسکرت۔ یونانی۔ لاطینی۔ اینگلو سکسن۔ ہائی جرمن اور انگریزی وغیرہ شامل ہیں۔ وہ تمام کی تمام عربی سے نکلی ہیں۔ اسی دیباچے میں ہمنے مولوی محمد حسین آزاد مرحوم کی کتاب سخندان فارس کے صفحہ ۳۸ کے حوالے سے تحریر کیا تھا کہ "پہلوی زبان ایران میں ایسی ہے جیسی ہندوستان میں کوئی مہذب پراکرت۔ اور ایک پہلو اس کا عرب سے بھی ملا ہوا ہے"۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۹ :- اور دارا گشتاسپ کی ساری سلطنت میں جو مشرق میں دوآبہ بست جالندھر تک وسیع تھی۔ ایک نئی زبان نے فروغ حاصل کیا۔ جو پہلوی کے نام سے مشہور عالم ہوئی۔ اور ہمنے اوپر متن میں اشارہ کیا ہے کہ حضرت بدھ کے زمانے سے شروع کر کے پانسو برس بلکہ سات سو برس تک ہندوستان میں تھوڑے سے تغیر کے ساتھ اس پہلوی زبان نے پالی کی آڑ میں بکمال عروج حاصل کیا۔ منہ

نیز کتاب ارداۓ ویراف کے صفحہ ۱۳ سے ایک عبارت نقل کی تھی جو پہلوی زبان میں ہے۔ اور ہمنے دکھایا تھا۔ کہ اس میں تمام صلے اور بعض دیگر مفردات عربی زبان کے ہیں۔ ہم اس فقرے کو دوبارہ نقل کرتے ہیں۔ تاکہ ناظرین کے دل میں اس فقرے کی یاد تازہ ہو جاۓ۔

(۱) رویا نوے دِلمن ویراف مِنْ تنو دل چکات دائتک چینوت پہل دز لوند۔

(ترجمہ) روح ویراف از جانب تن جدائی گزید۔

(۲) وہفتون یومْ شبانو لکھوار (لخوار) یأتوند وینَ تنو وذ لوند

(ترجمہ) تا ہفتم روز و شب باز آمد و درمیان تن رفت

(۳) ویراف مدم خاست چیگوں آئت من زک ملموے ببیم اجزید

(ترجمہ) ویراف ہماں دم برخاست۔ چنانکہ گویا از یک خواب خوش برخاستہ۔

(۴) وہومن لشن و خورم

(ترجمہ) دا الہام نیک خیال کرد و خورم

دیکھئے۔ یہ کتاب تیسری صدی مسیحی کی تصنیف ہے۔ اور بادشاہ وقت نے اپنی نگرانی میں اسے لکھوایا ہے۔ جب اس زمانے کی پہلوی میں بیشمار الفاظ عربی کے ملتے ہیں۔ تو خیال کرو۔ کہ اس سے پانچ سات سو سال بیشتر جبکہ یہ زبان اپنے اَوج کمال پر تھی۔ کس قدر الفاظ عربی کے اس زبان میں ہونگے۔ اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت پہلوی کے عربی سے مشتق ہونیکا ہوگا۔ علاوہ ازیں یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ ارداۓ ویراف ہی اس قسم کی کتاب نہیں۔ بلکہ اور بھی کئی کتابیں اس قسم کی ہیں۔ زرتشتی مذہب کی اکثر کتابیں اور تفسیریں پہلوی زبان ہی میں لکھی گئی ہیں۔ یا ژندی زبان میں۔ ژندی زبان پہلوی

سے ذرا مشکل اور دقیق سہی۔ لیکن دونوں دراصل ایک ہی زبان ہیں۔ اس کی مثال یوں سمجھ میں آسکتی ہے۔ کہ ایک پنجابی الاصل مصنف اردو زبان میں ایک کتاب لکھے۔ اور دوسری طرف ایک دہلوی یا لکھنوی مصنف خاص دلی یا لکھنؤ کی ٹکسالی زبان میں ایسی طرز کی ایک کتاب لکھے۔ ہر شخص جانتا ہے۔ کہ دونو زبانوں میں ایک نمایاں فرق ہوگا۔ یہی حال ژندی اور پہلوی کا ہے۔ لیکن یاد رہے۔ کہ دونوں زبانوں میں فرق مراتب کے ساتھ عربی الفاظ کی بھرمار نظر آتی ہے۔ (دیکھو کتب پہلوی محولہ بالا)

جس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ پہلوی اور ژندی دونو زبانیں عربی سے نکلی ہیں۔ اور سوائے عربی۔ عبرانی کے اور کوئی زبان ان کی ماں نہیں۔ تاریخی پہلو سے یوں سمجھ لو۔ کہ ۱۲۰۰ ق۔م سے لے کر قریباً ۷۰۰ قبل از مسیح تک عربی۔ عبرانی زبان ملک میں مروج تھی۔ اور شرق سے غرب اور شمال سے جنوب تک اس کا سکہ رواں تھا۔ ساتویں صدی قبل از مسیح میں ژندی اور پہلوی زبانوں کا دور دورہ ہوا۔ ۷۰۰ ق۔م سے لے کر دوسری یا تیسری صدی مسیحی تک پہلوی زبان مقبول خلائق رہی۔ اس کے بعد فارسی جدید کے عہد کا آغاز ہوا۔ اس نے بھی سیاسی انقلابات کے ساتھ ساتھ بہت سے اونچ نیچ دیکھے۔ اور اب وہ اس حالت میں ہے۔ جیسے تم مشاہدہ کر رہے ہو۔

اس کے علاوہ پہلوی زبان کا دائیں سے بائیں کو لکھے جانا ایک اور زبردست ثبوت اس امر کا ہے۔ کہ پہلوی زبان ایک سامی زبان ہے۔ اور عربی اور عبرانی کی طرز پر ہمیشہ لکھی جاتی رہی ہے۔ اور اگر یہ سامی زبان نہ ہوتی۔ تو محققین فرنگ کے نظریئے کے مطابق بائیں سے دائیں کو لکھی جاتی

چاہیئے تھی۔ کیا محققین فرنگ اس بات سے شرمندہ نہیں ہوتے۔ کہ باوجود اس مشاہدہ کے کہ پہلوی اور اس کی دوسری بہنیں مثلاً پالی دائیں سے بائیں کو لکھی جاتی تھیں۔ اور ان میں عربی کے الفاظ اور عبرانی اور آرامی زبانوں کے الفاظ قریباً ہزار سال تک مخلوط ہوتے رہے۔ وہ یہ خیال کرتے ہیں۔ کہ پہلوی اور ژندی سامی زبانوں سے علیحدہ زبانیں ہیں۔ افسوس وہ اپنے مانے ہوئے اصول کو بھی یہاں نظر انداز کر دیتے ہیں۔ کہ۔

"تمام آرین زبانوں کی طرزِ تحریر بائیں سے دائیں کو ہے"

مولوی محمد حسین صاحب آزاد سخندان فارس میں ایک جگہ لکھتے ہیں کہ میتے کئی جرمن فلاسفروں اور پارسی علماء سے اس کی وجہ پوچھی۔ کہ پہلوی اور ژند وغیرہ زبانوں کو دائیں سے بائیں طرف کیوں لکھتے ہیں۔ لیکن کسی نے اس کا کچھ جواب نہ دیا۔

خاکسار عرض کرتا ہے۔ کہ جرمن فلاسفر اس کا جواب خاک دیتے۔ انکی عادت ہے۔ کہ آج ایک نظریہ قائم کرتے ہیں۔ اور کل کو اسی کے برخلاف دوسری تھیوری گھڑ لیتے ہیں۔ اور اس معاملہ متنازعہ فیہ میں ایک بھاری الزام ان فرنگیوں کے ذمہ ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ وہ بنو اسمٰعیل اور بنو عیسو کو آل ابراہیم ماننے کے لئے تیار نہیں۔ اور نہ یہ ماننے کے لئے تیار ہیں۔ کہ تمام قومیں عرب سے نکلی ہیں۔ اور بنائے علیہ یہ کہ تمام زبانیں عربی زبان سے مشتق ہیں۔ اس لئے باوجود اس مشاہدے کے کہ پہلوی اور پالی اور ژند وغیرہ زبانوں کی طرزِ تحریر دائیں سے بائیں کو ہے۔ ان کا خیال کبھی اس طرف نہیں جائیگا۔ کہ یہ زبانیں عربی زبان سے مشتق ہیں۔ تعصب کی پٹی ان کی آنکھوں پر بندھی ہوئی ہے۔ اس لئے کچھ سجھائی نہیں دیتا۔ منجملہ ان دلائل کے جن سے

سنسکرت اور پہلوی وغیرہ آرین زبانوں کا عربی سے مشتق ہونا ثابت ہوتا
ہے۔ ایک زبردست ثبوت یہ ہے۔ کہ آجتک سنسکرت میں اسم اور فعل
کی گردان میں برخلاف آرین زبانوں کے واحد اور جمع کے علاوہ تیسرا
صیغہ تثنیہ کا ہے۔ یہی حال پہلوی اور ژندی زبانوں میں ہے۔ پس اگر
پہلوی۔ ژندی اور سنسکرت زبانیں سامی الاصل نہ ہوتیں۔ تو فرنگستانی
نظریے کے مطابق ان کی گردانوں میں دو ہی صیغے واحد اور جمع کے ہوتے۔
جیسا کہ یونانی۔ لاطینی۔ جرمن اور انگریزی اور فرنچ میں ہیں۔ کیا فرنگستانی
محققین السنہ اور ہمارے ہندو دوستوں نے کبھی اس پر بھی غور کیا ہے۔
یہ ایسا زبردست ثبوت عربی۔ پہلوی۔ اور سنسکرت وغیرہ کے متحد الاصل
ہونے کا ہے۔ کہ میں خیال نہیں کرتا۔ کہ کوئی کٹر سے کٹر غیر مسلم اس بدیہی
صداقت کا انکار کر سکے۔

آخر میں جب ہم عربی۔ سنسکرت۔ پہلوی۔ ژند۔ یونانی۔ لاطینی۔ اور
انگریزی وغیرہ زبانوں کے ذخیرۂ الفاظ خصوصاً ان کے مفردات پر نظر ڈالتے
ہیں۔ تو ہمیں ان زبانوں میں بیسیوں الفاظ اس گئے گذرے زمانے میں بھی
ایسے ملتے ہیں۔ جو بلاشبہ متحد الاصل ہیں۔ اس موضوع پر بہترین تصنیف تو حضرت
مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی ہے۔ جنہوں نے اصولی رنگ میں عربی کا ام الالسنہ
ہونا ثابت کیا ہے۔ سب سے بڑا کمال جو اس کتاب میں دکھایا گیا ہے۔ وہ یہ ہے
کہ علاوہ اس کے کہ کتاب نہایت فصیح عربی میں لکھی گئی ہے۔ اکثر دلائل
قرآن کریم سے دیئے گئے ہیں۔ اس کتاب کا نام منن الرحمٰن ہے۔ اس میں زیادہ
حصہ تاریخ قدیم کا ہے۔ اور متعدد قرآنی آیات کے حوالے سے اس بات
کو اظہر من الشمس کیا گیا ہے۔ کہ تمام بولیاں عربی ہی سے نکلی ہیں۔ ابتداء میں

وہ سب عربی بولتی تھیں۔ بعد ازاں انمیں تفرق و تشتت اور ان کی بولیوں میں اختلاف رونما ہوا۔

حضرت مرزا صاحبؑ کے بعد ہمارے محترم جناب خواجہ کمال الدین صاحب بی۔اے۔ایل ایل۔بی مسلم مشنری ووکنگ نے آپ کے تتبع پر ایک کتاب الموسوم بہ "ام الالسنہ" اردو زبان میں لکھی ہے۔ اس میں آپ نے عملی رنگ میں ایک مجموعہ الفاظ السنہ فرنگ سے ماخوذ کر کے ان کا عربی زبان سے مشتق ہونا ثابت کیا ہے۔ خصوصاً انگریزی زبان کے سینکڑوں الفاظ ایسے دکھلائے گئے ہیں۔ جن کا عربی الاصل ہونا اندھوں کو بھی نظر آجاتا ہے۔ ہم نمونہ کے طور پر اول یہاں چند مادے لاطینی زبان کے بمعہ ان کے عربی مادوں کے نقل کرتے ہیں۔ اس کے بعد ان انگریزی الفاظ کی فہرست دیں گے۔ جو عربی سے مشتق ہیں۔

لاطینی مادہ	معنی	عربی مادہ	معنی
کڈ۔ایر	کاٹنا	قد	کاٹنا
کلک۔ایر	چُونا	قلص	چُونا
کیپ۔ایٹ	سر	رقب	سر
کیپ۔ایر	پکڑنا	قبض	پکڑنا
کلیم۔ایر	بولنا	کَلَمَ۔تکلُّم	بولنا
کورنو	سینگ	قرن	سینگ
کر۔ار	دوڑنا	جرٰ	دوڑنا
ڈیمن۔ام	نقصان	ضیم	نقصان

لاطینی مادہ	معنی	عربی مادہ	معنی
فڈیو	اعتبار کرنا	فوض	اعتبار۔ کسی کو کوئی چیز سپرد کرنا
فریگ	توڑنا	فرق	توڑنا۔ جدا جدا کرنا۔
جین۔اس	جنس	جنس	جنس
لوق۔اے	بولنا	لغہ	لفظ۔کلمہ
لوک۔ایر	چمکنا	الاق	بجلی کا چمکنا
موڈس	پیمانہ	مُدّ	پیمانہ
اوڈر	خوشبو	عطر	عطر
سک۔ایر	کاٹنا	شق	کاٹنا
سولیڈس	مضبوط	صلد	مضبوط
سٹاٹ	کھڑا ہونا	صدی	کھڑا ہونا۔
سِمل	اکٹھے	شمل	اِکٹھے کرنا۔ اکٹھی ہوئی ہوئی چیز

(۲) ۔

انگریزی لفظ	تلفظ	معنی	عربی لفظ	معنی
ابیس	Abase	تحقیر کرنا	اَبَس	حقیر ٹھہرانا
ابیٹ	Abate	گھٹنا	ہبیط	گھٹنا
ابائڈ	Abide	قایم ہوا	ابد	کسی جگہ رہایش کرنا
ایبل	Able	پرانی فرانسیسی	ہابل	بمعنی قابل
ابیوز	Abuse	بیمحل استعمال کرنا	عبث	عبث
ایبسرڈ	Absurd	بیہودہ	عبث	عبث
ایڈ	Add	شامل کرنا بڑھانا	اعادہ	دوبارہ
ایڈریس	Address	مخاطب کرنا	اَدْرَس	کسی چیز کو کچھ دینا
ایڈورسٹی	Adversity	بدبختی	ادبار	بدبختی
ایفرم	Affirm	تسلیم کرنا	ابرام	معاہدہ کو تسلیم کرنا
ایجلیٹی	Agility	جلدی	عجلت	جلدی
ایجائل	Agile	جلدی کرنیوالا	عاجل	جلدی کرنیوالا
ایڈ	Aid	مدد کرنا	ادی۔ اید	مدد کرنا
ایلائی	Ally	حلیف	اُلف	حلیف
اینٹیک	Antique	قدیم	عتیق	قدیم
ایسے	Assay	کوشش کرنا	السعی	کوشش کرنا
ایسالٹ	Assault	حملہ کرنا	صولت	یکلخت حملہ کرنا
ایسٹانش	Astonish	وحشت زدہ ہونا	استوحش	وحشت زدہ ہونا

بیل	Bale	مصیبت	بلار	مصیبت
بارک	Bark	چھلکا	ورق	چھلکا
بائٹ	Bite	کاٹنا	بت	کاٹنا
بلیک	Black	سیاہ	بلق	سفید سیاہ داغ دینا
باڈی	Body	بدن	بدن	بدن
بون	Boon	نعمت عطیہ	بون	خوبی و نیکی
باٹونی	Botany	علم نباتات	نبات	نبات
بریک	Break	توڑنا	فرق	جدا کرنا
بروک	Brook	چشمہ	برکہ	حوض
بگ	Bug	کھٹمل	بق	کھٹمل
بلڈ	Build	تعمیر کرنا	بلدہ	معمورہ
بس	Buss	بوسہ لینا	بوس	بوسہ لینا
بائی	Buy	خریدنا	بیع	خرید و فروخت
کیک	Cake	کلچہ	کنک	کلچہ
قال	Call	بلانا	قال	بولنا
کیمل	Camel	اونٹ	جمل	اونٹ
کیمفر	Camphor	کافور	کافور	کافور
کینڈل	Candle	بتی	قندیل	شمع
کینن	Cannon	قواعد	قانون	قواعد
کیپ	Cap	ٹوپی	قب	قابل
کیپے بل	Capable	قابل	قابل	قابل

کیس	Case	کیس	کیس	کیس۔ کمیسہ
کیٹ	Cat	بلی	قط	بلی
کیو	Cave	غار	کہف	غار
سنٹر	Center	سین بجائے سی	کاف	مرکز (نقطہ)، مرکز
کلائیم	Clime	ملک	اقلیم	ملک
کافن	Coffin	کفن	کفن	کفن
کمیونٹی	Community	قوم	قومیت	قوم
کمپلیٹ	Complete	مکمل	کاملیت	مکمل
کنٹینٹ	Content	قانع	قناعت	قناعت
کوپ	Cope	محراب	قبہ	گنبد
کورنر	Corner	کنارہ۔ گوشہ	قرنہ	کنارہ گوشہ
کف	Cough	کھانسی	قحب	کھانسی
کور	Cover	ڈھانکنا	غفر	ڈھانپنا
کرائی	A Cry	چلانا	قداء	چلانا
کرسٹ	Crust	چھلکا ٹکڑا روٹی کا	قشرہ	چھلکا ٹکڑا روٹی کا
کیوب	Cube	شکل چھ گوشہ		کعب شکل چھ گوشہ
کپ	Cup	پیالہ	کوب	پیالہ
کٹ	Cut	کاٹنا	قطع و قد	کاٹنا۔
ڈیلی	Dally	ناز نخرے کرنا	دلال۔ دل	ناز نخرے کرنا
ڈے	Day	دن	ضیا۔ ضحیٰ	روشنی تا دوپہر
ڈیل	Deal	دو آدمیوں میں معاملے کرنا	دلال	دلالت کرنیوالا

ڈی کلیم	Declaim	بولنا بحث کرنا	تکلم	بولنا کسی سے گفتگو کرنا
ڈیفائی	Defy	رد کرنا مقابلہ کرنا	دفاع	رد کرنا مقابلہ کرکے دور
ڈیفنس	Defence	اندفاع کرنا		کرنا ڈیفنس کرنا
ڈور	Door	دروازہ دوا سنسکرت		
		دوارہ یعنی گھر سے نسبت رکھتی	دار	گھر
ڈراء	Draw	کھینچنا	ضرع	کسی چیز کو نزدیک کھینچنا
ڈل	Dull	بیوقوف	ضل	گمراہ
ایلیفنٹ	Elephant	ہاتھی	الفیل	ہاتھی
اینڈ	End	خاتمہ (سنسکرت انت)	انتہا	خاتمہ
انجائے	Enjoy	لذت اٹھانا	تنجح	فائدہ اٹھانا
آئی	Eye	آنکھ	عین	آنکھ
فکشن	Fiction	جھوٹ	افک	جھوٹ
فری	Free	آزاد۔ فارغ	بری	آزاد
فر	Fur	کپڑے کو پوستین لگانا	فر	پوستین لگانا
جائنٹ	Giant	دیو	جنات	جمع جن
جنجر	Ginger	سونٹھ (بزبان فرانسیسی زنجبر)	زنجبیل	سونٹھ
گلوری	Glory	جلال	جلال	جلال
گو	Go	جانا	جاء	آنا
گڈ	Good	نیکی	جود	فیاضی و مہربانی
گراس	Grass	گھاس	غرس	اُگانا
گائڈ	Guide	راہنما یا راہنمائی کرنا	قاد	رہنمائی کرنا

پانی چلنے کی آواز	جرجر	پانی چلنے کی آواز	Gurgle	گرگل
قیاس	قیاس	قیاس	Guess	گیس
خوشی کی آواز سے پکارنا	ھلاً	خوشی کی آواز سے پکارنا	Hail	ہیل ہیلو
ہالہ	ھالہ	ہالہ	Hallo	ہیلو
ہاتھ	ید	ہاتھ	Hand	ہینڈ
سخت	عرد	سخت	Hard	ہارڈ
گیاہ	عرب	گیاہ	Herb	ہرب
گھوڑا	فرس	گھوڑا	Horse	ہارس
عندیہ	عندیہ	خیال منشار	Idea	آئیڈیا
جمع انقاس سیاہی	نقس	سیاہی۔	Ink	انک
جنس	جنس	رشتہ دار	Kins	کینس
بچہ (مؤنث)	ولیدہ	بچہ	Lad	لیڈ
روشنی	لمع	چراغ	Lamp	لیمپ
نرم	لین	نرم	Lean	لین
چاٹنا	لعق	چاٹنا	Lick	لک
جھوٹ	الاق	اینگلوسکسن لیوگان جھوٹ	Lie	لائی
نگرانِ حال انسپکٹر	مسیطر	استاد۔ افسر	Master	ماسٹر
قابل نفرت	مھین	کمینہ	Mean	مین
بلی کا بولنا	ما	بلی کا بولنا	Mew	میو
بچہ کا ماں کا دودھ چوسنا	لمق	دودھ	Milk	ملک
	نبل	شریف	Noble	نوبل

آوڈ	odd	طاق	احد	ایک
پیراڈائز	Paradise	فردوس	فردوس	فردوس
ریگ	Rag	چیتھڑا	رقعہ	چیتھڑا
شریک	Shriek	چیخ	ضریخ	چیخ
شٹ	Shut	بند کرنا	سد	بند کرنا
سِق	Sick	بیمار	سقیم	بیمار
ساؤنڈ	Sound	آواز	صوت	آواز
سپیرو	Sparrow	چڑیا	عصفور	چڑیا
سٹاوٹ	Stout	مضبوط جسم	سطوت	طاقت
شوگر	Suger	شکر	شکر	ششکر
ٹال	Tall	لمبا	طویل	لمبا
تھیریاک	ٹریکل	الطالوی تریکا	تریاق	تریاق
ٹریک	Trak	راستہ	طریقہ	جمع طرق راستہ
ٹریفک	Traffic	تجارت کا مال سفر میں لیجانا ملکر تجارت کرنا	ترفق	ملکر سفر کرنا
ٹروس	Truce	جنگ کو تھوڑے وقفہ کیلیئے روکنا۔	تراک	جنگ کو تھوڑے عرصہ کیلیے روک رکھنا
ٹرن	Turn	نوبت باری	ترہ تازہ	نوبت باری
ٹائپ	Type	کسی چیز کا نشان یا چھاپنا	طبع	ایک چیز کا دوسری چیز پر جانا
ٹائیفون		طوفان	چینی طیفانگ	طوفان

ارج	Urge	تحریک کرنا۔ اشتعال دینا	ہرج	تحریک کرنا اشتعال دینا
اربن	Urban	شہر سے تعلق رکھنے والا	عرب	شہری
واسٹ	Vast	وسیع	بسیط	بڑا وسعت
وینم	Venom	زہر	ولنعر	بیخال مگس
واش	Wash	دہونا	وضو	
وُڈ	Wood	لکڑی۔	عود	لکڑی
زِگ زیگ	Zigzag	پیچدار راستہ (ایسا راستہ کجی)	خیزغ	کجی

یورپین زبانوں کے بعد اب ہم چند الفاظ ہندی زبان کے درج کرتے ہیں
ایک نظرِ غور عیاں کردے گی۔کہ یہ بھی عربی سے مشتق ہیں

(ہندی)

لفظ ہندی	لفظ عربی	معنے
سُورج	سراج	آفتاب
دینا	دَیْن	قرض
ہوا	ہواء	یاد
کرد (فارسی کارد)	قرض مقراض	کاٹنا
دہکا	دَقّ	دہکا دینا
چاہ	شہ	چاہت
پھلنا۔ پھولنا۔ پھول	فلاح	کامیابی۔ پھلنا

لفظ ہندی	لفظ عربی	معنے
دہائی	دعاء	مدد کیلیے بلانا.
دوارہ	دار	مکان
نانی (پنجابی)	عانی	مددگار۔ رفیق
سیاہ	شوہ	بدصورت
و	ورح	سوزش
دیا	ضیا	روشنی
چک	شق	چاک۔ شگاف
گانا	غنا	گانا
بیٹی	بنت	بیٹی
آگی ۔ آگ	آج	آگ
بھوگ (بھوجن)	بہج	خوش ہونا۔ بھوگنا۔ مزے لینا
سوٹا (انگریزی شافٹ)	سوط	تازیانہ
آسمان	سما	آسمان
گال (پنجابی)	قال	بات
سیدھا	سدید	سیدھا
نچھاور	نثار	قربان کرنا
جان ۔ جاننا	ظن	گمان

Shakir.

یہ یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ فرنگستانی زبانوں میں انگریزی وہ زبان ہے۔ جو سب سے زیادہ بگڑی ہوئی ہے۔ اور جس کے متعلق ماہران السنہ (philologists) بالاتفاق کہتے ہیں۔ کہ اس میں غیر زبانوں کا طوفان آرہا ہے۔ پھر بھی سینکڑوں مفردات (جنمیں خالص اینگلو سیکسن کے الفاظ کثرت سے شامل ہیں) ایسے ہیں جن کا مادہ عربی میں موجود ہے یعنی اسی شکل اور اسی معنے کے ساتھ عربی زبان میں پایا جاتا ہے۔ نمونے کے طور پر ہم نے چند مثالیں اوپر لکھدی ہیں۔ جو اصحاب اس میں زیادہ دلچسپی رکھتے ہیں وہ بجائے خود ایک بڑا ذخیرہ ایسے الفاظ کا جمع کر سکتے ہیں۔

جیسا کہ ایک فاضل مضمون نگار نے ۱۹۰۲ء میں رسالہ مخزن کے ایک پرچے میں ایک مضمون چھپوایا تھا جسمیں اہنوں نے ایک لمبی فہرست ایسے سنسکرت اور ہندی زبان کی تھی۔ جو عربی سے مشتق تھے۔ مجھے یاد ہے کہ مجھے اس رسالہ کے پڑھنے سے بیحد سرور ہوا تھا۔ میں نے کئی سال تک وہ رسالہ محفوظ رکھا۔ لیکن افسوس اس کتاب کی تالیف کے وقت اب وہ رسالہ مجھے نہیں ملتا۔ ورنہ میں سنسکرت الفاظ کی ایک بہت بڑی فہرست یہاں نقل کر دیتا۔

لیکن جبکہ میں نے اس کتاب میں تاریخ کے اوراق۔ پتھر اور لاٹ کے کتبوں قرآن اور حدیث کے حوالوں سے اصولی رنگ میں ثابت کر دیا ہے۔ کہ سنسکرت پہلوی سے اور پہلوی عربی سے مشتق ہے۔ جو بدھ مت کے زمانے کے آخر تک ہندوستانی لنگوا فرینکا (مروجہ زبان) رہی اور جو بڑی بڑی علمی کتابیں اس عرصہ میں لکھی گئیں۔ وہ سب پہلوی ہی میں لکھی گئیں۔ اس لئے اگر میں ایسے سنسکرت الفاظ کی ایک ایسی فہرست نہ بھی دے سکوں۔ تو کچھ ہرج نہیں۔ میں نے اور دائرے ویراف کے حوالے سے یہ بھی ثابت کر دیا ہے کہ سنہ مسیحی سے کئی صدیاں بعد تک بھی جو کتابیں

بعض لائق مصنفین کے ہاتھوں ایران میں تالیف ہوئیں۔ ان میں عربی مفردات بکثرت پائے جاتے تھے۔ بلکہ ان کتابوں کا جزو لازم تھے بس جب سنسکرت کی ماں یعنے پہلوی مفردات (مفرد اسماء وافعال) اور صلوں کے جڑاؤ زیوروں سے لدی ہوئی ہے۔ تو کیا بیٹی کے پاس کوئی بھی زیور نہ ہوگا۔ اور کیا ماں نے بیٹی کو اپنی وراثت سے قطعی محروم رکھا ہوگا۔ ہر گز نہیں۔ بات یہ ہے کہ تدبر کرنے والوں کو دانہ کے اندر خرمن اور قطرے کے اندر دریا نظر آجاتا ہے۔

خواجہ کمال الدین صاحب کی کتاب کو پڑھ کر یہ کہنا پڑتا ہے کہ جناب خواجہ صاحب نے سنسکرت زبان کی طرف کم توجہ کی ہے۔ اور سنسکرت اور ویدوں کی تاریخ سے انہیں بہت ہی کم واقفیت ہے۔ اس کی وجہ غالباً یہی ہے۔ کہ انکو اس طرف توجہ کرنے کے لئے وقت نہیں ملا۔ میں نے یہ ضمنی ریمارک اس لئے کیا ہے کہ کتاب اُم الالسنہ میں مجھے ذیل کا فقرہ نظر آیا :۔

"لیکن اب یہ ساری تمیزیں آہستہ آہستہ مفقود ہوگئیں۔ ماسوائے سنسکرت کے اور وہ بھی اسلئے کہ گذشتہ ڈھائی ہزار برس سے وہ مرچکی ہے"۔

سنسکرت کی قدامت کا مضمون بہت وسیع ہے۔ اور میں نے اپنی اس کتاب میں اس پر سیر کُن بحث کی ہے۔ اور یہ ثابت کیا ہے۔ کہ سنسکرت کی ابتدا آج سے ڈھائی ہزار سال پیشتر ہوئی تھی۔ نہ کہ اس کی موت۔

لیکن ایک بات جو خواجہ صاحب نے مستنبط کی ہے جس کے ماننے میں مجھے کلام ہے۔ خواجہ صاحب نے انگریزی زبان کے ۸۰ الفاظ ایسے نقل کئے ہیں۔ جو روزمرّہ کی استعمال کی اشیاء کے نام ہیں۔ (دیکھو صفحہ ۱۴۰-۱۴۲ کتاب ام الالسنہ) ان کے مقابلہ میں انہوں نے ۸۰ الفاظ (مفردات) عربی زبان کے درج کئے ہیں جس سے یہ ثابت کرنا مقصود ہے۔ کہ یہ تمام کے تمام مفردات انگریزی عربی

سے نکلے ہیں۔ یہاں تک سب کچھ صحیح ہے۔ اور کس کو اس کے ماننے سے انکار ہو سکتا ہے؟

لیکن بقول خواجہ صاحب ان ۱۰۰ انگریزی الفاظ میں سے یورپین مورخین صرف پانچ الفاظ کو سنسکرت تک پہنچا سکے ہیں۔ جس سے خواجہ صاحب یہ نتیجہ نکالتے ہیں۔ کہ سنسکرت کی نسبت انگریزی زبان کو عربی کے ساتھ زیادہ مناسبت اور قرب حاصل ہے یعنی ۱۰۰ الفاظ روزمرہ انگریزی میں سے عربی کے اندر چالیس کے چالیس الفاظ (ہم شکل و ہم معنے الفاظ) ملتے ہیں۔ مگر سنسکرت میں بمقابل چالیس الفاظ۔ کے صرف ۵ الفاظ متحد الاصل پائے جاتے ہیں۔

میں عرض کرتا ہوں کہ یہ نتیجہ صحیح نہیں۔ یہاں خواجہ صاحب نے بلاشبہ عدم تدبّر اور عجلت سے کام لیا ہے۔ یا یہ بات ہے کہ خواجہ صاحب کو تحقیق سنسکرت کے ساتھ چنداں مناسبت نہیں۔ اور یہ بات تو میں پہلے ہی لکھ چکا ہوں۔ کہ جناب خواجہ صاحب سنسکرت اور ویدوں کی تاریخ سے قطعی طور سے ناواقف ہیں۔ کیونکہ اگر وہ اس سے واقف ہوتے۔ تو سنسکرت کی موت کا زمانہ آج سے ۲۵۰۰ برس پیشتر نہ بتلاتے۔

لہ خواجہ صاحب کے پانچ الفاظ حسب ذیل ہیں:۔

انگریزی۔	سنسکرت	عربی
ڈور (door)	دوارہ یا دوار	دار
آئی (eye)	اکش	عین
ریڈ (red)	رودھرا	ورد (گلاب)
سکائی (sky)	سکو (ڈھانپنا)	ستی (ابر بزرگ)
ارتھ (earth)	دھرتی	ارض

خیر سوء اتفاق سے جناب خواجہ صاحب کو عربی روزمرہ کی ایسی فہرست ملی جنمیں ۵/۶ سنسکرت الفاظ موجود ہیں۔ اور ۱/۶ الفاظ انگریزی۔ میں ذیل میں ایک ایسی فہرست عربی روزمرہ کی دیتا ہوں۔ جنمیں ۱/۶ سنسکرت الفاظ موجود ہیں۔ فہرست یہ ہے :-

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نمبر شمار	عربی	سنسکرت
١	دینار	دینار (سکہ)
٢	اطریفل	ترپھل (ترپھلا)
٣	شتا (موسم سرما)	شیت (سردی پنجابی سیت)
٤	شک (شبہ)	شنکا (شنک)
٥	ندا (آواز)	ناد (آواز یا پکار)
٦	قانتہ (عورت)	کانتا (عورت)
٧	حرم (محل)	حرمیہ (محل)
٨	نار (آگ)	نرک دوزخ
٩	انتقال (وفات)	انت کال
١٠	قط (قطع کرنا)	کت کاٹنا
١١	سلم سلامتی	شم سلامتی۔ شانتی
١٢	اظہار (ظاہر کرنا)	اُجہار یا وِنجہار (ظاہر کرنا)
١٣	والد (باپ)	پالک (باپ)

نمبر شمار	عربی		سنسکرت	
۱۴	ستّہ	(چھ)	ششٹہ	(۶)
۱۵	سبع	(۷)	سپت	(۷)
۱۶	ما	(مت نفی)	ما	(مت ۔ نفی)
۱۷	خلا	(فضا)	کھا	(فضا)
۱۸	اُم	(ماں) ۔	ما ۔ ماتا	(Mother)
۱۹	سراج	(روشن)	سورہم سوریج	(روشنی دینے والا)
۲۰	آدم	(پہلا مخلوق انسان)	آدم	(ابتدائی پہلا)
۲۱	نوح	(حضرت نوحؑ)	~~نوتھ~~	(ایک بلند پایہ مقنن جہرشی کا نام)
۲۲	جہاد	(لڑائی کوشش)	جُدھ	لڑائی ۔ جنگ
۲۳	دار	(گھر)	دوار	دروازہ ۔ (گھر)
۲۴	عدن	(باغ)	اُدیان	(باغ)
۲۵	ذات	(قوم) (caste)	جات	(جاتی ۔ قوم)
۲۶	کافور	(دوائی)	کرپُور	(پنجابی کپور)
۲۷	آستانہ	(مقام)	استہان	جگہ
۲۸	بندہ	(عبادت گذار)	بندگی	(عبادت کرنا)
۲۹	بیم	(بیم و رجاء)	بھئے	خوف
۳۰	آفت		آپت	
۳۱	آذوقہ	(توشہ)	آجیوکا	(گزارہ)
۳۲	اختیار		ادہیکار	استحقاق ۔
۳۳	انتہا		انت تھا ۔	

اشنو

نمبر شمار	عربی	سنسکرت
۳۴	سریر (جسم)	شریر (جسم)

اب خواجہ صاحب خود ہی سمجھہ لیں کہ جو کلیہ انہوں نے اپنی فہرست الفاظ کی بنا پر تجویز کیا ہے۔ کہاں تک صحیح ہے۔ کیونکہ میں نے ایسی فہرست الفاظ پیش کی ہے۔ کہ جسمیں بہت سے سنسکرت الفاظ روزمرہ موجود ہیں۔ یہ تو اپنا اپنا طرز انتخاب ہے۔ ایک شخص نے ۵۰ لفظ مر مار کر جمع کئے۔ لیکن اسمیں سنسکرت الفاظ بہت کی نسبت سے موجود پائے۔ دوسرے نے اپنے نقطۂ نظر سے ایک مجموعہ منتخب کیا جسمیں بہت کی نسبت سے سنسکرت الفاظ موجود ہیں۔

اس غلط کلیے کی بنا پر جناب خواجہ صاحب کو ایک غلط نتیجہ نکالنا پڑا۔

ام الالسنہ صفحہ ۵۴ پر آپ یوں رقمطراز ہیں:۔

"یہ قیاس غلط ہے۔ کہ سنسکرت۔ فارسی۔ اور یورپین زبانوں کے بولنے والے اوّل ایک ہی جگہ آباد تھے"۔

یہ نتیجہ جو خواجہ صاحب نے نکالا ہے۔ نہایت خطرناک ہے۔ چند الفاظ کی بنا پر تاریخ کے اوراق پر خطِ نسخ کھینچ دینا۔ عقلمندی اور تحقیق سے دور ہے ہم جناب خواجہ صاحب کو بتلاتے ہیں۔ کہ آریہ اقوام کا اوّلین وطن ایک ہی ہے۔ گو وہ وسط ایشیا نہیں۔ جیسا کہ یورپ کے نادان اور انگلی باز دل نے بیان کیا ہے۔ بلکہ وہ ملک شام کا وہ علاقہ ہے۔ جو بحیرہ مردار کے کنارے کے ساتھ ملا ہوا ہے۔ اور جسکا مشہور شہر آر بائیبل میں جا بجا مذکور ہے دیکھو کتاب۔

مولوی محمد حسین آزاد مرحوم

مولوی محمد حسین آزاد مرحوم نے بھی اپنی کتاب سخندان فارس میں اس موضوع پر کہیں کہیں مختصر ریمارک کئے ہیں۔ اور چند الفاظ بھی لکھے ہیں۔ جو عربی اور سنسکرت میں ملتے جلتے پائے جاتے ہیں۔ لیکن ان کا نظریہ بالکل اور ہے وہ ایک منٹ کے لئے بھی یہ تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں کہ کوئی فارسی یا عربی کا لفظ سنسکرت سے نکلا ہے۔ برخلاف اس کے انکا یقین یہ ہے۔ کہ ایسے متحد الاصل الفاظ سب کے سب سنسکرت یا فارسی سے عربی میں چلے گئے ہیں کوئی لفظ عربی سے سنسکرت یا فارسی میں نہیں آیا۔ مثلاً۔

عربی	فارسی	سنسکرت	ہندی	
کشح	کش	ککشی	کوکھ	(بمعنے پہلو)

اور

شاطر	شاطر	چاتر	(بمعنے چالاک)

ان کے نزدیک متحد الشکل اور متحد المعنے ہیں۔ لیکن وہ کہتے ہیں۔ کہ یہ الفاظ اوّلاً سنسکرت میں موجود تھے۔ وہاں سے عربی میں چلے گئے ہیں۔

ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ انکو عربی کے ساتھ کچھ تنافر ہے۔ اور فارسی کیساتھ دلی رغبت ہے۔ وہ فارسی کو عربی کے برابر قدیم اور اس سے بڑھ کر فصیح و بلیغ سمجھتے ہیں۔ اور اس کی وجہ صرف ان کا ذاتی خیال ہے۔ اس پر وہ کوئی دلیل قائم نہیں کر سکے۔ اور نہ کر سکتے تھے۔ اور عربی کو ام الالسنہ قرار دینا تو ان کے مذہب میں گناہ کبیرہ معلوم ہوتا ہے۔

چونکہ جناب مولوی صاحب فوت ہو چکے ہیں۔ اس لئے ان کی وفات کے بعد اس بارہ میں ہم کچھ زیادہ ریمارک پسند نہیں کرتے۔ لیکن اس بات کا

اظہار بہایت افسوس سے کرنا پڑتا ہے۔ کہ قرآن مجید کی روشنی کے بغیر لاکھوں نہیں بلکہ کروڑوں مسلمان کہلانے والے اس وقت اندھیرے میں ہیں۔ اور سینکڑوں مولوی کہلانے والے بدنام کنندہ نکونامے چند ہیں :-

افسوس! قرآن کریم تو عربی کو "عربی مبین" کا لقب دے۔ لیکن ہمارے فضلاء، فارسی اور انگریزی کو عربی سے افصح اور ابلغ سمجھیں۔ مصرع

تفو بر تو اے چرخ گرداں تفو

اسی طرح لاہور کے اسلامیہ کالج میں ایک لمبی ڈاڑھی والے مسلمان پروفیسر کسی وقت ہوتے تھے۔ جن کے متعلق مشہور ہے۔ کہ وہ شیکسپیر کی زبان کو قرآن کی زبان کے مقابلے میں اعجازی قرار دیا کرتے تھے۔ پس اگر کسی مولوی نے عدم علم کیوجہ سے فارسی کو عربی سے قدیم تر سمجھا۔ یا ویسا ہی قدیم خیال کیا۔ جیسا کہ عربی ہے۔ یا فارسی کو عربی پر از روئے فصاحت و بلاغت ترجیح دی۔ تو کونسی تعجب کی جا ہے۔ جب تمام دنیا ایک ہی رنگ میں رنگین ہو۔ تو کسکا شکوہ کیا جائے۔ سے

جب توقع ہی اٹھ گئی غالب
کیوں کسیکا گلہ کرے کوئی

گیارہواں باب

پالی زبان

(پالی اور پہلوی ایک ہی زبان ہے)

پالی کا پہلوی ہونا ایسا یقینی ہے۔ جیسا کہ ایک اور ایک دو۔ اور دو اور دو چار۔

ہم اوپر بیان کر چکے ہیں۔ کہ ایران کے میدی اور فارسی تمدن کا اثر سارے شمالی ہندوستان میں پہنچ گیا تھا۔ ۱۰۰۰ ق م سے لیکر ۴۰۰ ق م یعنی ۶۰۰ سال تک سارا افغانستان۔ صوبہ سرحد اور پنجاب ایرانی شہنشاہوں کے زیر حکومت رہا۔ اور اسی وجہ سے یونانیوں کی آمد تک پنجاب اور افغانستان کے اندر ابتدائی صدیوں میں عربی۔ اور عبرانی کا دور دورہ رہا۔ اور پھر آخری تین صدیوں ق۔م میں پہلوی زبان کو اقبال نے اپنے پہلو میں جگہ دی۔ اس زبان کی طرز تحریر داہیں سے بائیں کو تھی جیسا کہ تمام سامی زبانوں کا قاعدہ ہے۔ چنانچہ جو کتبے گجرات (کاٹھیاواڑ) اور افغانستان سے برآمد ہوئے ہیں۔ وہ اسی زبان میں ہیں۔ جو داہیں سے بائیں کو لکھی گئی ہے۔ شہباز گڑھی واقعہ افغانستان سے جو کتبہ برآمد ہوا ہے۔ اُس کی زبان کے متعلق انسکلوپیڈیا برٹانیکا حسب ذیل

رقم طراز ہے :۔ دیکھو لفظ (Inscriptions) "سیاح مالسن نے (اس کتبے کا) نقش یا چربہ کالی کٹ کے کپڑے پر اتارا اور ایک عینی نقل بھی لی۔ پھر اس نے اس کو رائل ایشیاٹک سوسائٹی کے آگے پیش کیا۔ یہ کتبہ (راجہ اشوک کی گڑوائی ہوئی) لاٹھوں کے رسم الخط میں تحریر نہ تھا۔ بلکہ اس زبان میں تحریر تھا۔ جسکا نام آجکل باختری پالی یا آرین پالی مشہور ہے۔ جس میں زبردست علامات اس امر کی موجود ہیں۔ کہ یہ زبان اصل میں فینقی زبان سے نکلی ہے۔

لاٹھوں کے حروف یا ہندی پالی کی تحریر بائیں سے دائیں کو ہے۔ لیکن (برخلاف اس کے) آرین پالی کا رسم الخط دائیں سے بائیں کو ہے۔ یہ رسم الخط قبل ازیں باختر کے ان یونانی بادشاہوں کے سکوں پر پایا گیا تھا۔ جن پر دو زبانوں پالی اور یونانی کی عبارت ہے۔ ان سکوں کے سامنے کے رُخ پر ایک یونانی فقرہ درج تھا۔ اور پشت کی جانب ثابت ہوا کہ اسی کا ترجمہ آرین پالی زبان میں تھا۔

آگے چلکر یہی مصنف لکھتا ہے :۔

"راجہ اشوک کے پانچ بڑے کتبوں کے علاوہ چھ اور چٹانی کتبے بھی ہیں جنہیں سے تین جو سہسرام۔ روپ ناتھ اور برایت میں ہیں۔ ایک ہی ہیں۔ بجز اس کتبے کے جو متھرا میں ہے۔ یہ کتبات آرین پالی زبان میں ہیں (یعنی پہلوی زبان میں) یہ سب کتبے مختصر سے ہیں۔ اور بعض تو چھ یا سات الفاظ کے ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ یہ اس زمانے کے ہیں۔ جو سنہ عیسوی کے آغاز کے قریب تھا"

ذرا آگے چلکر یہی مصنف رقمطراز ہے۔ کہ مانکی آلا (مانکی والا) واقعہ پنجاب میں سے ایک کتبہ نکلا ہے جس پر سنہ ۲۴۶ لکھا ہے۔ جس سے اغلباً "بعد وصال بدھ" مراد ہے۔

اسی مضمون کے سلسلے میں راجہ کنشک کے خاندان کے تذکرہ کے بعد لکھا ہے:-
"انڈو سیتھین خاندان کے عہد کے قریب سوراشٹر (گجرات میں) ایک حکمران خاندان گذرا ہے۔ جو اپنے آپ کو کھیترپ یا ستریپ کہتے تھے۔ اور وہ شاہ یا شمنہ کے نام سے مشہور ہیں۔ وہ بعض کتبے چھوڑ گئے ہیں۔ ان کتبات کی زبان ہندی پالی ہے۔ لیکن ان سے کچھ زمانہ پہلے کے سکوں پر شاہ وقت کا نام امتیازی حیثیت کے ساتھ آرین پالی (پہلوی) میں مرقوم ہے"۔
کیا ان انکشافات سے جو سکوں اور کتبوں کے ذریعہ انیسویں صدی میں ہوئے ہیں۔ اس امر کے ثبوت میں کچھ کسر رہجاتی ہے۔ کہ پانسو برس تک پہلوی زبان پنجاب۔ ہندوستان۔ گجرات۔ اور سرحدی صوبہ اور افغانستان کے اندر (Lingua Franca) تھی۔ باختر کے یونانی بادشاہوں گجرات کے فارسی الاصل شاہوں۔ کنشک اور اس کے جانشینوں۔ موریا خاندان کے سب سے بڑے بادشاہ اشوک (جس کا دارالحکومت پٹنہ تھا) نے اپنے سکے اور کتبے کھدوانے کے لئے پہلوی زبان (جسکو ہندوستان میں پالی کہنے لگے تھے) سے زیادہ موزون اور کوئی زبان نہ دیکھی۔ اور متھرا کے کتبے کے سوا باقی تمام کتبات ایرانی پالی یعنے پہلوی میں لکھوائے گئے۔
پالی کی مثال آجکل ہمارے زمانے میں اردو زبان ہے۔ جو بلاشبہ ہندوستان کی (Lingua Franca) ہے اور انگریزوں نے ابتدائے عہد ایسٹ انڈیا کمپنی سے عملی رنگ میں اس کا (Lingua Franca) ہونا تسلیم کیا ہے۔ چنانچہ ڈیڑھ سو سال سے جسقدر روپے اور دوسرے نقری سکے ہندوستان میں مضروب ہوئے۔ ان میں انگریزی حروف کے علاوہ اردو حروف میں سکہ کا نام

گندہ ہوتا رہا ہے۔ اردو کے سوا ہندوستان کی باقی پراکرتوں کو یہ درجہ نہیں دیا گیا۔ کہ ان کے رسم الخط کو جو بائیں سے دائیں کو ہے۔ اختیار کیا جاتا۔ بلکہ ان سب پر اردو زبان اور اس کے فارسی رسم الخط کو ترجیح دی گئی۔ جو دائیں سے بائیں کو لکھے جاتے ہیں۔ بعینہٖ اسی طرح آپ یہ سمجھ لیں۔ کہ پالی زبان کا رسم الخط پہلوی کے تتبع پر دائیں سے بائیں کو مقبولِ خاطرِ عوام رہا۔ اور چھٹی صدی ق۔م سے لیکر ابتدائے سن عیسوی تک یہ زبان اور اس کا رسم الخط ہندوستان میں جاری رہا۔ موریا خاندان کے خاتمے پر جہاں ایک طرف بُدھ مذہب اور سلطنت کو ضعف پہنچا۔ وہاں پالی زبان کو بھی سر نیچا کرنا پڑا۔ حتٰے کہ گپت خاندان کے سب سے بڑے راجہ چندر گپت بکرماجیت کے عہد یعنے چوتھی صدی عیسوی میں ہندوستان کے اندر پالی زبان کی ہستی نابود ہو کر ایک نئی زبان نکل آئی جس کا نام برہمنوں نے سنسکرت یعنی[۵] (polished) زبان رکھا۔ سنسکرت نام کہے دیتا ہے کہ یہ زبان پالی اور دیگر ہندوستانی پراکرتوں کا خلاصہ ہے جس کی ابتداء گپت خاندان کے ساتھ ہوئی۔ اور واضح رہے کہ گپت خاندان ۴۵۰ء تک حکمران رہا۔ اور ان کا دارالحکومت شہر اُجین تھا۔ جو ہندوستان کے عین وسط میں واقع ہے۔

عربی میں مثل ہے۔ کہ خیر الامور اوسطہا۔ یعنی ہر بات کا وسط سب سے بہتر ہوتا ہے۔ جسطرح اُجین ہندوستان کا وسط ہونے کے لحاظ سے بہترین شہر تھا اسی طرح سنسکرت بھی اُن وقتوں کی تمام پراکرتوں کا وسط ہونے کے سبب بہترین زبان تسلیم کی گئی۔ اور اپنے عروج کے وقت میں اس نے بہت اچھا قابل

---

۵ بمعنے مصفا

قدر لٹریچر پیدا کیا۔ کسی مورخ اور ادیب کو اس امر کے تسلیم کرنے سے انکار نہیں البتہ ہمیں اس بات پر سخت غصہ آتا ہے۔ جبکہ ہم ہندو اخبارات سے آئے دن یہ سنتے ہیں۔ کہ سنسکرت زبان سب سے قدیم زبان ہے۔ اور باقی تمام زبانیں اسی سے نکلی ہیں۔ دیکھو یہی تاریخ ہے اس قوم کو کتنا بعد ہو رہا ہے۔ وہ نہیں دیکھتے کہ بکرماجیت کے عہد پر تو ڈیڑھ ہزار سال سے زیادہ عرصہ نہیں گذرا۔ پھر کس منہ سے یہ لوگ سنسکرت کی ازلیت اور قدامت کا دعوٰے کرتے ہیں۔ رہے وید سو وہ بھی اُسی زمانہ کی تصنیف ہیں۔ ان کی زبان سنسکرت سے ذرا مشکل ہی سہی لیکن اس سے وہ عقل اول اور اول ترین کتاب کا درجہ حاصل نہیں کر سکتے۔ مانا کہ ویدوں کے مصنفوں نے جنکی تعداد سینکڑوں

پنڈت دیانند کا قول بھی اس بارہ میں ملاحظہ ہو۔ کس شان بے نیازی سے فرماتے ہیں:۔

"اُس سے پہلے اس ملک (ہندوستان) کا کچھ بھی نام نہ تھا۔ اور نہ کوئی آریوں سے پہلے اس ملک میں بستے تھے۔ کیونکہ آریہ لوگ ابتدائے عالم (جس پر بقول ان کے ایک ارب ستانوے کروڑ سال گذرے ہیں) میں عرصہ کے بعد تبت سے سیدھے اس ملک میں آکر بسے تھے"!

افسوس کہ مسٹر تلک نے پنڈت دیانند کے ساتھ اتفاق نہیں کیا۔ کیونکہ ان کی رائے یہ ہے کہ وید اول اول قطب شمالی میں پر گھٹے ہوئے۔ دوسری طرف لیتھبرج، مارسڈن۔ وغیرہ فرنگی مورخوں کا خیال ہے۔ کہ وید آج سے ۳۲۰۰ برس پیشتر آریوں کے ہندوستان میں آنے کے ساتھ نازل ہوئے۔ سچ ہے۔ فکر ہر کس بقدر ہمت اوست۔ حافظ

تک پہنچتی ہے۔ اور جو سب کے سب شاعر تھے۔ سنسکرت کے الفاظ کے علاوہ بہت سے دقیق الفاظ ژند کے ملاکر وید کے اشعار موزون کئے ہیں جس سے ان کی زبان عام فہم نہیں رہی۔ اور غالباً ان مصنفوں کا منشا بھی یہی ہوگا کہ عوام الناس ان کتابوں کو نہ پڑہیں۔ جبھی تو اس قسم کے قواعد ایجاد کئے کہ اگر کوئی شودر وید کا منتر سُن لے۔ تو اُس کے کان میں سیسہ پگھلاکر ڈالا جائے۔ بس ایک طرف زبان کو عمداً دقیق اور مشکل بنا دیا گیا۔ اور دوسری طرف عوام الناس سے انکو چھپایا گیا۔ مگر اس قسم کی زبان سے یہ ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا۔ کہ وید بقول آریہ سماجیوں کے۔ ایک ارب ستانوے کروڑ سال پیشتر رچے گئے۔ معلوم نہیں کہ اس زمانے کے ہندو گریجویٹ (جنمیں بعض اعلےٰ درجہ کے ادیب اور سائنسدان بھی ہیں) ان رکیک اور اوچھی باتوں کی علانیہ تردید کیوں نہیں کرتے۔ اور کیوں اپنی قوم کے لئے وہ بات پسند کرتے ہیں جکو انکا علم و فضل اپنی ذات کے لئے پسند نہیں کرتا۔ مرزا غالب مرحوم نے شاید ایسے ہی لوگوں سے مخاطب ہوکر کہا ہوگا ؎

تجاہل پیشگی سے مدعا کیا
کہاں تک اے سراپا ناز کیا کیا
نوازشہائے بیجا دیکھتا ہوں
شکایتہائے رنگیں کا گلا کیا

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۱۹

جنگ ہفتاد و دو ملت ہمہ را عذر بنہ
چوں ندیدند حقیقت رہ افسانہ زدند

اس بات کے ثبوت کے لئے کہ چھٹی صدی قبل مسیح میں ایران اور ہندوستان کی ایک ہی زبان تھی، جس کو ایران میں پہلوی اور ہندوستان میں پالی کہا جاتا تھا۔ حضرت زرتشت اور حضرت بیاس براہمن کی ملاقات کا واقعہ بھی جو ایک تاریخی واقعہ ہے۔ بہت کچھ بصیرت افروز ہے۔ مولوی محمد حسین صاحب آزاد مرحوم نے اپنی تصنیف "سخندانِ فارس" کے صفحہ ۴۰ پر دساتیر صفحہ ۱۹۱ کے حوالے سے ذیل کی عبارت کو جو نامۂ زرتشت کا ایک فقرہ ہے۔ اور جس کی تفسیر ساسان پنجم نے ۶۰۹ء میں فارس میں لکھی نقل کیا ہے۔ ہم اس کو اپنی زبان یعنے اردو میں ترجمہ کرکے یہاں درج کرتے ہیں جس سے ناظرین کو معلوم ہو جائیگا۔ کہ وہ واقعہ کیا تھا۔ اور اصل الہامی آیت لکھکر تفسیر ساسان پنجم کو بھی لکھیں گے۔ (وہو ہذا)

وحی الٰہی جو حضرت زرتشت پر نازل ہوئی

"اے دوست کے پیغمبر! زرتشت! اسفنتمان کے بیٹے۔ جب چنگرنگاچہ[1] تمہارے پاس آئے۔ تو اوستھا کا ایک نسک یعنی سورت پڑھ کر سنانا اسی ایک سورت کو سن کر وہ راہ راست پر آجائیگا۔ اور ہند کو واپس چلا جائے گا۔"

---

[1] چنگرنگاچہ اصل میں شنکر راجہ ہے۔ جو قنوج کا فرمانروا اور مہاراجہ ادہیراج تھا حضرت زرتشت کے پاس شنکر راجہ بذات خود نہیں گئے تھے۔ بلکہ انہوں نے اپنے دربار کے ایک فاضل برہمن بیاس نام کو وہاں بھیجا تھا۔ تفصیل کیلئے دیکھو صفحہ

تفسیر از ساسان پنجم

چنگر نگاچہ ایک فلاسفر تھا۔ جو دانائی اور زیرکی میں ممتاز تھا۔ اور دنیا کے برہمن اور پروہت اس کی شاگردی پر ناز کرتے تھے۔ جب اس نے خدا کے رسول زرتشت کی شہرت کا چرچا سُنا۔ تو اپنا دین آئین ترک کرنے کے ارادے سے وہ ایران آیا۔ جب بلخ میں پہنچا۔ تو بغیر اس کے کہ وہ زبان سے کوئی کلمہ نکالے۔ اور سوال کرے۔ خدا کے پیغمبر زرتشت نے اس سے کہا کہ جو کچھ تیرے دل میں ہے۔ اس کو زبان سے مت کہو۔ بلکہ اُسے مخفی رکھو۔ یہ کہکر حضرتِ زرتشت نے اپنے ایک دانا شاگرد سے کہا۔ کہ اوستھا کا ایک نسک یعنی سورت اس کو پڑھ کر سُنا۔ اس مبارک سُورت میں سراسر وہ باتیں تھیں۔ جنکی تلاش میں چنگر نگاچہ سرگرداں تھا۔ . . . . جب چنگر نگاچہ نے یہ معجزہ دیکھا۔ تو وہ زرتشتی مذہب میں داخل ہو گیا۔ اور وہاں سے ہند کے ملک کو واپس لوٹا۔ اسی مبارک دین پر وہ استوار رہا . . . . . .

اسی واقعہ کو مصنف تحقیق آریہ مطبوعہ لاہور نے نامہ وخشور زرتشت مطبوعہ ایران صفحات ۱۲۷ تا ۱۵۸ سے خلاصہ کرکے لکھا ہے۔ چنانچہ ان کے اقتباس کو بھی ہم ذیل میں نقل کرتے ہیں۔ تاکہ دساتیر "روز نامہ وخشور زرتشت" کی عبارتوں میں جو اختلاف ہے۔ وہ بھی ناظرین ملاحظہ کرلیں۔ اور اس امر کو بھی نوٹ کرلیں۔ کہ ایک عرصہ گذر جانے کے بعد جو کتابیں روائتوں کی بناء پر لکھی جاتی ہیں۔ وہ کہاں تک مستند اور معتبر ہوسکتی ہیں۔ اور اسی سے ویدوں کے متعلق بھی قیاس کیا جاسکتا ہے کیونکہ

جس طرح دساتیر ایرانیوں کی کتب مقدسہ کا مجموعہ ہیں۔ اسی طرح ہندؤں میں وید تمام اگلی پچھلی مذہبی روایتوں کا مجموعہ ہیں۔ جن کو سب سے پہلے بیاس جی نے مہاتما بدھ کی پیدائش کے قریب رائج الوقت علمی زبان یعنی آرین پالی یا پہلوی میں تالیف کیا تھا۔

اقتباس از نامہ خشور زرتشت

وحی الٰہی جو حضرت زرتشت پر نازل ہوئی

"اکنوں برہمنے بیاس نام از ہند آید۔ بس دانا کہ بر زمیں کم کس چناں است۔ چوں ایں آیہ برد خوانی۔ راست کیش شود۔ و از ہم آئینانِ تو گردد۔"

یعنی اب (اے زرتشت) بیاس نام ایک برہمن تیرے پاس ہند سے آئیگا۔ وہ بہت دانا اور عالم ہے۔ اس جیسے زمین پر بہت کم آدمی ہیں جب تو یہ آیت (سورۃ) اس پر پڑھیگا۔ تو وہ سچے مذہب والا اور نیز تیرا ہم آئین ہو جائیگا۔

اس آیت کی تفسیر اس کے شارح ساسانِ پنجم نے یوں کی ہے۔

اردو ترجمہ تفسیر ساسان پنجم

کہتے ہیں کہ جب بیاس ہندی بلخ میں پہنچے۔ تو گشتاسپ بادشاہ نے زرتشت

کو بلایا۔ اور اس کو بیاس کے آنے کی اطلاع دی۔ حضرت نے جواب دیا کہ خدا آسان کرے گا۔ پس شہنشاہ نے حکم دیا۔ اور ہر ولایت کے داناؤں اور بیدوں دینی برہمنوں اور پروہتوں) کو طلب کیا۔ جب سب جمع ہوئے۔ حضرت زرتشت بھی عبادت خانہ یعنے حجرہ سے نکلے۔ بیاس جی نے بھی محفل میں حاضر ہو کر حضرت کی خدمت میں عرض کی۔ کہ اے زرتشت شنکر جی کے سوالات کا جواب دینے اور راز دل کے تبلا دینے پر ہند و ستانیوں کا ارادہ ہے۔ کہ آپ کے مذہب کو قبول کر لیں۔ میں نے پہلے بھی آپ کی بہت سی تعریفیں سنی ہیں۔ میں ایک ہندی نژاد ہوں۔ اور علم میں میرا کوئی نظیر نہیں۔ میرے دل میں مخفی راز ہیں۔ جنکو میں زبان پر نہیں لایا ہوں۔ اگرچہ ایک گروہ یہ کہتا ہے۔ کہ شیاطین شیطانی طریق پر چلنے والوں اور دیو پرستوں کو آگاہ کر دیتے ہیں۔ مگر حال یہ ہے۔ کہ (اس راز کو) میرے دل کے سوا کسی کان نے اب تک نہیں سنا اگر اس محفل میں آپ ان رازوں کو ایک ایک کر کے بیان کریں تو میں بھی آپ کے مذہب کو قبول کر لوں گا۔

حضرت زرتشت نے فرمایا۔ کہ اے بیاس تیرے آنے سے پیشتر خدا تعالیٰ نے مجھے ان رازوں سے آگاہی بخشی ہے۔ اس کے بعد حضرت نے وہ نسک یعنے سورۃ اوّل سے آخر تک اسے پڑھ کر سنائی۔ بیاس نے اسکو سنا۔ اور اس کے مغز کو پہنچا۔ خدا کی جناب میں نماز پڑھی۔ سجدۂ شکر بجا لایا۔ زرتشت کے آئین میں داخل ہوا۔ اور پھر ہندوستان کیطرف لوٹا۔

دساتیر اور "نامہ دخشور زرتشت" دونوں کے بیان میں قدرے اختلاف ہے۔ دساتیر میں زائر ہندی براہمن کا نام سنگر نگاسن یعنے شنکر جی لکھا ہے۔ لیکن "نامہ زرتشت دخشور" میں دونوں کا ذکر ہے۔

یعنے شنکر جی اور بیاس جی کا سیاق عبارت کہے دیتا ہے۔ کہ شنکر جی ہند کے مہاراج ادہیراج تھے۔ اور اس قدر طاقت اور صاحب اختیار اور صاحب رسوخ تھے۔ کہ اُن کے تبدیل مذہب سے تمام رعایائے ہند اپنا مذہب تبدیل کرنے کا ارادہ کر چکی تھی۔ اُن کا دارالحکومت قنوج تھا۔ مہاراجہ کے دل میں ویدک مذہب نے کئی شکوک ڈالدئے تھے۔ ان شکوک کے رفع کرنے کے لئے انہوں نے اپنے فاضل پنڈت بیاس جی کو حضرت زرتشت کی خدمت میں روانہ کیا۔ اور یہ ارادہ ظاہر کیا۔ کہ اگر حضرت زرتشت نے اُن کے مخفی دلی خیالات کو وحی الہی کے ذریعہ جان لیا۔ تو وہ مع اپنے تمام رعایا کے زرتشتی دین کو اختیار کرلیں گے۔ (دیکھو ناسخ التواریخ) (جلد اول)

اس تاریخی واقعہ سے تاریخ ہند کا ایک نیا باب کھلتا ہے۔ اس سے اس بات کا بھی پتہ چلتا ہے۔ کہ بدھ مت کے شیوع سے پیشتر زرتشتی مذہب مہاراجہ شنکر والی قنوج کے تبدیل مذہب اور بیاس جی کی تبلیغی کوششوں سے پنجاب اور ہندوستان میں پھیل گیا۔ آجکل کے ہندوؤں میں جو آگ کی پوجا اور ہون وغیرہ کی جو رسوم مروج ہیں۔ ممکن ہے۔ یہ زرتشتی مذہب کے اثر کا نتیجہ ہوں۔ اور ویدوں میں جو اگنی وغیرہ کی تعریفیں لکھی گئی ہیں۔ وہ بھی غالباً اسی زرتشتی مذہب کے اثر کا نتیجہ ہو۔ خصوصاً جبکہ اس بات کو بھی مدنظر رکھا جائے۔ کہ دارا گشتاسپ حامئ دین زرتشت کے بعد جب اس کے بیٹے اسفندیار نے ہندوستان پر حملہ کیا۔ تو بڑے زور شور سے زرتشتی مذہب کی تبلیغ اور تلقین کی۔ اور کئی مقامات پر آتشکدے بھی بنوائے۔

لیکن وہ بات جو ایک تازہ انکشاف کا رنگ رکھتی ہے۔ اور جسے ہمارے مضمون کے ساتھ اقرب تعلق ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ اس وقت پہلوی زبان کو

بولتے اور سمجھتے تھے۔ چنانچہ بیاس جی نے اوستھا کی عبارت کو بلخ میں آکر سُنا اور خوب سمجھا۔ پس ثابت ہوا۔ کہ مسیح سے چھ سات سو برس پیشتر اوّل ایران اور پھر ہندوستان میں پہلوی کا دور دورہ ہوا۔ اور سنہ مسیحی کے کے آغاز تک برابر یہی زبان پہلوی ایران سے لیکر ہندوستان تک لنگو آفرینکا (lingua franca) رہی۔ فرق صرف اتنا ہے کہ ایران میں اسکا نام پہلوی تھا۔ ہندوستان میں یا دنٰے تغیرّ اس کا نام پالی مشہور ہو گیا۔ اور لطف یہ ہے۔ کہ اس کا رسم الخط دائیں سے بائیں کو تھا۔ جیسا کہ اوپر دکھایا جا چکا ہے۔

بارہواں باب

وید یا الوداد

ہم اوپر اشارہ کر آئے ہیں۔ کہ وید آریہ ہندوؤں کی اگلی پچھلی یا قومی روایات کا مجموعہ ہیں۔ جب کسی قوم کے زوال کے دن ہوتے ہیں۔ اور اُسے اپنی ہستی کے فنا ہو جانے کی فکر لاحق ہوتی ہے۔ تو دانشمند اور دور بین نفوس اس کی زندگی کی یادگاروں کے قائم رکھنے کے لئے کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھتے۔ چھٹی صدی قبل مسیح میں ہندو قوم کی حالت اخلاقی اور

روحانی رنگ میں انحطاط کی حد غایت کو پہنچ چکی تھی۔ اس وقت ایک لئیق اور فاضل پنڈت بیاس جی نے اس ابراہیمی صحیفے کی اول اوّل تدوین کی۔ جسے آریوں کے شیوخ نسلاً بعد نسل یاد رکھتے آئے تھے۔ انہوں نے اس کو چار حصوں میں تقسیم کر کے کتاب کا نام وید رکھا۔ اس وقت تک اس صحیفے کے منتر احاطہ تحریر میں نہیں لائے گئے تھے۔ بیاس جی نے چار حصوں میں تقسیم کیا۔ پہلے حصے کا نام رگ وید۔ دوسرے کا نام سام وید۔ تیسرے کا یجر وید اور چوتھے حصے کا نام اتھر وید رکھا۔

لیکن تھوڑے عرصہ کے بعد بیاس جی ویدوں کی تعلیم سے مطمئن ہو کر حسب الارشاد مہاراجہ شنکر۔ مہاراجہ ادھیراج فرمانروائے قنوج حضرت زرتشت کی خدمت میں بمقام بلخ حاضر ہوئے۔ انکو مہاراجہ شنکر نے اپنا رسول یا ایلچی بنا کر چند سوالات کے جواب لینے کی خاطر بھیجا تھا۔ جسکا ذکر مفصل ہم پیچھے کر آئے ہیں۔ سوالات کا جواب خاطر خواہ پاکر بیاس جی نے ہندوستان کی طرف مراجعت کی۔ اور خود زرتشتی مذہب کو قبول کر لیا اس تبدیلی مذہب کیوجہ سے انہوں نے ویدوں کی حفاظت کیا کرنی تھی۔ ان کے قطع تعلق کیوجہ سے ویدوں کی بری گت بنی۔ اصل وید تو بیاس جی نے جلادئے۔ یا کسی اور طرح نیست و نابود کر دئے۔ اور خود زرتشتی بن گئے اب مصنفوں کو پوری آزادی تھی جس شخص نے جسطرح چاہا۔ اپنی عقل و فہم کے مطابق مختلف طریقوں پر نئے ویدوں کو مرتب کیا۔ ایک وید کے بیسیوں بلکہ سینکڑوں نسخے از سر نو نئی آن بان کے ساتھ تیار ہونے لگے۔ جس طرح ایک انجیل کی بجائے پانچ انجیلیں اب تک عیسائیوں میں چلی آتی ہیں۔ اسی

طرح ایک وید سے سینکڑوں وید تیار ہو گئے۔ چنانچہ آریہ سماجی اور سناتنی
دونوں پنڈتوں کو یہ امر مسلّم ہے۔ کہ وید کی ۱۱۳۱ شاکھائیں (نسخے) تھیں
اور ان نسخوں کا وجود مستند کتابوں سے ثابت ہے بشٹر گوروشش نے
سرواتو کرمنی کی شرح میں اور پاتنجلی نے اپنے مہابھاشیہ میں ۱۱۳۱ شاکھائیں
ہی بتلائی ہیں۔ ان کے اصل الفاظ کا ترجمہ یہ ہے۔

"۱۰۱ شاکھا یجروید کی ہے۔ ۱۰۰۰ طرح کا سام وید۔ ۲۱ طرح کا رگ وید
اور ۹ طرح کا اتھروید ہے"!

ناظرین کے فائدے کے لئے ہم اصل عبارت بھی نقل کر دیتے ہیں۔

۱) ایک ونشتی ادھو دیوا کتم رگویدم۔ رشیو دؤہ سہرادھوا سام وید
ویجر ایک شتما دھو کم نوا دھوا۔ اتھرو نوانیئے تو پرا ہوہ پنجلشادھو
(رشٹر گوروشش)

۲) ایک ششتم ادھو ریو شاکھا سہر ورتما سام ویدہ۔ ایک ونشتی دھاوا رچیم
نودھا اتھروَن ویدہ (مہابھاشیہ پتنجلی لیسپ شانتک)

اوپر کی بحث سے یہ امر ثابت ہو گیا۔ کہ بیاس جی نے چھٹی صدی قبل از
مسیح میں بدھ مت کے ظہور سے پیشتر ویدوں کی تدوین کی۔ لیکن تھوڑے
عرصہ کے بعد ہی وہ نسخے جنکو بیاس جی نے مرتب کیا تھا۔ تلف کئے گئے اس
کے بعد سینکڑوں نسخے جن کی مجموعی تعداد اوپر کے حوالوں کی رُو سے ۱۱۳۱
تک پہنچتی ہے۔ نئے تیار ہو گئے۔ پھر بدھ مذہب کا دور آیا۔ تو بدھ مذہب
والوں نے ان نسخوں کو اپنے پاؤں تلے روندا۔ اور کوشش کی۔ کہ دنیا میں انکا
نام و نشان باقی نہ رہے۔ چنانچہ مہابھارت میں بھی لکھا ہے۔ کہ دو اسر لینے
دیو جو پیدائش عالم کے کام میں برہما جی کے معاون ہوئے تھے۔ ویدوں کو

چرا کرے گئے"۔ خیر مہابھارت میں لکھا ہو یا نہ لکھا ہو۔ یہ حقیقت ہے۔ کہ نقلی وید بھی قریبًا سب کے سب بدھ مت کے دور میں تباہ ہو گئے۔ اور اس وقت ویدوں کے بہت تھوڑے نسخے ملتے ہیں۔ رگوید کے ۲۱ نسخوں میں سے اس وقت صرف پانچ مختلف نسخوں کے نام تو ملتے ہیں۔ لیکن اصلی نسخے صرف دو ہی ہیں۔ ان کے نام حسب ذیل ہیں :-

(۱) شاکل سنگھتا۔

(۲) باشکل سنگھتا۔

اسی طرح یجروید کے صرف دو نسخے (۱) کرشن یجروید۔ (۲) شکل یجروید۔ آجکل ملتے ہیں۔ حالانکہ اصل میں بقول بعض ۹۸ اور بقول بعض ۸۶ نسخے تھے۔

یاد رہے کہ ان نسخوں کی ترتیب اور ضخامت میں بڑا بھاری فرق ہے اور ایک نسخے کی قرأت دوسروں کی قرأت کو مترد ٹھیراتی ہے۔

اب سام وید کو لیجئے۔ جس کے معنے ہی گائے جانے والے منتروں کا وید بیان کئے گئے ہیں۔ موجودہ سام وید میں گانے کے لئے ہر منتر پر سُر اور تال لگے ہوئے ہیں ہندوؤں کو علم موسیقی کے ساتھ قدیمی مناسبت ہے۔ اس لئے ایسے وید کا تیار کرنا کچھ مشکل امر نہ تھا۔ چنانچہ پورے ایک ہزار سام وید تیار ہو گئے چرن ویوہ کا مصنف خبر دیتا ہے۔ کہ "سام وید کے ہزار طرح کے نسخے تھے۔ ان کو غیر محل اور بےموقعہ پڑھے جانے کے سبب سے آندر نے اپنے بجر سے تباہ کر دیا"۔ ان ہزار میں سے صرف ۱۶ نام چرن ویوہ وغیرہ کتب میں ملتے ہیں۔ مگر اس وقت سوائے گوبھمی شاکھا کے اور کوئی چھپا ہوا نسخہ نہیں ملتا۔ یہ ایک نسخہ کئی چھاپے خانوں میں چھپا ہے۔ یعنی لاہور۔ اجمیر۔ کلکتہ۔ بنارس اور جوناگڈھ

کے مطالعے میں۔ لیکن ان نسخوں میں باہمی اختلاف ہے۔ ایسا ہی اس وید کے
منتروں کی تعداد میں بھی سخت اختلاف ہے۔ اس کے منتر باختلاف ۲۰۱، ۱۰۰، ۷، ۱۰
۹۳، ۱۸ و ۱۸۰۸ و ۹۴ ۱۵ و ۲۱۹ ہیں۔ اور بعض کے نزدیک اس کے
اصلی منتر ۸۷ و ۷۵ یا صرف ۱۰ ہی ہیں۔
(ماخوذ از سرگذشت وید مصنفہ عبدالحق ودیارتھی)

اتھرو وید کا حال بھی ایسا ہی مایوس کن ہے۔ جیسا کہ دوسرے ویدوں کا
کسی وید کی کہانی محقق کے دل کو مطمئن اور مسرور نہیں کر سکتی۔ مہاتما پتنجلی
لکھتے ہیں کہ (ان کے زمانے میں) اتھرو وید کے نو مختلف نسخے تھے۔ گوکامائن
نے ۵ نسخے بھی لکھے ہیں چرن دیوہ کے مصنف نے بھی ۹ ہی لکھے ہیں۔ ان
نو نسخوں میں سے آج صرف دو نسخے پپلادشاکھا اور شونک شاکھا
کے نام سے ملتے ہیں۔ ان دونوں نسخوں میں بہت بڑا اختلاف ہے۔
(سرگزشت وید مذکورہ)

ویدوں کے بے شمار اور ایک دوسرے سے مختلف نسخوں کے خیال کو
چھوڑ کر جب ہم ان کے مصنفوں کی طرف دھیان کرتے ہیں۔ تو ہمیں کیا معلوم
ہوتا ہے یہی کہ ایک ایک وید کے مصنف بیسیوں کی تعداد تک پہنچتے ہیں
چنانچہ لکھا ہے۔ کہ

(الف) رگوید میں ۹۰ شعرا کا کلام درج ہے۔
(ب) یجروید کے مصنفوں کی تعداد ۲۰۰ تک پہنچتی ہے۔
(ج) سام وید اور اتھروید کا حال ان سے بھی بدتر ہے۔

علاوہ ازیں ویدوں کے نسخے ایک وقت میں نہیں لکھے گئے۔ بلکہ مختلف
شعرا نے مختلف زمانوں میں انکو تصنیف کیا تھا۔

ان امور واقعی کی موجودگی میں اب بھی کوئی شخص یا کوئی فرقہ یہ کہے۔ کہ وید الہامی کتابیں ہیں۔ اور آج سے ایک ارب ۹۷ کروڑ سال پیشتر تصنیف کی گئی ہیں۔ (جیسا کہ بانی آریہ سماج پنڈت دیانند اور آریہ سماجیوں کا دعویٰ ہے) تو ہر دانا اسے دیوانے کی بڑ قرار دیگا۔ یا مخلوقات میں اسے سب سے بڑا جاہل اور احمق ترین سمجھے گا۔ تعجب ہے۔ کہ ان حالات کے اندر اور ان واقعات کی موجودگی میں آریہ سماج کو یہ زعم ہے۔ کہ وہ تمام دنیا میں ویدوں کی تعلیم کو پھیلا کر رہیگی۔

ہم ان کی اس روح کو بُرا نہیں سمجھتے۔ ہر مذہب اور اہل مذہب کا حق ہے۔ کہ وہ دُنیا میں اپنی تبلیغ پہنچائے۔ (کامیابی خدا کے ہاتھ میں ہے) لیکن یہ تو کسی کا حق نہیں ہے۔ کہ انسانوں کے ہاتھ کی لکھی ہوئی کتابوں کو جنمیں سینکڑوں اختلاف ہیں۔ اور جو اعلےٰ حقائق اور دقائق علمیہ سے محروم ہیں۔ الہامی کتب قرار دے۔ اس قدر بحث کے بعد اب ہم ویدوں کی زبان پر کچھ لکھنا چاہتے ہیں۔ تاکہ ناظرین آسانی سے انکی تصنیف کے زمانے کی تعیین کر سکیں۔

ویدوں کی زبان

چونکہ وید اول ۶۰۰ ق۔ م میں تالیف ہوئے تھے اس لیئے اس سوال کا جواب کہ وید کس زبان میں تصنیف ہوئے۔ قدرے بھی مشکل نہیں۔ ہم اوپر ثابت کر چکے ہیں۔ کہ چھٹی صدی ق ہم سے لیکر آغاز سنہ عیسوی تک ایران اور ہندوستان میں قریباً قریباً ایک ہی زبان رائج تھی جس کو پہلوی کہتے تھے۔ اور بدھ اشوک کے زمانے میں یعنی تیسری ق۔ م میں یہی زبان ہندوستان میں پالی زبان کے نام سے مشہور تھی اور سارے ہندوستان میں اسی کا طوطی بول رہا تھا۔ سنسکرت زبان ابھی معرض

وجود میں نہ آئی تھی۔ اوستا اور ژند بھی اسی صدی میں تصنیف ہوئیں۔ ان کی زبان اور ویدوں کی زبان میں بے انتہا مشابہت ہے۔ چنانچہ اس کے ثبوت کے لئے ہم ذیل میں ایک فہرست پہلوی یا ژندی الفاظ کی دیتے ہیں۔ اور انکے مقابلہ میں ویدک زبان کے الفاظ درج کرتے ہیں۔ تاکہ ہمارے دعوے کا ثبوت کماحقہٗ ہو سکے۔ اور کوئی شائبہ شک کا اس صداقت میں نہ آ سکے۔

فہرست موعودہ

پہلوی	ویدک	معنے
یو	یے ۔ یو	جو
یک	یک ۔	ایک
دیدہ ۔ دِو	وید ۔ دو	شناخت ۔ جاننا
ویر	وِیر ۔ بیر	جوانمرد ۔ بہادر
نیست	نشٹ	ناس ۔ نابود
وش	وش	خواہش ۔ قابو
ورن	ورن	رنگت
وسب	وسب	وصف
مادر	ماتا ۔ ماتر	ماں ۔ والدہ
مالیدن	مردن	ملنا
مم ۔ مام	مم ۔ مام	میری ۔ میرا
مشت	مشت	مٹھی ۔

موشک	موشک	موش۔ چوہا
مہر	مہے	سورج
مِہا	مِہا	بزرگ
مَیش	میش	بھیڑ
میغ	سیگھ	ابر
نہ	نہ	نہیں
ناف	نابھی	ناف
ناعرہ	ناری	عورت
نام	نائو۔ نیم	رسم
نر	نرا	مذکر۔ مرد
نمستے	نمستے	سلام بڑے کے لئے
نشید	نشید	آوازے۔ غزل
نوید	نوید	نوید
نیست	ناستے	نہیں ہے۔
شبد	شبد	آواز
شرم	شرم	شرم
شش	ششش	چھ۔ (6)
شلا	شلا	کھیر۔ دودھ
شیر	کشیر	کام (کار)
کاج	کارج	
کام	کام	شہوت

کدام	کتم	کون
کلال	کلال	کمہار
گاؤ	گئو	گائے
گندم	گودہیم	گیہوں.
ویش	دہیج	دینا
رخو	رکہ	نگہبانی - حفاظت
رسن	رسا	رسی
زانو	جانو	گھٹنا
زیان	جیان	نقصان
سپت	سپت	ہفت (۷)
ستان	ستھان	جگہ - مکان
سرب - سرو	سرب - سرو	سیب ایکدرخت
سری.	شری - سری	سرداری
سو	سو	وہ
شاخ	ساکھ	شاخ
شارک	شارک	مَین
تے	تے	وے
جے	جے	فتح - مدد
جوان	یووان	جوان
جوگ	یوگ	زیبا - جوڑا
چتر	چتر	چاتر - چادر

خر	کھر	گدھا
داس	داس	غلام
دس	دس	دہ
اُس۔ درشٹ	درشٹ	زبون۔ خراب
دربار	دوار	دروازہ
دوش	دوش	کندھا
دروازہ	دوادشہ	بارہ (۱۲)
دند	دانت	دانت۔ دندان
بیوہ	ودھواہ	بیوہ
برہمن	برہمن	برہمن
بند	بند	بند۔ باندھنا
برادر	بھراتا	بھائی
پایۂ	پدری	درجہ
تپیت	تپت	پشیمانی
پدر	پتا	باپ
پنج	پنچ	پانچ (۵)
پریت	پریت	محبت
تپ	تپ	عبادت۔ ریاضت
ترے	ترے	تین
تن	تن	بدن
ایشیا	ایشیا	یہ۔ دہ

اے	ہے	یا
اہم	اہم	میں
انتر	انتر	اندر
انت	انت	انتہا۔ آخر
است	است	ہے
اسپ	اشو	گھوڑا
آتر یا آتش	آتش	آگ
اترس	اتراس	بیخوف۔ نڈر
ا	ا	نہیں
آب	آپ	پانی
		(ماخوذ از تحقیق آریہ)

اوپر دی ہوئی فہرست سے اظہر من الشمس ہے۔ کہ اوستہا کی زبان اور ویدوں کی زبان میں کمال مشابہت ہے۔ ہندوؤں کا یہ کہنا کہ وید سنسکرت زبان میں ہیں۔ انکی جہالت اور نادانی کی دلیل ہے۔ یورپین مورخوں کو بھی ویدوں کی زبان کا نام رکھنے کے لئے کوئی لفظ نہیں ملا۔ اس لئے انہوں نے اس زبان کا نام ویدک رکھدیا۔ ایسا ہی ژند کی زبان کا بھی کوئی خاص نام ان سے تجویز نہ ہوسکا۔ تو اس کا نام ژندی رکھ دیا۔ یہ تو ایسی ہی مثال ہے۔ کہ کوئی جاہل شخص جسنے عربی کا نام نہ سنا ہو۔ قرآن شریف کے متعلق کہدے۔ کہ وہ قرآنی زبان میں لکھا ہوا ہے۔

ہم نے اوپر وضاحت کے ساتھ ثابت کردیا ہے۔ کہ پالی زبان بجز پہلوی بھگے اور کوئی زبان نہیں۔ اور وہ سنسکرت سے پہلے تمام ہندوستان کی linque franca تھی۔ اور وید چونکہ پالی کے عہد میں تالیف ہوئے ہیں۔ اس لئے ان کی زبان کو سنسکرت کہنا حد درجہ کی نادانی ہے۔ بلکہ ویدوں کی زبان تو عین اوستھا کی زبان ہے۔ حتٰے کہ بعض انگریز مصنفین نے ویدوں کے مذہب اور اوستہا کے مذہب کو بھی ایک ہی قرار دیا ہے۔ چنانچہ پروفیسر ڈارمیس ٹٹر لکھتے ہیں۔ کہ

"ویدک مذہب اور اوستا کے مذہب میں جدائی کی خلیج نہیں۔ اس وقت وہ ایک دوسرے سے مختلف ہیں اور ضرور تھا۔ کہ ایسے ہوتے۔ کیونکہ انئیں سے ہر ایک اپنی زندگی بسر کرتا رہا ہے۔ اور زندگی گذارنا تبدیل ہونا ہے لیکن وہ کڑی جو انہیں ایک سرچشمے سے ملاتی ہے۔ کہیں سے ٹوٹی ہوئی نہیں ہے"

وید کب تصنیف ہوئے آریوں کا دعوےٰ

ہندوؤں یا آریہ ہندوؤں کا دعوےٰ ہے کہ وید ایک کروڑ ۹۷ سال لاکھ سال قبل تصنیف ہوئے اور پیدائش عالم بھی اسی وقت ہوئی۔ یعنی جس وقت خدا نے مخلوقات کو پیدا کیا۔ ان کے ساتھ ہی ویدوں کو تیار کر دیا۔ یا کروا دیا۔

کروا دیا میں نے اس لئے لکھا ہے۔ کہ آریہ ہندو کہتے ہیں۔ کہ خدا نے وید کے منتروں کو برہما جی کے دل میں ڈالدیا تھا۔ اور بقول پنڈت دیانند جی کے چار رشیوں۔ اگنی۔ وایو۔ سورج۔ انگرا کے دلوں میں ڈالا تھا پنڈت دیانند جی یہ بھی فرما گئے ہیں۔ کہ

"دہرم آتما یوگی مہارشی لوگ جب جب جس جس منتر کے معنی جاننے کی خواہش سے توجہ کو یکسو کر کے پرمیشور کی ہستی میں سمادھی (مراقبہ) کے اندر قائم ہوئے۔ تب تب پرماتما نے مطلوبہ منتر کے معنے بتلائے"

(ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۹۸ سوال ۵۰)

ان کے اس قول سے تو یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ ویدوں کی زبان اور ان کے مطالب کو اعلےٰ درجے کے روحانی لوگ بھی از خود نہ سمجھ سکتے تھے۔ بلکہ انکے مطالب کے سمجھنے کے لئے انکو جناب باری میں توجہ کرنی پڑتی تھی۔ تب جا کر خدا انکو مطلوبہ منتروں کے معنے انکو بتلاتا تھا۔" ہماری رائے میں یہ سب بے ثبوت اور لاطائل دعاوی ہیں۔

علاوہ ازیں اگر وید ایسی ہی کتابیں ہیں۔ کہ اعلےٰ درجے کے پاکباز اور روحانی لوگ بھی بغیر مراقبہ کے ان کو سمجھ نہیں سکتے۔ تھے۔ تو عوام الناس اس پر عمل کر چکے۔ اور دنیا جہان کے لوگ ان سے فیضیاب ہو چکے۔ اصل بات

یہ ہے۔ کہ نہ ویدوں میں روحانیت ہے۔ اور نہ کبھی ہوئی ہے۔ یہ سب پنڈت صاحب کی لن ترانیاں ہیں۔

غرض ویدوں کے نزول یا تصنیف کا وقت مقرر کرنے میں ہندوؤں کے علما اور پنڈتوں نے عجیب ٹھوکریں کھائی ہیں۔ اور ایسے لچر پوچ دعوے کئے ہیں۔ کہ بے چاروں کی عقل و دانش پر رہ رہ کر افسوس آتا ہے۔ ہم نے براہین قاطعہ سے ثابت کر دیا ہے۔ کہ وید اول پہلوی زبان میں لکھے گئے تھے۔ اور ان کا زمانہ تصنیف چھٹی صدی قبل مسیح تھا۔ اس پر کسی شخص کا یہ کہنا۔ کہ ویدوں کے منتر کروڑوں برس سے سینہ بسینہ چلے آتے تھے۔ مگر کتابی صورت میں وہ چھٹی صدی ق۔م ہی میں آئے ہیں۔ ایک اور دعوٰے بلا دلیل ہوگا۔

بھلا یہ کب ممکن ہے۔ کہ کروڑوں برس تک ایک کتاب جوں کی توں سینوں میں محفوظ رہے۔ اور جب کہ ہندوستان کی تاریخ دو ہزار سال سے آگے ہندو نہیں بتا سکتے۔ تو اتنا بڑا دعوٰے کہ ویدوں کے منتر کروڑوں سال سے لفظ بہ لفظ ہمارے بزرگوں یعنے برہمنوں کے سینوں میں محفوظ چلے آتے تھے۔ کس قدر یاوہ گوئی ہے۔

ایک اور لطف کی بات ہے۔ کہ آریہ ہندو یہ نہیں بتلاتے کہ بالفرض اگر یہ مان لیا جائے۔ کہ ویدوں کا نزول کروڑوں سال پیشتر ہوا۔ تو اس وقت وہ کس زبان میں نازل ہوئے تھے۔ صاف ظاہر ہے۔ کہ کروڑوں سال پیشتر کی زبان وہ زبان تو ہو نہیں سکتی۔ جس میں موجودہ وید تحریر شدہ ہیں۔ کیونکہ یہ زبان تو آج سے ہزار ڈیڑھ ہزار سال پیشتر کی زبان ہے۔ آج سے ایک ارب ستانوے کروڑ سال پیشتر ضرور کوئی اور

زبان ہوگی۔ اور وہ ہندوؤں کے باوا کو بھی معلوم نہیں۔ پس ثابت ہوا کہ ویدوں کے متعلق اس قسم کے تمام دعوے گپ بازی ہے۔

اصل حقیقت

آریہ ہندو ان سوالات کا جواب کبھی نہیں دے سکتے معلوم نہیں پھر خواہ مخواہ کی حیلہ بازی اور مضحکہ خیز اقوال سے اُنکو کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ حقیقت حقیقت ہی ہے خواہ اُسے لاکھ پردوں میں چھپایا جائے۔ ہم چاہتے ہیں۔ کہ ذرا اس آسمانی نور کی روشنی میں جو خدا نے اپنے فضل و کرم سے ہمیں بخشا ہے۔ اس مسئلہ کو حل کیا جائے۔ سو جہاں تک ہمارا علم اور تحقیق اور نور عقل گواہی دیتا ہے۔ ہم صاف صاف کہیں گے کہ موجودہ وید ہرگز الہامی کتابیں یا صحف نہیں ہیں۔ ہاں وہ ہندوؤں کا مذہبی لٹریچر ضرور ہے۔ اور ان سے ہندوستان کے تمدن کی وہ حالت ظاہر ہوتی ہے۔ جس میں وہ آج سے دو تین ہزار سال پیشتر تھا۔ ان کا زمانہ تصنیف بھی ایک نہیں۔ بلکہ وہ مختلف اوقات اور ازمنہ کے خیالات کا آئینہ ہیں۔ ان کی تدوین اوّل چھٹی صدی ق۔م میں ہوئی تھی۔ مگر بدقسمتی سے وہ وید۔ جن کو بیاس جی نے مرتب کیا تھا۔ تلف ہو گئے۔

اُنکی جگہ ۱۳۱ نئے وید تیار ہو گئے۔ اور پھر ۱۳۱ سے ۴ وید رہ گئے جیسا کہ ہم نے اوپر اشارہ کیا ہے

ہندو اصحاب کہتے ہیں کہ وید اعلےٰ درجہ کی ودیا کی کتابیں ہیں لیکن میں کہتا ہوں۔ کہ فردوسی کا شاہنامہ ہیٹر کی تصنیف ایجوکیشن (Education) اور شیکسپیر کے ڈرامے اور ہیر وارث شاہ کا فلسفہ ویدوں کے دہمی فلسفے سے ہرگز کم نہیں۔ پھر انکو بھی وید کیوں

نہ کہا جائے۔ اگر کوئی یہ کہے کہ سکھوں کی جپ جی کا فلسفہ توحید رگ وید کی رچاؤں سے افضل ہے۔ تو اس میں ذرہ بھی مبالغہ نہیں ہوگا۔ کیونکہ جہاں جپ جی میں لا الہ الا اللہ کی تعلیم ہے۔ وہاں رگ وید کے سینکڑوں منتر شرک اور عناصر پرستی سے لبریز ہیں۔ پنڈت دیانند کی تاویلوں کو ماننے کے لئے کوئی عالم یا ودوان تیار نہیں۔ ہندوؤں میں اس وقت بیسیوں سناتن دھرمی پنڈت اور ہزاروں گریجویٹ موجود ہیں۔ جو پنڈت صاحب ممدوح الصدر کی تاویلوں پر محض ہنس دیتے ہیں۔ اور یورپ کے کسی مستشرق نے بھی پنڈت صاحب کی تاویلات کو تسلیم نہیں کیا۔ کسی الہامی کتاب قدیم یا جدید میں دیوتاؤں یا عناصر کے آگے التجائیں کرنے کی تعلیم نہیں دی گئی۔ آریہ جب ہندوستان میں آئے ہیں۔ تو وہ بھی موحد تھے۔ اور ہم پہلے لکھ چکے ہیں۔ کہ ہندوستان کے اصلی باشندوں کے ساتھ کئی صدیوں تک میل جول رکھنے کی بدولت آریہ قوم میں عناصر پرستی اور دیوتا پرستی کی تعلیم آئی۔ بعد میں وہی ان ویدوں کا جزو اعظم بنی۔

ہم بار بار کوشش کرتے ہیں۔ اور اپنے تخیل کو کوہ ہمالیہ کی چوٹیوں سے بھی ہزارہا میل اوپر لے جاکر سوچتے ہیں۔ کہ کسی طرح ہمیں یہ معلوم ہو جائے کہ وید کوئی الہامی کتاب تھی۔ جو کسی ہندی نبی یا رسول پر نازل ہوئی تھی۔

لیکن افسوس کہ بار بار غور کرنے کے بعد بھی ہمیں کسی ایسے نبی کا نام آریوں کی قدیم تاریخ میں نہیں ملتا۔ بجز حضرت ابراہیم کے پس اگر یہ مانا جائے۔ کہ صحف ابراہیم میں سے کسی صحیفے

کا نام ہی آریوں نے بجائے "الوداد" کے "وید" یا "بڑا وید" رکھ لیا تھا۔ تو اس میں کچھ اعتراض کی جگہ نظر نہیں آتی۔
حقیقت امر یہی ہے خواہ کوئی مانے یا اپنی ناحق کی ضد سے انکار کر دے۔ ؎

من آنچہ شرط بلاغ است با تو میگویم
تو خواہ از سخنم پند گیر و خواہ ملال

اور یہ جو عام ہندوؤں کا عقیدہ ہے۔ کہ چاروں وید برہما پر نازل ہوئے۔ اس بارے میں یہ قیاس کرنا کہ برہما ابراہیمؑ کا نام ہے۔ اور یہ کہ صحف ابراہیمی (الوداد وغیرہ) کے تتبع پر قدیم ہندوؤں

لے آریہ ہندو لفظ وید کا اشتقاق "وِدّیا" سے کرتے ہیں۔ اور بعض اصحاب جیسے مصنف "تحقیق آریہ" اوروں کے ہم خیال ہوکر خیال کرتے ہیں۔ کہ وید کا اشتقاق فارسی مصدر "وِدّ" (شناختن و دانستن) سے ہے۔ لیکن اگر وہ عربی لغت کی طرف متوجہ ہوتے اور عربی مصدر "وَدّ" (بمعنے دوست بسیار محبت) کے معنوں میں غور کرتے۔ تو انہیں معلوم ہو جاتا۔ کہ فی الواقعہ لفظ وید "الوداد" سے ماخوذ ہے۔ اور الوداد نام حضرت ابراہیمؑ کی اُس عہد محبت کی یاد میں رکھا گیا ہے۔ جو خدا تعالیٰ اور ابراہیم کے درمیان شام کی سرزمین میں باندھا گیا تھا۔ دیکھو قرآن مجید واتخذ اللہ ابراھیم خلیلاً نیز دیکھو کتاب پیدائش ۲
پس اس امر کو باور کرنا چاہئے۔ کہ وید کا لفظ در اصل عربی لفظ وَدّ سے نکلا ہے اسی سے وِداد اور وَوید اور وَدُود الفاظ بنے ہیں۔ اور وَدُود خدا تعالیٰ کا نام ہے

کی اوّلین تصانیف کا نام وید رکھا گیا۔ گو بظاہر نظر دُور از کار ہیں معلوم ہو۔ مگر حقیقت سے دُور نہیں ہو سکتا۔ اور یہ قیاس ان لچر خیالات سے ہزار درجہ بہتر ہے۔ جو ہندوؤں میں وید کے نزول کے متعلق پائے جاتے ہیں خصوصاً یہ خیال کہ ویدوں کا ظہور دنیا کی پیدائش کے ساتھ یعنے آج سے ایک ارب ستانوے کروڑ سال پیشتر ہوا۔ اور یہ کہ برہما پر وید نازل ہوا۔ حالانکہ ہند کی تاریخ قدیم میں کوئی شخص برہما نام والا نہیں گذرا۔

یاد رہے کہ ہم نے دلائل قاطعہ اور براہین ساطعہ عقلیہ و نقلیہ سے ثابت کر دیا ہے۔ کہ آریہ قوم عیسو بن اسحاق بن ابراہیم علیہ السّلام کی ذرّیت ہے۔ اور وہ شام سے براستہ عراق اور ایران ہندوستان پہنچی تھی۔ لہذا قدرتی طور سے انکو آبائی مذہب اور آبائی صحف کے ساتھ محبت ہو گی۔ اور توحید کا خزانہ بھی انہوں نے آبائی وراثت میں ہی پایا تھا۔ ورنہ ہندوستان میں آکر کونسی موحد قوم تھی۔ جن کی صحبت میں رہ کر انہوں نے خدا کی وحدانیت کے خیالات سیکھے۔

دوسری طرف یہ بھی معلوم ہے کہ صحف ابراہیم گو اس وقت عالم سے مفقود ہو گئے ہیں۔ لیکن اپنی زندگی کے ایام میں یہ صحف تمام علوم کا سر چشمہ تھے۔ اور انہی کی تعلیم کی برکت سے تمام مغربی اور وسطی ایشیا میں توحید کا آفتاب تاریکی کے بادلوں کو پھاڑ کر ضیاء گستر ہوا تھا۔ اس صورت میں آریہ قوم ذرّیت ابراہیم ہونے کیوجہ سے کسی صورت میں اس آفتاب کی روشنی سے محروم نہ رہ سکتی تھی اس صورت میں یقیناً یہ بات قابل قبول ہے۔ کہ ویدوں کو صُحف

ابراہیم کے تتبع پر بیاس جی نے شاعروں اور بھاٹوں سے سُن سُنکر مرتّب کیا تھا۔ اور چونکہ آریہ ابھی تہذیب اور تمدّن کی ابتدائی منزل پر تھے۔ اس لئے بجائے نثر کے انکو نظم میں ہی مرتّب کیا۔ نتیجہ یہ کہ وید بیاس صُحفِ ابراہیم تو نہیں۔ لیکن صُحفِ ابراہیم کی ایک بھونڈی نقل تھی ؂

ایک سوال اور اسکا جواب

اس تمام بحث کے بعد ایک سوال پھر بھی باقی رہجاتا ہے کہ کیا ممکن نہیں۔ کہ سری کرشن کے زمانے سے پیشتر کوئی الہامی کتاب آریوں کے پاس موجود ہو۔ جو کسی ہندی نبی پر نازل ہوئی ہو! اور اس کا نام وید ہو۔ اور اسی الہامی کتاب کی یادگار میں ان علمی کتب کا نام جو بیاس جی کے زیر اہتمام چھٹی صدی ق۔م میں تالیف ہوئیں۔ وید رکھا گیا ہو!

الجواب۔ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ جہاں تک موجودہ ویدوں کا تعلق ہے۔ کوئی عقلمند انہیں اسی قسم کی الہامی کتاب نہیں کہیگا۔ جیسے کہ قرآن شریف ہے۔ اور نہ ہی انکو اس قسم کی الہامی کتاب کہیگا۔ جیسے کہ بائیبل یعنی تورات ہے۔ کیونکہ بائیبل لاکھ محرف و مبدل ہو۔ پھر بھی اس میں خدا کی وحدانیت۔ اس کی شوکت اور جلال۔ اور پاک لوگوں کے ساتھ اس کے کلام کرنے کے بارے میں بہت کچھ مذکور ہے۔ اور انبیا علیہم السّلام کے تذکرے ہیں۔ جنمیں بہت سی اقتداری پیشگوئیاں مندرج ہیں۔ جو بعض ان کے زمانے میں اور بعض دیگر بعد کے زمانوں میں پوری ہوئیں۔

لیکن موجودہ ویدوں میں چند ایک شرتیوں کے سوا جنمیں خدا

تعالےٰ کا ذکر آیا ہے۔ باقی تمام مقامات کے اندر دیوتا پرستی۔ عناصر پرستی۔ اور مخلوق پرستی کے اذکار ہیں۔ اور اقتداری پیشگوئیاں جو تمام الہامی کتب کا جزو اعظم ہوتی ہیں۔ (دیکھو قرآن شریف کی تمام مکی صورتیں)۔ ان ویدوں میں سرے سے مفقود ہیں۔ (اور اس پر ہمارے آریہ دوست فخر کیا کرتے ہیں۔ چہ خوش۔ مصرع

برعکس نہند نام زنگی کافور

البتہ ان ویدوں میں بعض فلسفیانہ مسائل ہیں۔ اور بہت سے احکام قربانی۔ ہون۔ اور یگ وغیرہ کے متعلق ہیں۔ اور سوشل لائف کے متعلق بھی مفصل احکام ہیں۔ گو انکی نوعیت کیسی ہی ہو (انہی احکام میں نیوگ کا مسئلہ بھی ہے)

رہا یہ سوال کہ کیا سری کرشن کے زمانے سے پیشتر کسی الہامی کتاب مسمی بہ وید کا آریوں کے پاس ہونا ممکن نہیں؟

اس کا جواب یہ ہے۔ کہ ہندوستان میں جب آریہ اول ہی اول ہجرت کر کے آئے ہیں۔ تو وہ چرواہوں کی قوم تھی۔ ان کو لکھنا پڑھنا نہ آتا تھا۔ اس لئے یہ نہیں کہا جا سکتا۔ کہ ان کے پاس کوئی لکھی ہوئی کتاب موجود تھی۔ ہاں جیسا کہ آریوں کی قومی اور مذہبی روایتوں سے پایا جاتا ہے۔ ان کے پروہتوں یا قبیلے کے شیوخ کو بعض عبارتیں اور کلمات کسی کتاب کے زبانی یاد تھے جن کو وہ قربانی اور دیگر عبادات نماز وغیرہ کے وقت پڑھا کرتے تھے۔ لیکن یہ سوال بدستور پھر بھی قائم رہا۔ کہ وہ کونسی کتاب تھی۔ جس کے فقرات اور کلمات ان کو ازبر یاد تھے۔ صاف

ظاہر ہے کہ وہ کوئی مقدس کتاب ہوگی جس کی عبارتیں بزرگوں سے سینہ بسینہ ان کے وقت تک چلی آئی تھیں۔ اور جن کو انہوں نے اپنا حرزِ جان بنا رکھا تھا۔ حتے کہ پردیس میں آکر بھی ان کو فراموش نہیں ہونے دیا۔

اب جہاں تک ہماری عقل اور علم گواہی دیتے ہیں۔ سری کرشن کے زمانے تک کوئی الہامی کتاب آریوں کے کسی نبی پر ہندوستان میں نازل نہیں ہوئی۔ اسلئے ہم کسی ہندی نبی یا اوتار کا نام نہیں لے سکتے۔ کہ فلاں نبی پر وید کا نزول ہوا تھا۔ پس ہم آریوں کی قومی روایات کا اعزاز کر کے یہ کہہ سکتے ہیں۔ کہ وہ قدیم کتاب یا کوئی ابراہیمی صحیفہ تھا۔ جس بزرگوں سے نسلاً بعد نسل ان کے پاس پہنچی تہیں۔ آخر وہ حضرت ابراہیم کی ذریت تھے۔ اور گو ورودِ پنجاب کے وقت وہ کسی تہذیب یا تمدن کے مالک نہ تھے۔ مگر توحید (جو یوں بھی انسانی فطرت کا خاصہ ہے) کے خیالات خواہ انکی شکل کیسی ہی دھندلی کیوں نہ ہو۔ ضرور اپنے ساتھ لائے تھے۔ پس ویدوں میں ان منتروں کا اندراج جن میں توحید کی تعلیم پائی جاتی ہے۔ ان موروثی اور اندرونی خیالات کا نتیجہ ہی تو تھا۔ ہاں سری کرشن کی آمد نے اس سونے پر سہاگے کا کام کیا ہوتا۔ گو سری کرشن کو ماننے والے۔ قلیل التعداد ہی تھے۔

رہا یہ امر کہ اس صحیفہ ابراہیمی کا نام کیا تھا۔ سو گذارش ہے کہ حضرت ابراہیم پر جیسا کہ قرآن شریف سے ثابت ہے۔ کئی صحیفے نازل ہوئے تھے۔ ان کے نام تو یقیناً اور مختلف ہوں گے۔ مگر وہ صحیفہ (بڑا وید)

جو آریوں کو وراثت میں پہنچا تھا۔ اس کا نام "الوداد" تھا۔ اور وہ ایسی عزیز شے تھی۔ کہ گو اس صحیفہ کا نام و نشان مٹ گیا۔ مگر دلوں سے اس کی یاد ہرگز نہ مٹ سکی۔ چنانچہ سات آٹھ سو برس گزر جانے کے بعد چھٹی صدی ق۔ م میں بیاس جی کے ہاتھ سے جب اوّل اوّل ویدوں کی تدوین ہوئی۔ تو وہ اسی مٹی ہوئی مقدس یادگار (الوداد) کے احیا کے لئے ہی تھی۔ ان کتابوں کا نام وید رکھا گیا جو الوداد کی ہی ایک شکل ہے۔

ہمارے اوپر کے بیان کی تصدیق یجر وید ۴۹-۲ صفحہ ۱۹۰ مصنفہ دیارام سے بھی ہوتی ہے۔ جس میں اس مٹی ہوئی عظیم علمی یادگار کو بڑا "وید" کہکر یاد کیا گیا ہے۔ ہم اس حوالہ کو ناظرین کے استفادہ کیلئے یہاں نقل کرتے ہیں:۔

"اے عورت یا مرد۔ میں سچے کلام سے بڑی دولت مند اور اعلےٰ عزت والی اولاد کیلئے تجھ کو پاکیزہ ترکیب سے تمام علوم کی قابلیت میں بھرپور۔ رکھی اولاد۔ دکھ ناشک اولاد کے لئے تجھ کو اور راست بیانی سے دشمنوں کی قاتل اعلےٰ عزت داتا اولاد کے لئے تجھ کو اور سچے طریقے سے سورج کے علم سے واقف بہت عاقلوں کے ساتھ کبھو یعنی آکاش وغیرہ چیزوں کی واقفیت اور نفیس اناج والی اولاد کیلئے تجھ کو اور سچی زبان سے **بڑے وید** کی محافظ عالم۔ عالموں کی فیض رساں چیزوں والی اولاد کے لئے تجھ کو قبول کرتا ہوں۔ یا کرتی ہوں:۔

"یہ بڑا وید" وہی گم شدہ صحیفہ تھا جسکو آریہ قوم کے بزرگ اور پنڈت آ میں مار مار کر یاد کیا کرتے تھے۔ لیکن ڈھونڈے سے پا نہیں سکتے تھے۔ اوپر کی عبارت کو ہی دیکھ لیجئے۔ مرد عورت سے شادی کرتا ہے۔ اولاد کا متمنّی ہے۔ لیکن چاہتا ہے۔ کہ اولاد دولتمند اور عزت والی ہو تمام علوم میں کمال رکھتی ہو۔ دکھوں کے ناش کرنے والی اور دشمنوں کی قاتل ہو۔ تسخیر آفتاب کا علم رکھتی ہو۔ اس کے گھر میں نفیس اناج کے کھتے ہوں۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ بڑے وید کی محافظ ہو یعنے 'الوداد' کی۔

پس ثابت ہوا۔ کہ یہ بڑا وید ایک شریعت کی کتاب تھی۔ یعنے صحفِ ابراہیم میں سے بزرگترین صحیفہ تھا۔ اور اسی پر آریہ لوگ مدتوں عملدرآمد کرتے رہے۔ یہاں تک کہ حضرت زرتشت اور بدھ کا زمانہ آگیا۔ اور ان دونوں پیغمبروں کے ہاتھ سے پرانے دین کی تجدید ہوئی اوّل زرتشتی مذہب اور اُس کے بعد حضرت بدھ کی تعلیم ہندوستان میں گھر گھر پھیل گئی۔ اور ایک نئے دَور کا آغاز ہوا۔ ان دونوں پیغمبروں کی تعلیمات پر چلنے والے خدا کے محبوب بن گئے۔ اور دینی اور دنیاوی دولت اور بادشاہت نے گھر آکر ان کے قدم چومے۔ اور برخلاف اس کے منکروں کے لئے زمین باوجود اپنی فراخی کے روز بروز تنگ ہوتی چلی گئی۔ اور پھر ان پر کوئی وقت ایسا نہ آیا۔ جس میں راجہ اشوک اور چندر گپت جیسی حکومت اُنہیں نصیب ہوتی۔ یا سچّے علوم کا دروازہ ان پر کھولا جاتا۔ زیادہ افسوس اس بات کا ہے۔ کہ اس زمانے میں غیر ممالک کے باشندوں یعنے ایرانیوں نے ان کا نام ھندو رکھ

دیا۔ جو آج تک ان کی وراثت میں چلا آتا ہے۔

ہم اوپر لکھ چکے ہیں۔ کہ وید عربی اسم وُدّ سے نکلا ہے۔ جس کے لغوی معنی دوست اور بسیار محبّت کے ہیں۔ اسی مادے سے "وُدید" بمعنے دوست اور وُدود بمعنے دوست و بسیار محبت" اور "وداد اور مُودّة" وغیرہ دیگر اسما بھی مشتق ہیں۔

چونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کو بلحوائے آیت واتخذ اللہ ابراھیم خلیلاً۔ اپنا خاص الخاص دوست بنا لیا تھا۔ اسلئے وہ صحائف بھی جو آپ پر نازل ہوئے یقیناً وداد اور مودّة سے بھرپور ہوں گے۔ کیونکہ ممکن نہیں کہ دوست دوست کے ساتھ کلام کرے اور وُدّ اور مودّة کا سمندر موجزن نہ ہو۔ بنائے علیہ وہ شریعت کی کتاب جو آپ پر نازل ہوئی۔ وہ الوداد کہلائی اور بعدہٗ آریہ ہندوؤں کی زبان میں اسی کا نام وید رکھا گیا۔

ہم نے جو کچھ کہا ہے۔ وہ بے تکلف اور بغیر بناوٹ کے کہا ہے اس کے ثبوت میں ہم اُن صُحُفِ ابراہیم (حضرت ابراہیم کے واقعات زندگی) جو قرآن کا ایک جزو اعظم ہیں۔ چند آیتیں نقل کرتے ہیں اور امید کرتے ہیں۔ کہ ذوق سلیم رکھنے والے اصحاب اس سے یقیناً محظوظ ہوں گے۔

ہر چند کہ اصلی ابراہیمی صحیفے زمانے میں موجود نہیں۔ مگر وہ اصحاب جو حُسنِ ازل کا جلوہ قدرت کی ہر شے میں دیکھنے کے عادی ہیں۔ وہ محبت۔ وداد اور خلّت کی ایک جھلک ضرور ان آیات قرآنی میں دیکھ لیں گے۔ آیت بمعہ حوالہ جات درج ہیں۔ گو مکمل نہیں۔

(۱) ومن یرغب عن ملۃ ابراھیم الا من سفہ نفسہ .... رب العالمین صفحہ ۳۱

(۲) وان من شیعتہ لابراھیم ٥ اذ جاء ربہ بقلب سلیم ..... اذ قال سقیم ٥ صفحہ ۷۰۱

(۳) واذ قال ابراھیم لابیہ وقومہ اننی ... یرجعون ٥ صفحہ ۷۸۸

(۴) وناديناه ان یا ابراھیم ٥ قد صدقت الرؤیا ج انا کذالک نجزی المحسنین ٥

.... من الصالحین صفحہ ۷۰۱

(۵) ولقد جاءت رسلنا ابراھیم بالبشری قالوا سلاما .... غیر مردود صفحہ ۳۶۵ ۳۶۶

(نوٹ) ان صفحات کے حوالے ان آیات کے نیچے دئے گئے ہیں انسے حمائل ترجمہ مولوی نذیر احمد کے صفحات مراد ہیں۔
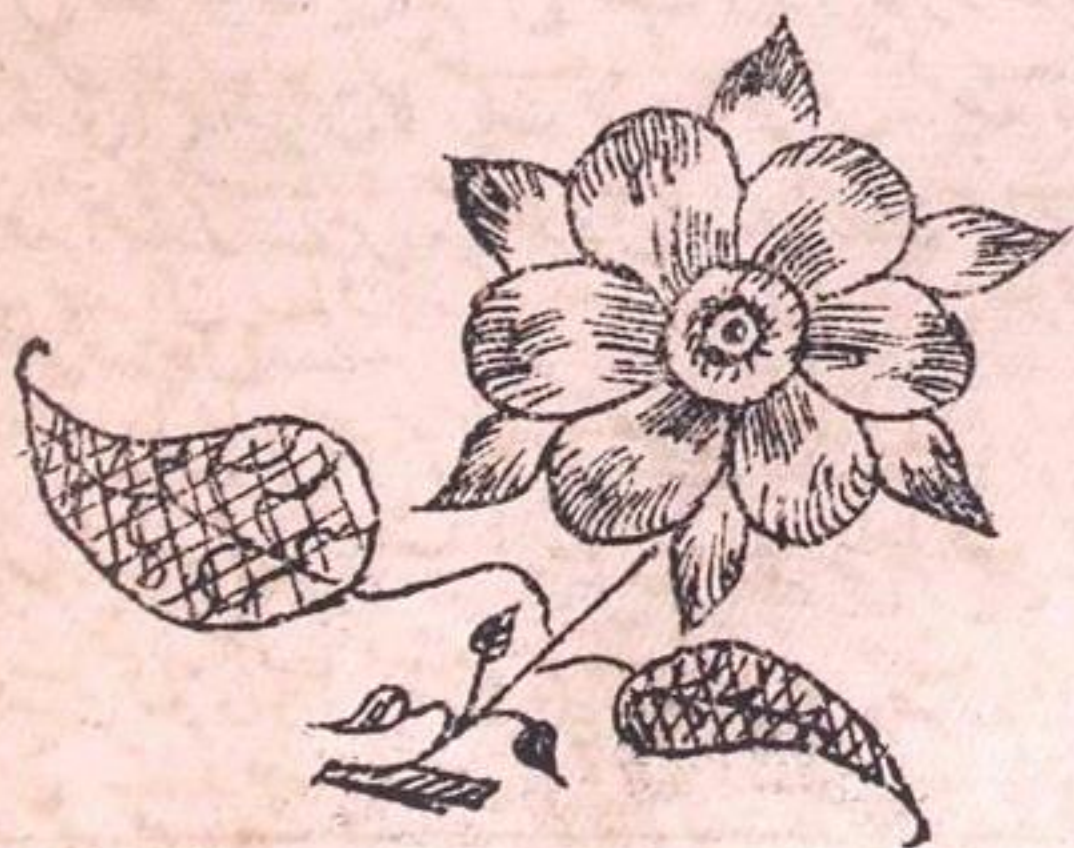
تیرھواں باب

تتمہ احوال ویدیا الوداد

مختصر تاریخ صحیفے

ہم اوپر بیان کر چکے ہیں۔ کہ حضرت ابراہیمؑ پر جو صحیفے نازل ہوئے تھے۔ ان میں سب سے وقیع صحیفہ الوداد تھا۔ جس میں اس زمانے کے مطابق شرائع تھے اور آل ابراہیم کی تمام شاخوں نے اسی کو اپنا ہادی اور پیشوا بنایا ہوا تھا۔ تاریخ سے ثابت ہے۔ کہ حضرت ابراہیم کی وفات سے قریبًا ایک صدی بعد بنی اسرائیل یا بنی یعقوب مصر میں جا کر آباد ہوئے۔ کچھ عرصہ حضرت یوسفؑ کی عین حیات میں ان کا ستارہ ترقی پر رہا۔ لیکن حضرت یوسفؑ کی وفات کے بعد ان پر ادبار کی گھٹائیں چاروں طرف سے چڑھ آئیں۔ اور قریبًا چار سو برس تک وہ غلامی کی قید میں جکڑے رہے اس عرصہ میں صحف ابراہیم کی تعلیمات کا یاد رکھنا تو بڑی بات تھی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ صحف ابراہیم کا خیال بھی ان کے ذہنوں میں باقی نہ رہا۔ ایک اللہ کا نام اور ابراہیمؑ

کا کلمہ تھا۔ جو انکی ذریت کو یاد رہا۔ اسی واسطے خدا نے اپنا فضل عظیم کیا۔ کہ چار سو برس کے بعد ان میں ایک اولوالعزم نبی حضرت موسٰی پیدا ہوئے۔ اور ان کے ذریعہ بنی اسرائیل کو وہ نیا قانون عنایت ہوا۔ جس کا نام توراۃ مشہور ہے۔ اور پھر دوسرا بڑا فضل ان پر یہ ہوا۔ کہ اس قانون کی حفاظت کے لئے ان میں پے درپے تیرہ سو برس تک انبیا مبعوث ہوتے رہے۔ جو سب توراۃ کے احکام پر عمل کرتے اور کرواتے رہے۔

لیکن آل ابراہیم کی دوسری بڑی شاخ یعنی آریہ قوم کا حال بنی اسرائیل سے مختلف ہے۔ جس وقت بنی اسرائیل مصر سے نکلکر کنعان کی طرف چلے آرہے تھے۔ اس زمانے میں آریہ قومیں یورپ ایران اور ہندوستان وغیرہ ممالک کی طرف بڑھی جارہی تھیں۔ اس لئے انہیں توراۃ کی تعلیم سے کچھ زیادہ بہرہ نہ مل سکتا تھا۔ (اور یوں بھی توراۃ اولاً ایک خاص قوم بنی اسرائیل کے لئے ہی مقصود تھی۔ اس قوم کی وساطت سے اس کی تعلیم دوسری قوموں تک پہنچ گئی۔ ہو۔ تو مضائقہ نہیں۔ لیکن بالذات مقصود بنی اسرائیل ہی تھے۔) اس لئے آریہ اقوام خصوصًا ہندی آریوں نے ابراہیمی صحیفے الوداد کو ہی ہمیشہ اپنا ہادی سمجھا۔ اور جیسا کہ تمام مورخین کا اس پر اتفاق ہے۔ کئی صدیوں تک الوداد کی تعلیم آریہ شیوخ یا پروہتوں نے نسلاً بعد نسل از بر یاد رکھی۔ لیکن

تا بکے۔ ہوتے ہوتے اس تعلیم میں گڑبڑ پیدا ہو گئی۔ عناصر پرستی اور دیوتا پرستی کے عناصر اس میں شامل ہو گئے۔ حتے کہ آسمان پر اس بات کی ضرورت محسوس ہوئی۔ کہ اس قوم یعنی ہندوستانی آریوں میں بھی ایک نبی مبعوث کیا جاوے۔ چنانچہ مسیح سے قریباً گیارہ سو سال بیشتر ہندوستان میں سری کرشن مبعوث ہوئے۔ انہوں نے صحفِ ابراہیم کی تجدید فرمائی۔ مگر سری کرشن کو ماننے والے چند ہی نفوس تھے۔ اکثر لوگ انکو سمجھ بھی نہ سکے۔ اور نہ ہی انہوں نے انکی کتاب گیتا کی تعلیم سے کچھ فائدہ اُٹھایا۔

سری کرشن کے زمانے سے قریباً چھ سو برس بعد اللہ تعالےٰ نے پھر ہندی آریوں پر ایک فضل کیا۔ اور حضرت گیوتم بُدھ کو بڑی شان و شوکت کے ساتھ اسی ہندوستان میں مبعوث فرمایا۔ حضرت گیوتم بُدھ بعینہ اسی طرح ہندی آریوں کے آخری نبی تھے۔ جیسا کہ حضرت عیسےٰؑ بنی اسرائیل کے آخری نبی تھے۔ یا جیسا کہ حضرت زرتشت پارسی قوم کے آخری نبی تھے۔ یا حضرت کنفیوسش چینی آریوں کے آخری نبی تھے :۔

حضرت گیوتم بُدھ کے زمانے سے ذرا پہلے (جیسا کہ پہلے بالتفصیل مذکور ہو چکا ہے) بیاس جی نے الوداد کی رہی سہی بُری بھلی تعلیمات کو جمع کر کے ایک کتاب مرتب کی۔ جس کا نام انہوں نے وید رکھا۔ جو گویا الوداد کی قدرے متبدل صورت تھی۔ اس کتاب کے چار حصے کئے گئے۔ ان کی زبان پہلوی تھی

جو عربی سے نکلی تھی۔ لیکن چونکہ بیاس جی نے جلد ہی اپنا مذہب تبدیل کر لیا۔ اور زرتشتی ہو گئے۔ اس لئے ان کے وید بھی ان کے مذہب کے ساتھ ہی رخصت ہو گئے۔ اس کے بعد ایسا ہوا کہ عام لوگوں کے ذہنوں میں ویدوں کی تصنیف کا شوق کودا ہر کس و ناکس نے اپنے اپنے مذاق اور قابلیت کے مطابق طبع آزمائی کی۔ اور نئے نئے وید بننے لگے۔ جن کی تعداد رفتہ رفتہ ۱۱۳۱ تک پہنچ گئی۔

ادھر تو یہ وید تصنیف ہو رہے تھے۔ اُدھر بدھ مذہب دن دونی اور رات چوگنی ترقی کر رہا تھا۔ خدا نے بدھوں کو حکومت بھی ایسی بخشی۔ کہ نہ اس سے پہلے کسی راجہ کو نصیب ہوئی تھی۔ اور نہ اس کے بعد کسی ہندو راجہ کو نصیب ہوئی۔ ہماری مراد مہاراجہ چندر گپت اور مہاراجہ اشوک کی سلطنت سے ہے ایسے شاندار اور با اقبال زمانے کے اندر انسانوں کی بنائی ہوئی کتابوں یعنی ویدوں کی جو گت بننی تھی وہ بنی۔ بُدھ لوگ ان ویدوں کو قابل نفرت سمجھ کر انہیں پاؤں کے تلے روندتے تھے۔ اور جس رنگ میں ممکن تھا۔ انہیں فنا کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ اپنی طرف سے تو انہوں نے کوشش کی ہو گی۔ کہ کسی وید کا بھی نام و نشان دنیا میں باقی نہ رہے۔ لیکن خیر معلوم ہوتا ہے۔ کہ کسی ترکیب سے کسی برہمن کے گھر میں ایک ایک نسخہ ویدوں کا باقی رہ گیا۔ اس نے انہیں چھپائے رکھا۔ اس کی اولاد نے بھی ایسا ہی عمل کیا کیونکہ اگر وہ ان کو باہر نکالتے۔ تو نہ ویدوں کی خیر تھی۔ نہ ویدکے

محافظوں کی۔ ہاں عام طور سے تمام ہندوؤں میں یہ عقیدہ حرف وحی کیطرح راسخ ہوگیا۔ کہ وید کسی کے پاس کتاب کی شکل میں موجود نہیں۔ اور نہ کبھی تھے۔ چنانچہ چینی سیاح اُت سنگھ جو چھٹی صدی مسیحی میں اس ملک میں سیاحت کے لئے آیا تھا۔ عوام الناس کی شہادت کے مطابق لکھتا ہے۔ کہ "وید ایک منہہ سے دوسرے منہہ میں چلے آرہے ہیں۔ وہ کاغذ یا پتوں پر نہیں لکھے گئے"

{ اُت سنگھ کی سیاحت ہند کا
ہندی ترجمہ ص ۴۸
مترجمہ لالہ سنت رام جی بی اے آریہ سماجی

لیکن اصل حقیقت یہ نہ تھی۔ چنانچہ فاضل البیرونی جس نے محمود غزنوی کے زمانے میں ہندوستان میں رہ کر سنسکرت کے علوم میں کمال حاصل کیا تھا۔ اپنی تصنیف کتاب الہند میں لکھتا ہے۔ "ابھی تھوڑے ہی سال گذرے ہیں۔ کہ کشمیر کے مشہور برہمن پنڈت وسکر نے اپنی مرضی سے وید کو لکھنے اور اس کی تشریح کرنے کا کام اپنے ہاتھ میں لیا تھا۔ یہ ایک ایسا کام تھا جس کے کرنے سے دوسرے بھی لوگ ہچکچاتے تھے۔ مگر اس نے اسے پورا کر کے چھوڑا۔ اس کا باعث یہ ہے۔ کہ وہ اس امر سے ڈرتا تھا۔ کہ وید کہیں بالکل ہی گم نہ ہو جائیں۔ کیونکہ وہ دیکھتا تھا۔ کہ لوگوں کی طبائع دن بدن

بگڑی جارہی ہیں۔ اور وہ دہرم اور نیکی کی بھی پرواہ نہیں کرتے"

{ البیرونی کا بھارت ہندی (کتاب الہند)
جلد ۲۔ باب ۱۲ صفحہ ۱۳۱
مترجمہ لالہ سنت رام صاحب بی اے
مذکورالصدر
مطبوعہ انڈین پریس الہ آباد }

البیرونی کی عبارت سے کئی امور مستنبط ہوتے ہیں۔

(۱) پنڈت وِسکرُ کے پاس ویدوں کا کم ازکم ایک نسخہ موجود تھا۔

(۲) اس کی زبان عام فہم نہ تھی۔ اور مطالب دقیق تھے اس لئے انہوں نے اپنی مرضی کے موافق ویدوں کو عام فہم پہلوی زبان میں لکھا۔ اور ساتھ ہی وید منتروں کی تفسیر بھی لکھتے گئے۔ (برہمن اور اُپنشد وغیرہ کتب تفسیر جو ویدوں کے ساتھ آجکل لگی ہوئی ہیں وہ انہی پنڈت صاحب کی لکھی ہوئی ہیں)

(۳) دوسرے لوگ خصوصاً پنڈت اس سے ہچکچاتے تھے لیکن پنڈت وِسکرُ نے اولوالعزمی سے کام لیکر ویدوں کے نئے نسخے اپنی مرضی کے موافق تصنیف کئے۔ اور پبلک رائے کا کچھ خوف نہ کیا۔
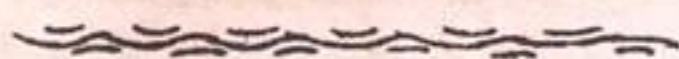
نتیجہ

اس بحث کا آخری نتیجہ یہ نکلا۔ کہ وہ کتابیں جنکو آجکل کے آریہ ہندو وید وبید کہکر پکارتے ہیں۔ اور جن کے متعلق ان کا دعوٰی ہے۔ کہ وہ ابتدائے آفرینش سے چلی آتی ہیں۔ اور انکی زبان سنسکرت ہے۔ درحقیقت وہ پنڈت دسکڈ کی ترمیم کردہ کتابیں ہیں۔ جنکا زمانہ تصنیف آج سے پورے نوسال پیشتر قریباً ۱۰۰۰ء ہے۔

نوٹ:۔ واضح ہو کہ پرانوں کا زمانہ تصنیف بھی اسی زمانے کے لگ بھگ ہے۔

موجودہ ویدوں کی زبان کی نسبت جدید مصنفین کی آرا

اب ہم ویدوں کے مضمون پر کافی بحث کر چکے ہیں۔ لیکن ختم کرنے سے پیشتر مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ موجودہ ویدوں کی زبان کے متعلق بعض جدید مصنفین کی رائے بھی یہاں درج کردیں۔ چنانچہ ذیل میں ہم تین مصنفوں کی آرا درج کرتے ہیں۔ جن سے ظاہر ہو گا کہ موجودہ ویدوں کی زبان سنسکرت ہرگز نہیں۔ بلکہ سنسکرت کی بڑی اماں ہے۔

مؤلف انسکلو پیڈیا برٹانیکا (جلد ہندوستان و ایران) کی رائے

ویدوں کے متعلق ہرگز کوئی یہ نہیں کہہ سکتا۔ کہ وہ بہت ابتدائی زمانے میں لکھے گئے تھے۔ کیونکہ راجہ اشوک کے کتبوں سے زیادہ پرانی کوئی تحریر ہمارے حیطۂ علم سے خارج ہے۔ راجہ اشوک کے کتبے تیسری صدی ق۔م میں کندہ کئے گئے تھے۔ ان کتبوں میں ایک قسم کی تحریر ایسی ہے۔ جس کا رسم الخط دائیں سے بائیں کو ہے۔ یہ عبارت لطلوطا کی حروف تہجی میں لکھی ہوئی ہے۔ جو ان عربی حروف تہجی سے ماخوذ ہیں۔ جنہیں قصبہ حرا یا صفا واقع حوران شرقی کے کتبے لکھے ہوئے ہیں۔ ان کتبوں کو ہیلوے صاحب نے ۱۸۷۷ء میں پڑھا تھا۔ یہ حروف عہد سکندری کے ہیں۔

ہندوستان کے شمال و مغرب میں اشوک کے کتبوں کی ایک اور الف۔ ب۔ (حروف تہجی) نظر آتی ہے۔ جس کا رُخ دائیں سے بائیں کو ہے۔ یہی حروف تہجی اشوک کے سکوں پر بھی کندہ ہے اس حروف تہجی کے متعلق یہ سمجھا گیا ہے۔ کہ بعینہ یہی حروف تہجی ایرانیوں کے عہد میں یہاں لائی گئی تھی۔ اور یہ اس آرامی زبان سے نکلی ہوئی ہے۔ جو سلطنت ایران میں مروّج تھی۔ مگر ہوسکتا ہے۔ کہ اس کا رواج ذرا دیر کے بعد ہوا ہو۔

یہ بات بعید از فہم ہے۔ کہ اشوک اور وہ راجگان جنہوں نے

سکے مضروب کئے۔ اور چلائے۔ وہ ویدوں کی تحریر کے لئے اس حروف تہجی کو استعمال میں لاتے۔ اگر انہیں اس سے قدیم تر اور کامل تر حروف تہجی میسر آتی"۔

نتیجہ۔ ویدوں کی زبان وہی ہے۔ جو راجہ اشوک اور بدھ کے راجگان کے سکوں اور کتبوں پر کندہ ہے۔

ای مارسڈن صاحب بی اے مؤلف تاریخ ہند کی رائے

وید سنسکرت کی ایک ابتدائی شکل میں لکھے ہوئے ہیں۔ جسکو ویدک کہنا چاہیئے۔

نوٹ :۔ اس مصنف کو یہ جرأت نہیں ہوئی۔ کہ اس زبان کا نام لیتا۔ جسمیں وید لکھے گئے تھے۔ وجہ اسکی یہ ہے۔ کہ اسکو ویدوں کی تاریخ کی خبر نہیں۔

مسٹر منموہن ایم اے انسپکٹر مدارس قسمت جالندھر مصنف تاریخ ہند کی رائے

تاریخ ہند میں شاید سب سے بڑا واقعہ آریوں کا آنا ہے۔ یہ ابھی تک ٹھیک ٹھیک نہیں معلوم ہوا کہ آریوں کا اصلی وطن کہاں تھا۔ وسط ایشیا کے میدانوں میں ایک قوم آباد تھی۔ جس کا رنگ گورا تھا اور جو ایسی زبان بولتی تھی۔ کہ جس سے سنسکرت لاطینی۔ یونانی جرمن اور فارسی زبانیں نکلی ہیں۔ یہ لوگ اپنے آپ کو آریہ کہتے تھے۔ (تاریخ ہند صفحہ ۲۷)

نوٹ:۔ جناب منموہن کو چونکہ ابھی تک اس زبان کا نام متحقق نہیں ہوا۔ جس سے سنسکرت۔ لاطینی۔ یونانی۔ اور فارسی زبانیں نکلی ہیں۔ اس لئے آپ نے اس زبان کا نام نہیں لکھا۔ مارسڈن صاحب کی جدت پسندی نے اس زبان کا نام ویدک تجویز کیا ہے بہرحال ہر دو صاحبان کو یہ امر مسلّم ہے کہ ویدوں کی زبان سنسکرت نہیں۔ بلکہ سنسکرت کی بڑی اماں ہے۔ رہا یہ امر کہ اس کا نام کیا تھا؟ ہم سابقہ ابواب میں یہ ثابت کر آئے ہیں۔ کہ وہ عربی۔ عراقی یا آرامی ہے۔ اور اگر ایک لفظ میں جواب مطلوب ہے۔ تو ہم کہینگے کہ وہ عربی ہے۔ جو قدیم زبانوں میں تمام مغربی ایشیا Near East میں بولی جاتی تھی۔ اور یہی ممالک آریوں کا وطن اوّلین تھا جیسا مذکور ہوا۔

چودہواں باب

وہ امور جو اسرائیلی اور آریہ اقوام میں بعض تمدنی رسومات اور مذہبی فرائض کی مشارکت ثابت کرتے ہیں

ان زبردست تاریخی اور مذہبی شہادتوں کے علاوہ ذیل میں ہم چند مزید امور بیان کرتے ہیں۔ جن سے آریہ اقوام اور اسرائیلی اور اسماعیلی اقوام کے درمیان اشد مشابہت اور مشارکت تمدنی رسومات اور مذہبی فرائض کے رنگ میں پائی جاتی ہے۔ لیکن اس سے پیشتر معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان کا شجرہ نسب بھی درج کر دیا جاوے۔ تا یہ امر ہر طرح پایہ ثبوت کو پہنچ جاوے۔

(دیکھو شجرہ نسب صفحہ ۱۶۲ پر)
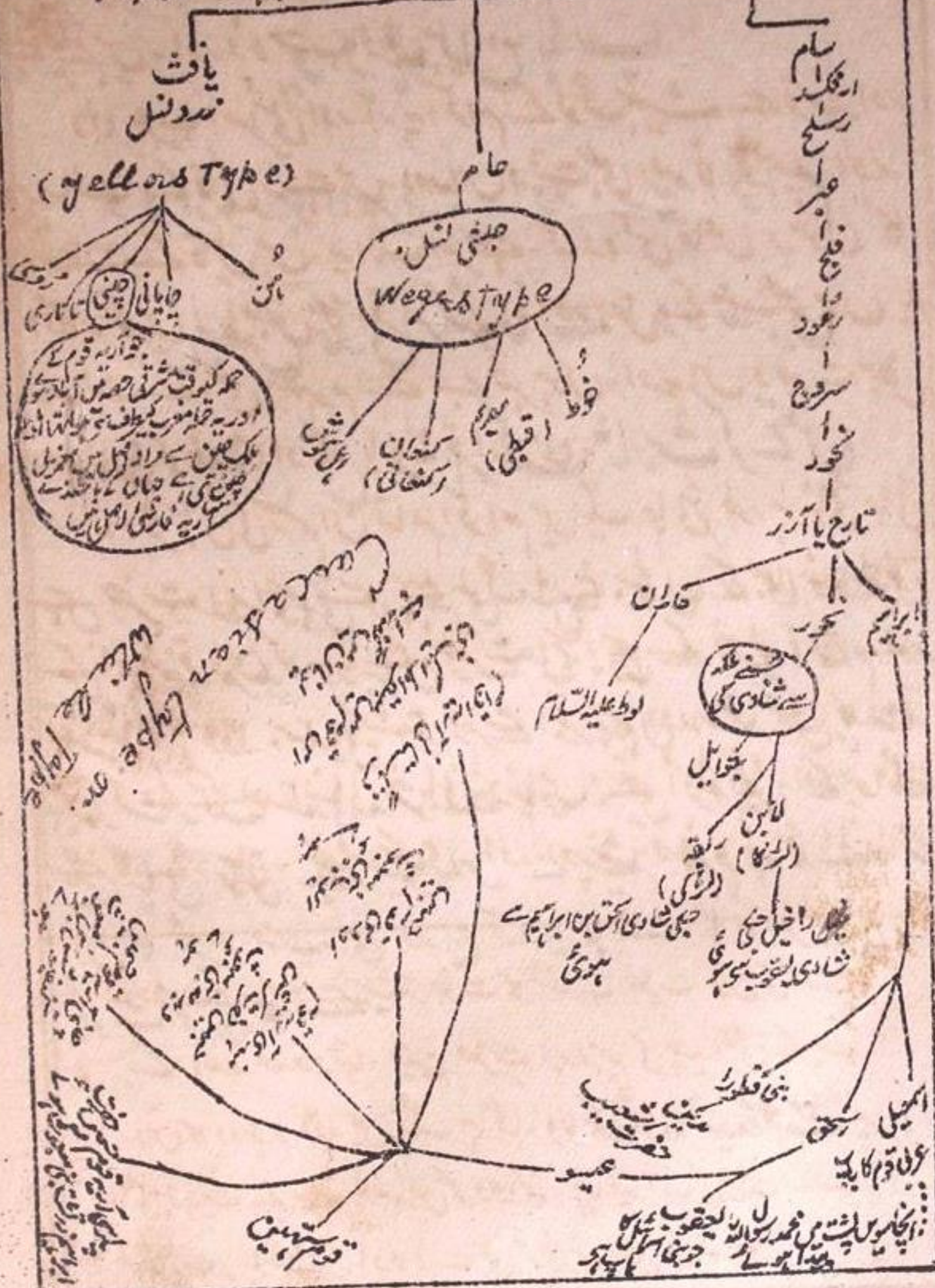
شجرہ نسب مفصل درج کرنے کے بعد اب ہم وہ امور مشابہت لکھتے ہیں کہ جو اولاد ابراہیم میں مشترکہ طور پر ہزاروں سال کی علیحدگی کے باوجود پائے جاتے ہیں۔ اور وہ حسب ذیل ہیں :۔

(۱) عرب اسرائیلی اور آریہ اقوام کے لوگ ہمیشہ سے توحید اور رسالت کے قائل رہے ہیں۔ اور اس وقت بھی اصولاً توحید اور رسالت کے قائل ہیں۔ یہ الگ امر ہے۔ کہ وہ کسی خاص رسُول کا انکار کریں۔ یا بعض کا اقرار کریں۔ اور بعض کے منکر ہوں یا رسالت کے اصلی مفہوم سے بے خبر ہوں۔ اور اس وجہ سے بعض رسولوں کو خدا کا اوتار یا بیٹا قرار دیں۔

(۲) قربانی کی رسم ان تمام اقوام میں یکجائی طور پر پائی جاتی ہے۔ حضرت ابراہیم سے پہلے لوگ اپنے بیٹوں کو بھی خدا یا دیوتا کے نام پر قربان کرتے تھے۔ حضرت ابراہیم کے ذریعہ آج سے تقریباً ۳۹۰۰ برس پیشتر حضرت ابراہیم اور اسماعیل کا واقعہ پیش آنے کے بعد انسانی قربانی دنیا میں سے اُٹھ گئی۔ اور حیوانات یعنے گائے۔ بیل۔ بھیڑ۔ بکری۔ اور اونٹ وغیرہ کی قربانی لازم

لہ حضرت ابراہیم سے پیشتر نبوت کا منصب حضرت نوح کی اولاد کے اندر محدود تھا۔ لیکن حضرت ابراہیم کی پیدائش کے بعد اس کا دائرہ اور بھی تنگ ہو گیا۔ اور انبیا کی بعثت ابراہیم علیہ السلام کی ذریت کے ساتھ مخصوص کر دی گئی۔ چنانچہ آپ کی بعثت کے بعد حام اور یافث کی اولاد سے بھی کوئی نبی نہیں ہوا :۔

قرار دی گئی۔ حضرت اسماعیل کی قربانی کا واقعہ قرآن شریف میں کہا ہے۔ اور ہماری کتاب حیات ابراہیم میں بالتفصیل درج کیا گیا ہے۔

(۳) ان اقوام میں پتھروں اور آگ کا ایک حد تک عبادات اور قربانیوں میں دخل ضرور رہا ہے۔ چنانچہ ہم دونوں کا ذکر تفصیل سے کرتے ہیں۔

(الف) پتھر۔ واضح ہو کہ بنی اسرائیل کے پیغمبر حضرت ابراہیم اور اُن کی اولاد حضرت یعقوب وغیرہ اپنی عبادت اور نماز کے وقت ایک پتھر کسی کھلی جگہ میں کھڑا کر لیتے ہتے۔ جو بمنزلہ ایک مسجد کے ہوتا تہا۔ اور بعض اوقات عہد نامہ کرتے ہوئے کسی پتھر یا پتھر کے ستون کو فریقین میں گواہ ٹھہراتے تھے۔ جیسا کہ توراۃ باب ۲۸ آیت سولہ یا ۲۷ میں یوں مذکور ہے:۔

تب یعقوب نیند سے چونکا۔ اور کہا کہ یقیناً خداوند اس جگہ ہے۔ اور میں نہ جانتا تھا۔ اور وہ ہراساں ہوا۔ اور بولا کہ یہ کیا ہی ڈراونا مقام ہے۔ سو یہ کچھہ اور نہیں۔ مگر خدا کا گھر اور آسمان کا آستانہ ہے۔ اور یعقوب سویرے اُٹھا۔ اور اس پتھر کو جسے اُسنے اپنا تکیہ کیا تہا۔ لیکے ستون کھڑا کیا۔ اور اس کے سرے پر تیل ڈالا۔ اور اس مقام کا نام بیت ایل (خدا کا گھر) رکھا۔ پر اس سے پہلے اس بستی کا نام لوز تھا۔ اور یعقوب نے منت مانی۔ اور کہا۔ اگر خدا میرے ساتھ رہے۔ اور اس راہ میں جس میں میں جانا چاہتا ہوں۔ میری نگہبانی کرے۔ اور مجھے کھانے کو روٹی اور پہننے کو کپڑا دیتا رہے۔ اور میں اپنے باپ کے گھر

سلامت پھر آؤں۔ تب خداوند میرا خدا ہوگا۔ اور یہ پتھر جو میں نے ستون کھڑا کیا۔ خدا کا گھر ہوگا۔ اور سب میں سے جو تو مجھے دیگا۔ دسواں حصہ تجھے دونگا۔

پتھروں کو اس طرح گواہ ٹھہرانے کا طریق ابتدائے دور عالم یعنے حضرت آدم علیہ السّلام کے وقت سے چلا آتا ہے۔ اور ہو سکتا ہے کہ اس سے پہلے زمانوں میں بھی یہی رسم ہو۔ چنانچہ خانہ کعبہ میں جو پتھر (سنگ اسود) دیوار کے اندر لگا ہوا ہے۔ وہ حضرت آدم کے ہاتھ کا ہے۔ جسکو وہ ہندوستان جنت نشان سے بوقت ہجرت اپنے ہمراہ یادگار کے طور پر لے گئے تھے۔

پس ابتدا سے پتھروں کو عبادت گاہ قرار دینے اور پھر کسی عہدنامے کے وقت ان کو مقدس گواہ ٹھہرانے کا دستور قدیم ایام سے چلا آتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس میں کوئی شائبہ شرک کا نہیں تھا۔ بلکہ اصل بات یہ معلوم ہوتی ہے۔ کہ ہر جگہ مسجد کا بنانا چونکہ آسان کام نہ تھا لہذا انبیا علیہم السّلام عبادتوں اور قربانیوں کے وقت ایک پتھر کھڑا کر لیتے تھے: ....

حاشیہ:۔ توراة کی کتاب پیدائش باب ۳۱ میں جب یعقوب اپنے ماموں لابن آرامی سے رخصت ہوا ہے۔ تو اُس نے اپنے بھائیوں کو پتھروں کا ایک تودہ بنانیکا حکم دیا۔ اور پھر جب وہ تودہ بن چکا۔ تو اس پر بیٹھ کر لابن اور یعقوب کے درمیان عہدنامہ قرار پایا۔ چنانچہ ہم اصل عبارت کتاب مذکور کے باب ۳۱ آیات ۴۶ تا ۵۵ کو نقل کرتے ہیں:۔

اور وہ پتھر ان کے مذہب میں بمنزلہ ایک مسجد کے تھا۔ اسی جگہ قربانیاں دی جاتیں۔ اور وہیں بیٹھکر مجاہدے ہوتے۔ اور اسی جگہ نمازیں پڑھی جاتیں۔ حجر اسود بھی اسی قسم کا پتھر ہے۔ حضرت آدم نے جنوبی ہند کے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۶۵

تب یعقوب نے ایک پتھر لیکر کھڑا کیا۔ اور یعقوب نے اپنے بھائیوں سے کہا کہ پتھر جمع کرو۔ انہوں نے پتھر جمع کر کے ایک تودہ بنایا۔ اور وہاں انہوں نے اس تودے پر کھانا کھایا۔ اور لابن نے اس کا نام یجرشاہدوتا رکھا۔ پر یعقوب نے اسکو جلعاد کہا۔ اور لابن بولا کہ یہ تودہ آج کے دن میرے اور تیرے درمیان گواہ ہو۔ اس واسطے اس کا نام جلعاد ہوا اور مصفاہ بھی اسلئے کہ اسنے کہا کہ جب ہم آپس میں جدا ہو ویں۔ تو خداوند میرے اور تیرے اوپر مطلع رہیگا۔ جو تو میری بیٹیوں کو دکھ دیوے اور انکے سوا اور جوروآں کرے تو کوئی آدمی ہمارے ساتھ نہیں ہے۔ پر دیکھ خدا میرے اور تیرے بیچ میں گواہ ہے۔ لابن نے یعقوب سے کہا کہ تو اس تودے کو دیکھ اور اس ستون کو دیکھ جو میں نے اپنے تیرے بیچ میں کھڑا کیا۔ یہ تودہ گواہ ہو اور یہ کھمبا گواہ ہو۔ کہ بدی کیلئے میں اس تودہ سے ادھر تیری طرف نہ گذروں۔ اور تو بھی اس کھمبے سے ادھر میری طرف نہ گذرے۔ ابراہام کا خدا اور نحور کا خدا اور انکے باپ کا خدا ہمارے بیچ میں انصاف کرے۔ اور یعقوب نے اپنے باپ اضحاق کے معبود کی قسم کھائی۔ تب یعقوب نے اس پہاڑ پر قربانی کی۔ اور اپنے بھائیوں کو روٹی کھانے کو بلایا اور انہوں نے روٹی کھائی۔ اور ساری رات پہاڑ پر رہے۔ اور صبح سویرے لابن اٹھا اور اپنے بیٹوں اور اپنی بیٹیوں کی چمیاں لیں۔ اور انہیں برکت دی۔ اور لابن روانہ ہوا۔ اور اپنے مکان کو پھرا۔

حاشیہ در حاشیہ

ے یجر کے معنے کلدانی زبان میں پتھروں کا تودہ ہے۔ یہاں سے یجروید کی وجہ تسمیہ بھی سمجھ میں آسکتی ہے۔ کیونکہ اس وید میں قربانیوں اور عبادات وغیرہ کا ذکر ہے۔ اور یجر کا لفظ اس

جنت میں اوّل اوّل جہاں نماز پڑھی اور قربانی دی ہوگی۔ وہاں کوئی
پتھر ضرور کھڑا کیا ہوگا۔ پھر جب ابلیس کے جھمیلے میں آکر ان کو ہندوستان
سے ہجرت کرنی پڑی۔ تو اس پتھر کو انہوں نے متبرک سمجھ کر اپنے ہمراہ
لیا۔ اور وہاں سے منزل بمنزل سفر کرتے کرتے جب حضرت
آدم مکہ میں پہنچے۔ تو حسب الحکم خداوند تعالےٰ انہوں نے وہاں
بیت اللہ کی تعمیر کی۔ اور اس مقدس پتھر کو کعبے کی دیوار میں لگا
دیا۔ اسی وجہ سے بعد میں آنے والے انبیا مثل حضرت شیث۔
ادریس۔ نوح اور ابراہیم اور اسماعیل علیہم السّلام حج کے
وقت اس پتھر کو بوسہ دیتے تھے۔ کیونکہ وہ انکی ایک عزیز
اور محبوب یادگار تھی۔ جسکو اس دور کا سب سے پہلا نبی ہجرت
کے وقت ایک دور دراز ملک سے اپنے ہمراہ لایا تھا۔ اور
علاوہ اس کے وہ اس وجہ سے بھی مقدس اور عزیز ہے۔ کہ
اسکو خدا کے پہلے گھر یعنی کعبہ میں صحیح وسلامت پہونچنے
اور اس کا جزو بننے کا شرف حاصل ہوا۔ اور اگر ہندو قوم
عقلمندی سے کام لے۔ تو اس کا فرض ہے۔ کہ وہ اس پتھر کو اور

بقیہ حاشیہ در حاشیہ صفحہ ۱۶۶

بات پر دلالت کرتا ہے۔ کہ ہندوستان میں بھی قربانگاہیں (یعنی قربانگاہ)
پتھر کے تودوں پر بنائی جاتی تہیں۔ اور قربانیوں کے بارہ میں کو کسی کو شک ہی
نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ ہندوستان میں گائے بیل مینڈھے۔ بکرے وغیرہ کی قربانیاں ابتدائی صدیوں میں
خصوصاً یگوں میں کیجاتی تہیں۔ اور کوئی یگ سمپورن نہ ہوتا تہا۔ جبتک انمیں بیل کے گیا نہ ہو

اس معزز گھر کو دیکھنے کے لئے ضرور ایک دفعہ مکہ میں جاوے کیونکہ مکہ کی زمین میں وہ تاریخی اور مذہبی مقدس یادگار ہے۔ جو ہندوستان قدیم کی یاد کو تازہ کرتی ہے۔ کون سنگدل شخص ہوگا۔ جسکو یہ معلوم ہو جائے۔ کہ اس کے وطن کی ایک قدیم شے ایک مقدس اور مطہر انسان کے ذریعہ متبرک ہو کر خدا تعالےٰ کے اولین مسجد اور اولین گھر میں موجود ہے۔ اور اس کو اس کی زیارت کا شوق پیدا نہ ہو۔ میں سمجھتا ہوں۔ کہ ایک حجر اسود ہی تفرقے کی اس وسیع خلیج کو جو آریہ قوم اور مسلمانوں میں حائل ہے پاٹ سکتا ہے۔ ناواقفی میں انسان بہت سی غلطیاں بلکہ بعض اوقات زیادتیاں کر بیٹھتا ہے۔ مگر جب اصل حقیقت کھلجائے تو عقلمند کا کام نہیں۔ کہ اس حقیقت کی ناقدری کر کے اپنی جہالت کا مزید ثبوت دے۔

حاشیہ صفحہ ۱۶۸

یہاں سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ بت پرستی کا رواج ایک ناجائز اور مشرکانہ زیادتی ہے۔ جو اس مقدس رسم پر کیگئی۔ مسجدوں اور عبادت گاہوں۔

بقیہ حاشیہ در حاشیہ صفحہ ۱۶۷

اور یہ زبردست شہادت اس امر کی ہے کہ دونوں قومیں یعنے آریہ ہندو۔ اور اسرائیلی اور اسماعیلی سب ایک ہی نسل سے ہیں منہ

(ب) پتھروں کے ذکر کے بعد اب ہم آگ کو لیتے ہیں۔ تو یہاں بھی ایک مشارکت پائی جاتی ہے۔ یعنی اسرائیلی قوم اور پارسی قوم اور آریہ قوم کی قربانیوں میں آگ ایک جزو لازم تھی۔ اسرائیل کے سب پیغمبر بلکہ ساری قوم اسرائیل اپنی قربانیوں کو آگ کی نذر کرتے تھے۔ اور یہ قربانیاں سوختنی قربانیوں کے نام سے موسوم تھیں اور ابراہیم علیہ السلام کے وقت سے لیکر آنحضرت صلعم کے زمانے تک بڑے زور شور سے ہوتی رہیں۔

آریہ قوم اور فارسی قوم میں بھی آگ نے وہی درجہ پایا جو اسرائیلی قوم میں تھا۔ البتہ ان دونوں قوموں نے حد سے تجاوز کر کے آگ کو اپنا معبود قرار دیا۔ آریوں نے آگ کو اگنی دیوتا کا نام دیا۔ اور اس کی تعریف میں بھجن گائے۔ ان کے ہوم میں اور ان کی شادیوں میں آگ ایک ضروری جزو ہے۔ اور کوئی چیز آگ کے بغیر پاک نہیں ہو سکتی۔ اور پارسی قوم نے تو آتش کو یزدان کے نور کا قائم مقام قرار دے کر اس کی پرستش کے لئے ایران میں آتشکدے قائم کئے۔ جو اس وقت تک اپنے جسمانی نور سے ناظرین کی آنکھوں کو خیرہ

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۶۸

اور مندروں کا بنانا تو بہت مبارک اور پسندیدہ کام ہے۔ لیکن کسی عبادت گاہ میں اصنام اور بتوں کو اپنے بڑوں کی یادگاریں قائم کرنا اور اُن کے سامنے سربسجود ہونا۔ اور اُنکو اپنا معبود قرار دینا اوّل درجہ کی جہالت اور بے وقوفی ہے چنانچہ وہی انبیا جو پتھروں کو کھڑا کرنا۔ اور ان پر تیل ڈالنا۔ اور انکو عہد نامہ کا گواہ

کرتے رہے ہے۔ جب تک کہ مسلمانوں نے ایران کو فتح کرکے آخر اُن کو بجھا دیا۔

(۴) ایک اور بات جو سامی اور آرین اقوام میں مشترک ہے۔ وُہ

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۶۹

قرار دینا جائز سمجھتے تھے۔ وہی انبیا بت پرستی کی رسم اور بتوں کے سخت دشمن تھے۔ یہاں تک کہ حضرت ابراہیم اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور بعض دیگر انبیا نے اپنے اپنے زمانوں میں بت پرستی کے خلاف الجہاد۔ نفرت کیا۔ بلکہ جب کبھی موقعہ پایا۔ تو انکو اپنے ہاتھ سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ اس سے وہ اعتراض خود بخود درفع ہو جاتا ہے۔ کہ جو ہمارے ہندو اور آریہ دوست حجر اسود کو بوسہ دینے پر کیا کرتے ہیں ہمنے حجر اسود کی تاریخی اور مذہبی وقعت اور حقیقت واضح طور پر ظاہر کر دی ہے۔ اگر اب بھی کوئی شخص اپنی نادانی کو نہ چھوڑے۔ اور خواہ مخواہ حجر اسود پر اعتراض کرے تو وہ نیک نیتی سے نہیں بلکہ شرارت یا جہالت سے ایسا کرے گا۔ اور اس کا گناہ اس کی گردن پر ہوگا۔

بوسہ دینا تمام مہذب قوموں میں مسلم ہے۔ ہر عزیز چیز کو ہم بوسہ دیتے ہیں اپنی بیویوں۔ بچوں کی پیشانیاں چوم لیتے ہیں۔ کسی عزیز دوست کا کوئی کپڑا ہمارے پاس ہو۔ اور وہ دوست ہم سے عارضی طور پر یا ہمیشہ کیلئے جدا ہو جاوے۔ تو ہم اس کپڑے کو اس عزت کیوجہ سے جو اُس کی ہمارے دل میں ہے چومتے ہیں۔ یہی حال سنگ اسود یا حجر اسود کا ہے۔ اس سے زیادہ اسمیں اور کوئی وصف نہیں اور اسی بنا پر کعبہ کے پردے کو بھی لوگ آنکھوں سے لگاتے اور بوسہ دیتے ہیں۔ حضرت سعدی

مردوں کا دفن کرنا ہے۔ چنانچہ قدیم آریہ اور پارسی اور چینی اپنے
مردوں کو اسی طرح دفن کرتے تھے۔ جس طرح مسلمان اور اسرائیلی
قوم دفن کرتی ہے۔ مُردے کو جلانے کی بدعت بہت عرصہ ہوا ہند
میں قائم ہوئی ہے۔ اس پر ممکن ہے کہ ہندو لوگ چونک پڑیں۔ اور
بعض مسلمان بھی انگشت بدنداں ہو جائیں۔ لیکن ہر بات کو ٹھنڈے
دل سے سُننا چاہیئے۔ اور اس کے بعد کوئی رائے قائم کرنی چاہیے۔
یہ سچ ہے کہ ہندوستان میں کسی عظیم الشان انسان کی قبر نظر نہیں
آتی۔ جس سے بظاہر یہی نتیجہ نکلتا ہے۔ کہ کئی ہزار سال سے اس ملک
میں کوئی قبر نہیں بنائی گئی۔ مگر یہ خیال صریحاً غلط ہے۔ بھلا تین
ہزار سال کی قبریں قائم کیسے رہ سکتی تھیں۔ علاوہ ازیں ہندوؤں
کی کتب مقدسہ یعنے رامائن اور مہابھارت میں سری کرشن یا
رامچندر جی وغیرہ کے متعلق کہیں نہیں لکھا۔ کہ اُنکو جلایا گیا
تھا۔ کوروں پانڈوں کے جنگ میں لاکھوں آریہ راجے اور پہلوان
مارے گئے۔ مگر کسی کتاب میں مذکور نہیں۔ کہ ان سب کو یا ان
میں سے ایک کو جلایا گیا تھا۔ ہم دعوے سے کہتے ہیں۔ کہ اس
زمانے میں آریوں کے اندر مردوں کو دفن کیا جاتا تھا۔ اور اس کا

بقیہ حاشیہ صفحہ

علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں۔ ؎

جامۂ کعبہ را کہ می بوسند | با عزیزے نشست روزے چند
او نہ از کرم پیلہ نامی شد | لاجرم ہمچو او گرامی شد

تحریری اور کتابی ثبوت اسلئے مشکل ہے کہ اس زمانے کی تاریخ محفوظ نہیں۔ ہاں دوسرے دلائل ہیں منجملہ ان کے ایک دلیل یہ ہے کہ اگر آپ ایران کی تاریخ پر نظر ڈالیں۔ تو وہاں بڑے بڑے بادشاہوں مثلاً بہرام گور اور دارا گشناسب کی قبریں موجود ہیں یہ بادشاہ آریہ تھے۔ اور ان کی قبروں پر کتبے بھی موجود ہیں۔ شیخ سعدی علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں ؎

نوشتست است بر گور بہرام گور
کہ دستِ کرم بہ زبازوئے زور
گرفتیم عالم بہ مردی و زور
ولیکن نبردیم با خود بگور

اسی طرح دارا گشناسب کی قبر ایران میں دامن کوہ کے اندر اب تک موجود ہے۔ اور اس پر ایک کتبہ بھی مرقوم ہے۔ جس سے یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچا۔ کہ قدیم آریوں کے ایرانی بادشاہ بھی زیر زمین دفن کئے جاتے تھے۔ نہ کہ جلائے جاتے تھے۔ علیٰ ہذا القیاس چین میں کنفیوشس کی قبر موجود ہے۔ اور اس کے والدین کو بھی دفن ہی کیا گیا تھا۔ (دیکھو کتاب China and Religion) (ضمناً یاد رہے کہ کتاب مذکور اور نیز انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا کے حوالے سے یہ ثابت شدہ امر ہے۔ کہ کنفیوشس بھی آریہ نسل سے تھا)

پس ثابت ہوا کہ چین اور ایران میں آج سے ڈھائی ہزار سال بیشتر مردوں کو دفن ہی کیا جاتا تھا۔ اسی طرح چونکہ ایرانی اور

اور یہ ہندو اپسمیں بھائی بھائی اور ایک ہی مورثِ اعلیٰ کی اولاد ہیں۔ ضرور ہے کہ ہندوستان میں بھی مردے دفن کئے جاتے ہوں۔ گو بعد میں دونوں قوموں میں ایک انقلاب عظیم برپا ہوا یعنی ایران میں زرتشتی مذہب کے بگڑ جانے پر جسطرح آگ کو معبود بنالیا گیا۔ اسی طرح ہندوستان میں گنہگاروں کو نارِ جہنم سے بچانے کے لئے یہ تجویز کیگئی۔ کہ انکے مردہ جسم کو اسی دنیا میں آگ کی نذر کر دیا جائے۔ تاکہ وہ پاک ہو کر اگلی دنیا میں جا کر درِ تارِ جنت میں داخل ہو سکیں۔ جہاں تک ہماری تحقیقات کام کرتی ہے۔ بدھ مذہب کے زوال کے وقت یعنے سنہ مسیحی کے ابتدا کے قریب مردہ جلانے کی رسم ہندوؤں میں بڑے زور شور سے رائج ہو گئی تھی مگر تاہم حق حق ہی ہے۔ اب بھی ہندو لوگ اپنے بچوں کو دفن ہی کرتے ہیں۔ اور ہرگز یہ جرأت نہیں کر سکتے کہ انکو آگ کی نذر کریں۔ کیونکہ انسانی کانشنس وہاں زور سے انکو ملامت کرتی ہے۔ ایسا ہی سنیاسیوں اور بیراگیوں اور سادھوؤں کو بھی دفن ہی کیا جاتا ہے۔ جس سے صاف ثابت ہوا کہ اصلی حکم ان میں دفن کرنے کا ہی تھا۔ جب یہ قوم بگڑ گئی۔ اور روحانیت ان میں سے جاتی رہی۔ تب ان میں مردوں کو جلانے کا رواج اشاعت پذیر ہوا۔

اس امر کے ثبوت کے لئے کہ ہندوستان قدیم میں مردوں کو دفن ہی کیا جاتا تھا۔ ہم انسکلو پیڈیا برٹانیکا سے ذیل کا اقتباس ترجمہ کر کے درج کرتے ہیں۔ امید ہے۔ ہمارے ناظرین اس سے بہت

محفوظ اور مستفید ہوں گے :۔

سوال :۔ رسم تدفین و رسم تحریق دونوں میں سے کس کو قدیم تر سمجھا جائے ؟

جواب ۔ اس سوال کے جواب کیلئے اگر ہم ایشیا کی طرف رُخ کریں۔ تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ ویدوںؔ کے زمانے میں بھی جسم کا قصہ چکانے کے لئے ہندو لوگ باقاعدگی کے ساتھ رسم تحریق پر ہی عمل کرتے تھے۔ اور سنسکاروں کی پستکوں میں اسی رسم کا مذکور ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی غیر محرّق جسم کے دفن کی شہادتیں بھی موجود ہیں۔ مثلاً رگوید کانڈ ۱۰ ادھیا ۱۵ شلوک ۱۴) ان پارسا پتروں کو جو نعمائے آسمانی سے بہرہ ور ہیں۔ دو قسموں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ ایک قسم وہ ہے۔ جنکو آگ کی نذر کیا گیا اور دوسری قسم وہ ہے۔ جن کو آگ کی نذر نہیں کیا گیا۔ (یعنی مدفون اور محروق دونوں قسم کے لوگ بہشت کی نعمتوں سے بہرہ ور ہوئے) اسی طرح اتھروید کانڈ ۱۸۔ ادھیائے ۲ شلوک ۳۴) میں بھی مدفون اور محروق ابدان کو پتروں کو ممتاز کیا گیا ہے۔ ایسے پتروں کو اگنی دربار میں حاضر کرے گا

سلہ ہم اوپر ثابت کرچکے ہیں کہ ویدوں کا زمانہ مسیح علیہ السلام سے پانچ چھ سو برس پہلے کا ہے کیونکہ اسی زمانہ میں وید تالیف ہوئے۔ اس زمانہ میں قدیم آریہ مذہب زوال پذیر ہو چکا تھا۔ اور اس کے ساتھ ہی قومی روایتیں اور احکام خداوندی پر عمل بتدریج رخصت ہونے لگے تھے۔ اسلئے کچھ تعجب نہیں اگر مردہ جلانے کی رسم دفن کرنے کی رسم پر فائق ہوگئی ہو۔

ستھین قوم کے بادشاہوں میں بھی جو ازروئے نسل قدیم ایرانی قوم کا ایک جزو معلوم ہوتے ہیں۔ چ یا تو پیچھے رہ گئے تھے۔ یا مغرب کی طرف دھکیل دیئے گئے تھے۔ اور اس وجہ سے وہ زیادہ قدیم اور کہنہ حالت میں رہ گئے۔ ان کے متعلق ہیروڈوٹس (باب چہارم۔ فقرہ ۷۱ الیف) جس نے اُنکے چلن کو تفصیل کے ساتھ نقل کیا ہے۔ کا خیال ہے۔ کہ اس قوم میں صرف تدفین ہی کا رواج تھا۔ اور قدیم بادشاہوں اور ساتھیوں کو مقبروں و روضوں میں دفن کیا جاتا تھا۔ اور قدیم بادشاہوں کے لیئے قبریں بھی بنائی جاتی تھیں۔ ان کو جلایا نہیں جاتا تھا۔ جیسے کہ اُن کی صورت سے ظاہر ہے۔

برعکس اس کے اوستھا سے ثابت ہوتا ہے[1]۔ کہ غیر زرتشتی فرقوں میں جلانے کا رواج تھا۔ یونانیوں میں بھی ہمیں ایسے ہی

---

[1] یہ امر کہ غیر زرتشتیوں میں مردہ جلانے کا رواج تھا۔ اس بات کا مزید زبردست ثبوت ہے کہ الہامی کتب اور انبیا کو ماننے والی قوموں میں مردہ جلانا۔ نہایت معیوب اور ممنوع تھا۔ زرتشتی حضرت زرتشت اور ایسا ہی تمام سالقہ انبیا کو مانتے تھے۔ اسلئے مردوں کو دفن کرتے تھے۔ لیکن غیر زرتشتیوں اور زرتشتیوں کی ضد پر مردہ جلانے کا عمل جاری ہوگیا۔ اسی طرح بُدھ مت کے ظہور کے بعد ہندو قوم موحد قوم نہیں رہی تھی۔ بلکہ ہزاروں بداخلاقیاں ان میں پھیل گئی تھیں۔ اور یہ تمام سزا ایک خدا کے فرستادہ گوتم بُدھ کے انکار کیوجہ سے انکو ملی تھی۔

حالات ملتے ہیں۔ میکانی عہد کی قیود میں مردوں کو بے جلائے اور ممی بنا کر دفن کیا جاتا تھا۔ (دیکھو عہد میکانی باب ۵ و ۶)

. . . .

"رومیوں کی روایات ان حالات کے مطابق ہیں۔ جو فی الحقیقت یونانیوں میں پائے جاتے ہیں۔ بلانی لکھتا ہے کہ روما میں بھی تدفین کا رواج تحریق سے مقدم تھا۔"

اس حوالہ سے تمام آریہ ملکوں یعنے ایران۔ ہندوستان سیتھیا۔ یونان۔ اور روما میں بہر حال تدفین کی رسم ہی زمانہ قدیم میں جاری ساری تھی۔ ہاں وحشی یا غیر مہذب اقوام میں ساتھ ساتھ تحریق کی رسم بھی مروج تھی۔ یاد رہے۔ کہ کوئی قوم جو وحی اور کلام آسمانی کے انوار سے فیض یافتہ ہو۔ اس کے دہم میں بھی کبھی مردوں کے جلانے کا

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۷۵ بدھ مت کے لوگ زرتشتیوں کی طرح موحّد اور انبیا کو ماننے والے تھے۔ اور مردوں کو دفن ہی کرتے تھے۔ اور چونکہ اس زمانے میں ہندو بدھ کی تعلیم کا انکار کرکے کافر ہو چکے تھے۔ اسلئے انمیں جہالت اور بد اخلاقیاں پیدا ہوئیں۔ وہاں یہ قبیح رسم مردہ جلانے کی بھی رائج ہو گئی۔ ورنہ انبیا کے ماننے والی کسی قوم نے کبھی مردوں کو نہیں جلایا۔ اور یاد رہے کہ جیسا کہ ہم پہلے بھی لکھ آئے ہیں اوستا اور وید بیاس کی تالیف کا زمانہ قریبًا ایک ہی ہے۔ اور ایسا ہی ان کی باتوں میں بھی شدید مشابہت ہے و

خیال نہیں آتا۔ جو قوم تہذیب سے گر جاتی ہے۔ اس میں اس قسم
کی وحشیانہ رسوم کا شائع ہو جانا جائے تعجب نہیں۔ ختنہ آل
ابراہیم کے لئے ایک امتیازی نشان کے طور پر مقرر کیا گیا تھا
مگر اب سوائے یہود اور مسلمانوں کے اور کونسی قوم ہے
جو اس پاک رسم پر کاربند ہو۔ تمام یورپ اور امریکہ کے
عیسائی حضرت ابراہیم کو ایک اعلےٰ درجے کا راستباز نبی
مانتے ہیں۔ اور انکی توراۃ میں اب تک ختنے کا حکم موجود
ہے۔ مگر کیا اُن تہذیب سے آراستہ لوگوں نے کبھی ایک
لمحہ کے لئے اپنی کجروی اور گمراہی کا خیال کیا ہے؟

اسی طرح آریہ اقوام میں ضرور ختنے کی رسم بھی مروّج تھی
لیکن دَورِ زمانہ سے وہ اسی طرح متروک ہو گئی۔ جیسے کہ
تدفین متروک ہو کر تحریق نے اس کی جگہ لے لی۔ اس تحریر پر شاید
بعض اصحاب چونک پڑیں گے۔ اور کہیں گے۔ کہ آریہ اقوام میں
ختنے کا ثبوت دو۔ اس کا جواب تو یہ ہے۔ کہ جب ہم نے آریہ
اقوام اور اسرائیلی اقوام میں مشابہت ثابت کرنے کے
لئے بیس کے قریب زبردست شہادتیں دے دی ہیں۔ تو پھر
ایک ختنے کے عدم ثبوت کی حالت میں یہ کلیہ غلط نہیں
ہو سکتا۔ اور جب ہم نے انکو آل ابراہیم ثابت کر دیا تو
ختنے کی رسم کا ان میں پایا جانا خود بخود ثابت ہو گیا۔ العاقل
تکفیہ الاشارۃ۔

(۵) ان قوموں میں جسمانی بناوٹ اور خط و خال کی بھی مشارکت

ہے۔ علاوہ اس کے جسمانی طاقت میں بھی ایک قوم دوسرے کی مثیل ہے۔ آریہ قوم میں بھیم۔ ارجن۔ اور بھیشم پتامہ جیسے سینکڑوں نامور پہلوان گذرے ہیں۔ جو اسرائیلی پہلوانوں اور سپاہیوں کی ہو بہو نظیر تھے۔ اور پس ایران میں رستم۔ زال۔ نریمان گودرز وغیرہ سینکڑوں نامی پہلوان گذرے ہیں۔ جن کی شجاعت کے کارناموں سے شاہنامہ اور اسی قسم کی اور رزمیہ نظمیں بشل مہابھارت بھری پڑی ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ آریہ قوم۔ پارسی قوم اور عربی قوم اور اسرائیلی قوم کے لوگوں میں ایک ہی خون ہے۔

(۶) آریہ قوم میں ہمیشہ اور ہر زمانہ میں طلاق اور کثیر الازدواجی (divorce and polygamy) کا رواج رہا ہے۔ یہی حالت بنی اسماعیل اور بنی اسرائیل میں تھی۔ اور ہے۔ اور فارسی قوم اس سے الگ اور مستثنےٰ نہ تھی۔ طلاق کیلئے دیکھو مہابھارت کو جہاں جناب کرشن اپنی بیوی کو فرماتے ہیں۔ کہ تم اب بھی مجھ سے الگ ہو جاؤ۔ اور جہاں چاہو نکاح کر لو۔

(۷) بنی اسرائیل اور آریہ قوم کے اندر پراچین زمانے میں پردے کا رواج بھی تھا اور مردوں اور عورتوں میں عام میل جول نہ تھا اور پردے کی اصل حقیقت یہی ہے۔

الحمد للہ کہ قرآن (سورہ نور) کے ذریعہ اس حکم کی تجدید کی گئی۔ اور کہا گیا۔ کہ قل للمومنین ان یغضوا من ابصارھم افسوس کہ مدت دراز سے یہ پاک رواج بھی ان اقوام سے

اُٹھ گیا ہے۔

(۸) تمام سامی اقوام میں اپنے رشتہ داروں اور قرابت مندوں کے ساتھ نکاح کی رسم جائز تھی۔ اور اب بھی ہے۔ بجز ہندو قوم کے جنمیں ایک عرصہ سے یہ رسم موقوف ہوگئی ہے۔ لیکن اس میں کچھ شک نہیں۔ کہ مہابھارت کے زمانے میں نہ صرف کثیر الازدواجی کا ہی رواج تھا۔ بلکہ اپنے وراثت مندوں کے ساتھ شادیاں ہوتی تہیں۔ چنانچہ سری کرشن کی بہت سی رانیاں تہیں اور ان میں سے ایک رانی جناب کرشن علیہ السلام کی پھوپھی کی بیٹی تھی۔ پھر سری کرشن کی بہن ارجن کے ساتھ جو ان کا مرید اور چیلہ تھا۔ بیاہی گئی تھی۔ اور آج مورخہ ۱۶۔ جون ۱۹۳۰ء کو اخبار الفضل میں بحوالہ ملاپ ۳۰ اپریل ۱۹۲۶ء ذیل کی خبر پڑھی اور معلوم ہوا۔ کہ پرانی تاریخ نے پھر پلٹا کھایا۔ خبر یہ ہے۔ کہ "پشاور کے ایک کپور گھرانے کی شادی لاہور کے ایک معزز گھرانے کے لڑکے سے ہوئی ہے ہم ذات ہونے کے علاوہ یہ آپس میں خالہ زاد بہن اور بھائی بھی ہیں"

(۹) ہندو قوم میں خصوصًا سناتن دھرمیوں کے اندر اب تک یہ عقیدہ پایا جاتا ہے۔ کہ مرنے کے بعد انسان کی روح دھرم راج (وہ فرشتہ جو مردوں کا حساب کتاب لیتا ہے) کے دربار میں لے جائی جاتی ہے۔ اور بعض ارواح اپنے نیک اعمال کیوجہ سے سورگ یعنے بہشت میں جاتے ہیں۔ اور دوسرے اپنے بد اعمال کیوجہ سے نرک یعنے دوزخ میں جاتے ہیں۔ اس سے

معلوم ہوا۔ کہ بعث بعد الموت کا عقیدہ قدیم زمانے سے تمام اقوام میں مشترکہ طور سے پایا جاتا ہے۔ اگر ہندو قوم کا تعلق کسی الہامی کتاب سے نہ ہوتا۔ تو یہ عقیدہ ان میں ہرگز نہ پایا جاتا۔

(۱۰) حضرت مجدّد الف ثانی سرہندی رحمتہ اللہ علیہ ایک دفعہ سیر کرتے موضع براس (سرہند کے نزدیک ایک پرانا گاؤں ہے۔ جس کو خاکسار نے بھی دیکھا ہے۔) میں تشریف لے گئے۔ وہاں جاکر مراقبہ کیا۔ مراقبے سے فارغ ہو کر آپ نے فرمایا۔ کہ مجھے اس وقت ہندوستان کے انبیا کے انوار دکھلائے گئے۔ اور ان کے نام بھی بتلائے گئے ہیں۔ اور اگر میں چاہوں تو نام لے کر ایک ایک کا حال بتلا سکتا ہوں۔ پھر فرمایا۔ کہ اکثر انبیا ان میں ایسے ہیں۔ کہ جن کے مریدوں کی تعداد ایک سے زیادہ معلوم نہیں ہوئی۔ آپ نے یہ بھی فرمایا۔ کہ یہ جو توحید کا خیال اس قوم میں پایا جاتا ہے۔ یہ ان انبیا ہی کی بدولت ہے۔ ورنہ اس قوم کو توحید سے کیا نسبت (بہ تغیّر الفاظ)

(۱۱) قرآن شریف سورۂ بقر۔ رکوع ۳۴۔ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور نمرود بادشاہ بابل کا مباحثہ خدا تعالیٰ کی ہستی اور صفات خلق و ممات وغیرہ کے متعلق مرقوم ہے۔ حضرت ابراہیم فرماتے ہیں۔ ربّی الّذی یحی ویمیتُ۔ یعنی میرا رب وہ ذات ہے۔ جس کا کام خلق کرنا اور مارنا یا تباہ کرنا ہے۔ بادشاہ کہتا ہے کہ اَنا اُحیی و اُمیتُ۔ یعنی زندہ کرنا اور مارنا تو میرا کام ہی ہے۔ اب تو میں بھی کرتا ہوں۔ حضرت ابراہیمؑ جواب

میں کہتے ہیں۔ کہ میرا رب سورج کو ہر روز مشرق سے نکالتا ہے اور آپ مغرب سے نکال کر دکھلائیں۔ تو جانیں۔ یہ سُنکر وہ کافر مبہوت ہو کر رہ جاتا ہے۔ اور کچھ بھی جواب نہیں دیتا"۔ انتہیٰ۔

اب دیکھیے کہ قرآن میں یہ مکالمہ آج سے ۱۳۵۰ برس پیشتر درج ہوا۔ لیکن اسی قسم کا مکالمہ پنچ تنتر میں بھی موجود ہے جو پانچویں صدی مسیحی میں اسلام سے تقریبًا دو سو برس پیشتر ہندوستان کے راجہ بکرماجیت کے عہد یعنے چوتھی صدی مسیحی میں تصنیف ہوئی۔

اب سوال یہ ہے کہ پنچ تنتر کے مصنّف کے ذہن میں یہ توارِدِ خیال کیسے ہوا؟ اس نے قرآن نہ پڑھا تھا۔ کیونکہ قرآن اس وقت موجود نہ تھا۔ بائیبل میں یہ قصہ بالکل نہیں ہے پس معلوم ہوا کہ یہ قومی روایت سینہ بسینہ قدیم زمانے سے بکرماجیت کے زمانے تک چلی آئی۔ اور چوتھی صدی مسیحی میں اس نے پنچ تنتر کتاب میں اندراج پایا۔ کیا یہ اس امر کا ثبوت نہیں۔ کہ ہندو قوم کو ابراہیم علیہ السّلام سے دُور کی نسبت ہے؟ فافہم و تدبّروا ولا تکن من الغافلین
حوالہ کے لئے دیکھو پنچ تنتر و ترجمہ بنجی صاحب صفحہ ۶۳ (الف)

لہ حاشیہ صفحہ ۱۸۰۔ شاید کسی کے دل میں سوال پیدا ہو۔ کہ حضرت بُدھ اور سری کرشن تناسخ کو مانتے تھے۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ

(۱۲) بارھویں زبردست مماثلت آریہ اقوام میں
(patriarchalism) یعنے تمام قبیلے کا ایک بزرگ
یا شیخ کے ماتحت ہوتا ہے۔ ایک قوم بہت سے قبائل پر منقسم ہوتی

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۸۱

ایک غلط خیال ہے۔ ہاں یہ بات یاد رکھنی چاہیئے۔ کہ تناسخ فی ذاتہ
اور اپنے لغوی معنوں کی رُو سے غلط نہیں۔ کیونکہ عربی میں تناسخ کے معنے
تبدیلی کے ہیں۔ اس لحاظ سے تناسخ روح کی تبدیلی کا نام ٹھہرا۔ اور یہی معنے
بعث بعد الموت کے ہیں۔ یعنی مرنے کے بعد رُوح ایک نئی زندگی اختیار کرتی
ہے۔ اور اس کو اسکی حالت کے لحاظ سے ایک نیا جسم بھی بخشا جاتا ہے۔
مگر دوسرے عالم میں جسکو ہم عالم برزخ کہتے ہیں۔ نہ یہ کہ اسی دنیا میں روح واپس
آتی ہے۔ پس ہندو قوم جن معنوں میں آجکل تناسخ کے عقیدے کو مانتی ہے
وہ اُن کی بے سمجھی اور مسخ روحانیت پر دال ہے چونکہ ان کا دین بالکل مردہ
ہو چکا ہے۔ لہذا وہ تناسخ کو اس طرح ماننے لگے ہیں۔ کہ گویا روح اسی دُنیا
میں واپس آجاتی ہے۔ اور کسی مادہ حیوان کے رحم میں داخل ہوکر یا کسی درخت
یا بیل بوٹی کی شکل اختیار کر کے دوبارہ جنم لیتی ہے۔ افسوس الہام کی حقیقت
نہ سمجھنے اور قرآن شریف سے دُور رہنے کیوجہ سے اس قوم کی یہ حالت ہو گئی
ہے۔ ورگرنہ تناسخ بعث بعد الموت کا ہی دوسرا نام تھا۔ اب جس رنگ
میں یہ لوگ تناسخ کو مانتے ہیں۔ وہ نہایت ہی ہنسی آمیز ہے۔ اور آئے دن مذہبی
جلسوں اور مباحثوں میں اس عقیدہ کی دھجیاں اڑائی جاتی ہیں اور ہر قوم
جو روحانیت سے دُور ہو جائے۔ اور الہام اور وحی کے مصفّا پانی سے

تھی۔ اور ہر قبیلے کا ایک شیخ جدا ہوتا تھا۔ وہی ان کا قبلہ و کعبہ تھا۔ یہ بات عبرانیوں اور عربوں وغیرہ سامی اقوام میں قدیم زمانے سے چلی آتی ہے۔ آریہ قوم جب ہندوستان میں اوّل

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۸۲

سیراب نہ ہو۔ عاقبت الامراس کی یہی حالت ہو جاتی ہے۔ چنانچہ قدیم یونانیوں، مصریوں۔ اور دیگر اقوام کا یہی حال تھا۔ کہ وہ بھی اپنی نادانی سے اسی قسم کا تناسخ ماننے لگ گئے تھے۔ جسطرح کہ ہندو لوگ آجکل مان رہے ہیں اسی طرح چینی لوگ بھی یہ مانتے ہیں۔ کہ مُردے کی رُوح اسکی قبر کے گرد نواح میں رہتی ہے اور اکثر اسکے اوپر منڈلاتی پھرتی ہے ولنعم ما قیل ے

عقل کے اندھوں کو حائل ہو گئے سَو سَو حجاب
ورنہ تھا قبلہ تیرا رُخ کافر و دیندار کا

یہ بھی واضح رہے۔ کہ ہندوؤں میں جو انبیا گذرے ہیں۔ جیسے سری کرشن اور حضرت بدھ وہ ہرگز ہندوؤں کے موجودہ تناسخ کو نہیں مانتے تھے کیونکہ نبی تو نبی کوئی معمولی سمجھ کا انسان بھی اس لغو اور بیہودہ عقیدہ کو نہیں مان سکتا۔ یہ لوگ اسی رنگ میں تناسخ کو مانتے تھے۔ جس رنگ میں مسلمان مانتے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ رُوح کو پے در پے اور مسلسل طور پر مدارج ترقی ملتے رہتے ہیں۔ اور وہ کسی ایک حالت میں برقرار نہیں رہ سکتی۔ انسانی رُوح کی پیدائش کی علت غائی بھی یہی ہے۔ کہ وہ لاانتہا ترقیات کیلئے پیدا کی گئی ہے۔ پس رُوح کا ہمیشہ اپنی حالت میں متغیر ہوتے رہنا

اوّل داخل ہوئی۔ تو ان کا طرزِ معاشرت بعینہٖ یہی تھا۔ یعنے
مختلف قبیلوں کے مختلف شیخ ہوتے تھے۔ ان کا طرزِ زندگی
نہایت سادہ تھا۔ اور پنجاب میں آکر وہ گلہ بانی کے علاوہ

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۸۳

وہ تناسخ ہے۔ جسکو سری کرشن اور بدھ مانتے تھے۔ نہ کہ وہ گندا اور
لغو عقیدہ جس کی رُو سے۔

رُوح کبھی بندر۔ سور یا کتے کی شکل اختیار کرتی ہے۔ یا کبھی کیکر یا بیری یا ارنڈ یا
اونٹ کٹارہ کی شکل میں تبدیل ہوتی ہے۔ اور پھر یہی نہیں۔ کہ اپنی فطری قوت
سے فی الفور ان اشکال کو اختیار کر لیتی ہے۔ بلکہ یہی صورت میں یہ بھی ماننا
پڑتا ہے۔ کہ کسی مادہ جانور کے رحم میں داخل ہوتی ہے۔ الغرض ایسا باطل
عقیدہ ہے کہ پنڈت دیانند بھی اسکو نہ خود سمجھ سکے۔ اور نہ دلائل سے سمجھا
سکے۔ کیونکہ رُوح ایک ناقابل تقسیم جوہر ہے۔ اور جزلایتجزیٰ ہے پھر اُدھر
کسی حیوان کے رحم میں جو نطفہ ٹھہرتا ہے۔ وہ مرکب ہوتا ہے۔ یعنی نر و مادہ
کے نطفوں سے ملکر بنا ہوا ہوتا ہے۔ پس جبکہ رُوح ہندوؤں اور آریوں
کے نزدیک بھی ایک جوہر فرد ہے۔ وہ تقسیم ہو کر کس طرح مادہ کے رحم میں
جا سکتا ہے۔ اگر اسی ایک دلیل کو آریہ اور ہندو سمجھ لیں تو آج ہی
تناسخ کے باطل عقیدہ سے توبہ کر لیں۔ بھلا سری کرشن اور حضرت
بُدھ جیسے عارف لوگ کب اس باطل عقیدہ کو صحیح قرار دے سکتے
سکتے ۔ (منہ)

کاشتکاری کا کام بھی کرنے لگے تھے۔ ورنہ دراصل چوپانی اُنکا اصل آبائی پیشہ تہا۔ اور یہ بات سب کو معلوم ہے۔ کہ حضرت ابراہیم اور ان کی اولاد کا پیشہ بھی چوپانی ہی تھا۔

اگر آریہ سامی نسل سے نہ ہوتے۔ اور آل ابراہیم کے ساتھ انکو کچھ نسبی تعلق نہ ہوتا۔ توکیوں وہ ایران میں چوپانی اور ہندوستان میں گلہ بانی کا کام کرتے۔ اور قبیلہ قبیلہ ہوکر کیوں رہتے۔ کیا کوئی فرنگستانی مؤرخ بتا سکتا ہے۔ کہ آریہ قوم میں Patriarchalism کہاں سے آئی۔ اگر یہ جواب دیا جائے کہ ٹرانس کاکیشیا یا جنوبی رُوس سے آئی۔ تو ہم پوچھیں گے کہ ان علاقوں میں ایسی قوموں کے پایا جانے کا ثبوت دو۔ اور یہ بھی بتاؤ۔ کہ ان اقوام میں انبیا اور ملوک کے پیدا ہونے کا وعدہ کب اور کس کی معرفت کیا گیا تھا۔ اور اگر یہ ثبوت نہ دیسکو تو مان لو۔ کہ آریہ شام سے آئے ہیں۔ اور ابراہیم علیہ السّلام کی نسل سے ہیں۔ اور یہ تم کو معلوم ہی ہے۔ کہ حضرت ابراہیم کے خاندان کے لوگوں کا پیشہ گلہ بانی تھا۔ اور یہ بھی معلوم ہے کہ ابراہیم کی ذریت کے سوا آج سے ۴۰۰۰ سال پیشتر کسی اور قوم سے برکت کا وعدہ نہیں ہوا تھا۔

(۱۳) تیرھویں مشابہت جو آریہ اور سامی اقوام میں پائی جاتی ہے۔ وہ چھوت چھات کا مسئلہ یا رواج ہے۔ جس طرح اسرائیلی قوم حد سے زیادہ طہارت پسند تھی۔ اسی طرح ہندو لوگ قدیم سے طہارت پسند چلے آتے ہیں۔ توراۃ کی کتاب احبار کے پڑھنے

سے ہر شخص میرے اس بیان کی تصدیق بطور خود کر سکتا ہے آریہ لوگوں کو اسرائیلیوں کے ملک سے علیحدہ ہوئے تین ہزار سال کا عرصہ گذرا۔ لیکن اس قدر عرصہ دراز کے بعد بھی بہت سی مذہبی اور تمدّنی رسوم آج تک دونوں قوموں میں یکساں طور پر پائی جاتی ہیں۔ مثلاً۔

(الف) ہندوؤں میں قدیم زمانے سے برہمن لوگ پروہتی کا کام کرتے رہے ہیں۔ بنی اسرائیل میں بعینہ اسی قسم کے پروہت یا کاہن موجود تھے۔ جن کا کام قربانیوں کے متعلقہ احکام کی تعمیل کروانا تھا۔ وہی جانوروں کو پسند کرتے اور وہی گنہگاروں کے گناہ بخشواتے۔ وہی نذر اور تقصیر کی قربانیاں دلواتے پس کاہن اور براہمن کا کام بالکل یکساں تھا۔ اور یہ دونوں نام گویا مترادف ہیں۔ دیکھو احبار باب ۲۷ آیت ۱۱-۱۳۔ اور احبار باب ۱۶

(ب) جس طرح بنی اسرائیل میں قربانیوں کا حکم تھا۔ اسیطرح ہندوؤں کی قدیم کتابوں میں قربانیوں کا حکم پایا جاتا ہے۔ چنانچہ ویدوں میں بھی گائے بیل وغیرہ جانوروں کی قربانیاں دینے کا حکم ابتک موجود ہے۔

(ج) توریت میں حکم تھا۔ کہ "کوئی اس سبب سے کہ اسکی گروہ میں کوئی مرجاوے۔ ناپاک نہ بنے۔ مگر اس کے لئے جو نزدیک کی قرابت اس سے رکھتا ہو جیسے اپنی ماں کے لئے اور اپنے باپ کے لئے اور اپنے بیٹے اور اپنی بیٹی کے لئے اور اپنے بھائی کے لئے۔ اور اپنی کنواری بہن کے لئے جو اس کے ساتھ ہے۔ اور ہنوز مرد سے واقف نہیں ہوئی وہ

اس کے لئے ناپاک بن سکتا ہے۔ ہر وہ کہ اپنی گروہ میں پیشوا ہے اپنے کو آسودہ نہ کرے۔ ایسا کہ ناپاک ہو جائے۔ وے اپنے سروں کے بال نہ مونڈیں۔ اور اپنی ڈاڑھیوں کے کونے نہ مونڈیں اور اپنے بدنوں پر چھینے نہ لگائیں۔ وے اپنے خدا کے لئے مقدس بنے رہیں۔ اور اپنے خدا کے نام کو بےحرمت نہ کریں۔ کہ وے خداوند کے لئے آگ کی قربانیاں جو کہ ان کے خدا کی غذا ہیں۔ گذرانتے ہیں سو مقدس ہوں گے۔ احبار باب ۲۱۔

قریباً قریباً یہی احکام ہندوؤں میں برہمنوں کے لئے ہیں۔ جس طرح کاہنوں کو پاکی اور طہارت کا حکم دیا گیا ہے۔ اسی طرح برہمنوں کو ہمیشہ پاک رہنے اور اپنے تئیں مقدس رکھنے کا حکم ہے۔ (دیکھو منوسمرتی) اور یوں عام لوگ بھی مردے کو ناپاک سمجھ کر اس کے نزدیک نہیں جاتے۔ اور جو نزدیک جاتے ہیں وہ اس وقت تک پاک نہیں ہوتے۔ جب تک غسل نہ کریں۔ اور اپنے کپڑے نہ دھو لیں۔ چنانچہ اس زمانہ میں بھی یہ نظارہ ہندوؤں میں ہر شخص دیکھ سکتا ہے۔

نقشہ عرب و شام و کنعان و مصر و بابل (حضرت ابراہیم کے زمانے میں)
روس
جھیل یورال
ترکستان
بحیرہ اسود
ایشیائے کوچک
حاران
نینوا
موصل
میڈیا
بیروت
دمشق
ریاست دمشق
بحیرہ روم
دریائے دجلہ
دریائے فرات
بابل
ایران
بیر سبع
قاہرہ جدید
قاہرہ قدیم
مدینہ منورہ
مکہ معظمہ
عرب
خلیج
بحیرہ عرب
افریقہ
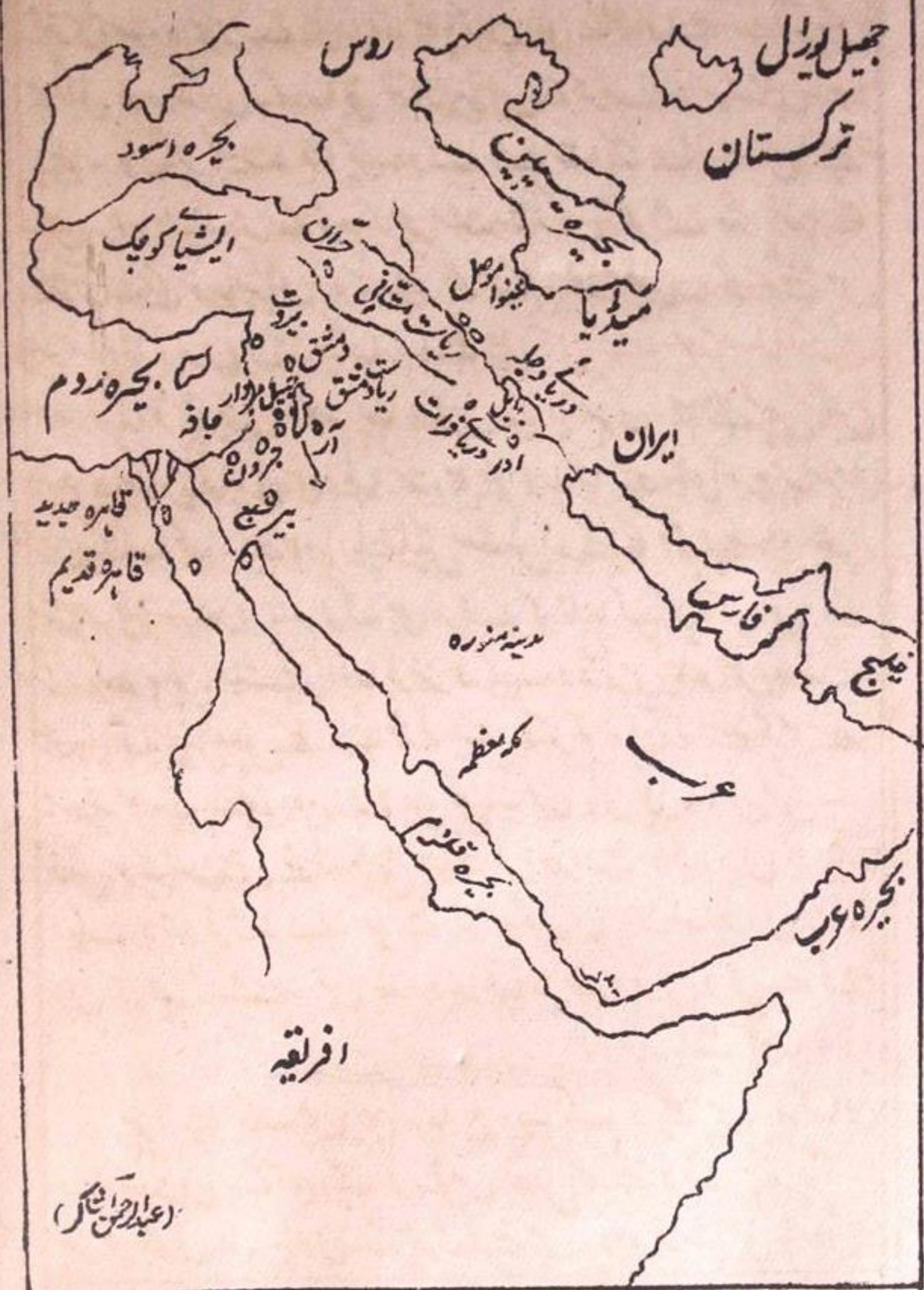
(د) جسطرح ہندوؤں میں بیوہ اور مطلقہ کے ساتھ شادی ممنوع ہے۔ اسی طرح بنی اسرائیل میں ایسی شادیاں خصوصًا فاحشہ اور مطلقہ عورتوں کے ساتھ ممنوع تھیں۔ دیکھو توراۃ کی کتاب احبار باب ۲۱ آیت ۷ "وے اس عورت کو جو فاحشہ یا بحرمت ہے۔ جورو نہ کریں۔ اور نہ اس عورت کو جسے اس کے شوہر نے طلاق دی ہو۔ کیونکہ وہ اپنے خدا کے لئے مقدس ہے"۔

ہندوؤں میں آجتک یہ رسم چلی آئی ہے۔ اور مسلمانوں میں خصوصًا راجپوتوں اور پٹھانوں کے اندر یہ رواج کبھی منسوخ نہیں ہوا۔ پٹھان بنی اسرائیل ہیں۔ اور راجپوت آریہ ہیں دونوں میں ایک ہی رسم کا پایا جانا عقلمندوں کے نزدیک بہت کچھ معنی خیز ہے:۔

(ھ) توراۃ میں کسانوں اور ہندوؤں کیلئے حکم ہے۔ "اور جب تو اپنی فصل کاٹے تو کھیت کے کونوں کو سب کا سب مت کاٹ لے۔ اور نہ اپنے کھیت میں بال چُن۔ اور اپنے انگورستان میں خوشہ چینی مت کر اور اپنے انگوروں کا ایک ایک دانہ توڑ نہ لے۔ چاہئے کہ مسکینوں اور مسافروں کے لئے ان کو چھوڑ دے۔ میں خداوند تمہارا خدا ہوں (مجھ سے ڈرو)"

(احبار باب ۱۹ آیت ۹ و ۱۰)

ہم اپنے ملک میں یہی رواج اب تک دیکھتے ہیں۔ کہ کسان اپنے کھیتوں کے کسی ایک کونے میں فصل کاٹتے وقت چند پودے بمعہ خوشوں اور بالوں کے چھوڑ دیتے ہیں۔ اور خوشہ چینی یا سلا چننے

کو نہایت مکروہ جانتے ہیں۔

(۱۰) توراۃ میں جریان والے مرد اور عورت کو ناپاک سمجھا گیا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے :۔

"جو شخص جسے جریان ہے۔ جس بستر پر سوئیگا۔ وہ بستر ناپاک ہوگا۔ اور ہر ایک چیز جس پر وہ بیٹھ جائے۔ ناپاک ہوگی۔ اور جو کوئی اس کے بستر کو چھووے اپنے کپڑے دہووے۔ اور پانی سے غسل کرے۔ اور شام تک ناپاک رہے وغیرہ وغیرہ (دیکھو احبار باب ۱۵)

اسی طرح حائضہ کے متعلق لکھا ہے "اگر عورت کو جریان ہو اور اس کے بدن میں جو جریان ہے۔ حیض کا ہووے۔ وہ سات دن جدائی جاوے۔ جو کوئی اسے چھوئیگا۔ وہ شام تک نجس رہیگا"

وہ سب چیز۔ جس پر وہ اپنی جدائی کے ایام میں سووے ناپاک ہے۔ اور ہر ایک چیز جس پر وہ بیٹھے ناپاک ہے۔ جو کوئی اس کے بستر کو چھووے۔ اپنے کپڑے دہووے۔ اور پانی سے غسل کرے۔ اور شام تک ناپاک رہے۔ وغیرہ وغیرہ (احبار باب ۱۵ آیت ۱۹ تا آخر باب)

ہندوؤں میں آجتک یہی رسوم پائی جاتی ہیں۔ اور چونکہ اسلام میں اس قدر پابندیاں اور سختیاں حائضہ کے باب میں نہیں رکھی گئیں۔ لہذا ہندو مسلمانوں کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور ان سے چھوت چھات کرتے ہیں۔

مندرجہ بالا شہادتوں سے صاف ثابت ہوتا ہے۔ کہ آریہ

ہندوؤں اور بنی اسرائیل میں بہت سی مذہبی اور تمدنی رسوم مشترکہ طور سے آج کے دن تک پائی جاتی ہیں۔ ہم نے تو تاریخ سے یہ ثابت کیا ہے۔ کہ آریہ ہندو عیسو بن اسحٰق کی اولاد ہیں لیکن ان شہادتوں سے تو کوئی دوسرا شخص ان کو اچھے خاصے اسرائیلی ثابت کر سکتا ہے۔ گو یہ نتیجہ غلط ہوگا۔ اصل بات یہ ہے کہ آریہ ہندو۔ ابتدا میں صحف ابراہیم پر چلنے والے تھے جیسے کہ بنی اسرائیل کے آباؤ اجداد بھی صحف ابراہیم کی پابندی کرتے تھے۔ لیکن اسمیں شک نہیں۔ کہ جس وقت آریہ اپنے قدیمی شہر آر سے ہجرت کر کے متانی میں آکر آباد ہوئے ہیں۔ قریبًا اسی زمانے میں تورات بھی نازل ہو چکی تھی۔ پس اہل آر اور اہل متانی۔ (یعنی قوم موآب جو بعد میں آریہ کہلائے) تورات کے احکام سے ناواقف نہ رہے ہوں گے۔

کیونکہ بنی اسرائیل موآبیوں یعنی آریوں کے نہایت قریبی رشتے دار تھے۔ یہ ممکن نہیں کہ وہ اسرائیلی مذہب سے واقف ہوئے ہوں۔

علاوہ ازیں یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ تورات کے احکام صحفِ ابراہیم کے شرعی احکام سے چنداں متغایرت نہ تھے۔ پس اگر آریوں کو تورات کے احکام کا علم نہ بھی ہوا ہو۔ تب بھی شریعت ابراہیمی کے احکام کی پیروی گویا تورات ہی کی پیروی ہے۔ اسی لئے تم دیکھتے ہو۔ کہ آریوں کے رسوم اور احکام مذہبی کو تورات کے رسوم اور احکام کے ساتھ اشد مشابہت ہے ؏

خاتمہ

ہماری کتاب کے لکھنے کا اصل مقصد یہ تہا۔ کہ ہم آریہ قوم کا وطنِ اوّلین معلوم کریں۔ نیز یہ کہ وہ کس نسل سے ہیں۔ ان کی ابتدائی زبان کیا تھی۔ اور ان کا مذہب کیا تھا۔ انہوں نے کب اپنے وطن کو چھوڑا ان کے آریہ کہلانے کی اصل وجہ کیا ہے۔ آیا وہ سامی اقوام سے الگ کوئی نسل ہے یا سامی اقوام میں سے ایک قوم ہے۔

الحمدللہ کہ تاریخ قدیم مندرجہ بائیبل۔ قرآن۔ وید و دیگر کتب تواریخ و انسکلوپیڈیا و آثار الصنادید کے علاوہ دلائل نقلیہ صحیحہ کی مدد سے ہم صحیح نتائج تک پہنچ گئے۔ اور یورپین مصنفوں اور محققوں کے خیال کی غلطی ثابت کر کے ہم نے روز روشن کیطرح دکھا دیا۔ کہ

(۱) آریہ قوم دراصل موآبی قوم تھی۔ جن کا وطن اوّلین شہر آر واقع مشرقی شام تہا۔

(۲) ان کی ابتدائی زبان عربی۔ عبرانی۔ یا مختصراً عربی تھی۔

(۳) وہ ابراہیم علیہ السلام (برہماجی) کے پوتے عیسو بن اسحٰق کی ذریت سے ہیں۔ اسلئے ان کا مذہب اوّلاً توحید اور خالص توحید

تھا۔ لیکن ثانی (عراق) میں کچھ عرصہ قیام پذیر ہونے اور پھر ہندوستان میں آکر اصلی باشندوں کے ساتھ میل جول رکھنے کیوجہ سے ان کے مذہب میں عناصر پرستی اور دیوتا پرستی کے عنصر شامل ہو گئے۔

وہ صحیفہ ابراہیمی الوداد کو ہمیشہ سے اپنا ہادی یقین کرتے آئے ہیں۔ اوّل اوّل آریہ شیوخ کو الوداد کے ضروری اور مشہور منتر (آیات) زبانی یاد ہوتے تھے۔ لیکن کچھ عرصہ کے بعد وہ محرف مبدّل ہو گئے۔ لہذا ایک ہزار سال کے بعد بیاس جی نے انکو کتاب کی صورت میں لکھا۔ اس کتاب کا نام بجائے الوداد کے وید رکھا۔ اور اسکو چار حصّوں میں تقسیم کردیا

(۵) سب سے آخر ؁ میں ایک کشمیری پنڈت وسکر نے ویدوں کو از سرِ نو ترتیب دیا۔ اور انکی زبان کو عام فہم اور سلیس پھلوی میں بمعہ شرح کے لکھا۔

(۶) موجودہ وید وہی وید ہیں۔ جن کو پنڈت وسکر نے مرتب کیا تھا۔

(۷) الوداد تو بلاشبہ الہامی کتاب تھی۔ لیکن وید خصوصاً موجودہ ایڈیشن کو الہامی کہنا کفر کے مساوی ہے۔

(۸) آریہ قوم کا مخرج چونکہ شہر آسما تھا۔ اس لئے وہ آسمائی یا آریہ کہلائے۔

(۹) چونکہ وہ شریف النسب تھے۔ اور اپنے ابتدائی وطن نیز ہندوستان میں آکر کاشتکاری کا پیشہ رکھتے تھے۔ لہذا لبعد کے

زمانوں میں آریہ کے معنے شریف اور کاشتکار قرار پائے۔

(۱۰) آریہ قوم سامی تھی۔ قریبًا ۱۴۰۰ ق۔م میں ستانی (عراق) اور ایران سے ہوتے ہوئے آریہ لوگ ہندوستان میں پہنچے۔ حضرت ابراہیم (برہما جی) کا نام انہوں نے کبھی فراموش نہیں کیا۔ اور ان کے گرامی ترین صحیفہ الوداد سے اس قدر محبت کی۔ کہ آجتک وید وید کہکر اس کے سوہلے گاتے ہیں۔

تِلکَ عشرۃٌ کامِلۃٌ

اے خدائے قدیر و برتر۔ تو اس کتاب سے ایک عالم کو متمتع فرما۔ اور خلق خدا خصوصًا ہند و یورپ و امریکہ کو گمراہی کی تاریکیوں سے نکال کر اس روشنی سے منور کر۔ جسکو اسلام کی نورانی شمع ۱۳۶۰ سال سے اطراف عالم میں بکھیر رہی ہے۔ آمین ثم آمین!

نعمت اللہ خاں گوہر
(بی۔ اے)